لینن اور اکتوبر انقلاب کے بارے میں

البرٹ ریس ولیمس

* لینن ، ان کی شخصیت اور کام
* روسی انقلاب کے دوران

لینن، ان کی شخصیت اور کام

*

روسی انقلاب کے دوران

البرٹ ریس ولیمس

لینن
اور اکتوبر انقلاب
کے بارے میں

دارالاشاعت ترقی • ماسکو

ترجمه : حبیب الرحمن

АЛЬБЕРТ РИС ВИЛЬЯМС
О ЛЕНИНЕ И ОКТЯБРЬСКОЙ РЕВОЛЮЦИИ
На языке урду

فہرست

صفحہ

تیسرا حصہ

انقلاب کی وسعت

چوتھا حصہ

انقلاب کی فتح

اکتوبر انقلاب کے بارے میں خیالات

'' انقلاب روس ظہور اسلام کے بعد کا سب سے بڑا واقعہ ہے ،، ایچ - جی - ویلس نے لکھا ہے - اس طرح مغرب کے مؤرخوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ میں اس کا مقام کیا ہے - واشنگٹن میں رومن کیتھولک پروفیسر والش کے لئے سلطنت روما کے زوال کے بعد اکتوبر انقلاب سب سے اہم واقعہ تھا - پبلک مسائل پر لکھنے والے نمایاں انگریز ادیب ہیرلڈ لاسکی کے لئے یہ '' حضرت عیسی کی پیدائش کے بعد سب سے اہم واقعہ ،، تھا -

انقلاب کی عظمت کے شایان شان اس کے بارے میں کثیر تعداد کتابیں ہیں ، نہ صرف سوویت یونین کی زبانوں میں بلکہ سیکڑوں دوسری زبانوں میں - مغرب کے پریس سے ان کا ایک سیلاب جاری ہے - اور چونکہ لوگ ہمیشہ ابتدا سے دلچسپی رکھتے ہیں (بچے کی پیدائش سے) اس لئے اکتوبر انقلاب کے ابتدائی دنوں ، عظیم ، جرات آزما اور خون کو جوش میں لانے والے ان دنوں اور ہفتوں سے بہت سی کتابیں منسوب ہیں جنھوں نے دنیا کو ہلا ڈالا -

ان کتابوں میں آپ کو انقلاب کے اسباب ، انقلاب کی مختلف پارٹیوں ، انقلاب کے پروگراموں ، انقلاب کی معاشیات اور انقلاب کے لیڈروں وغیرہ کے بارے میں طویل اور فاضلانہ تحریریں ملیں گی - لیکن ایک پہلو سے یہ کتابیں انقلاب کے خاص عنصر سے عاری ہیں - ان میں آپ کو اکتوبر انقلاب کے بارے میں بہت سی باتیں ملتی ہیں تقریباً سب باتیں سوائے خود انقلاب کے - کیونکہ ان کتابوں میں عوام کے بارے میں بہت کم یا کچھ نہیں ہوتا - اور عوام یعنی مزدوروں اور کسانوں ہی نے انقلاب کیا -

انقلاب کی عکاسی کی کوشش کرنا اور عوام کا ذکر نہ کرنا ،

بقول انگریزوں کے اسی طرح ہے جیسے شیکسپیر کا ڈرامہ ''ہیملیٹ،، پیش کرتے وقت خود ہیملیٹ کو نظر انداز کرنا۔

۱۹۱۷ء میں عوام جو اب پہلے کی طرح جامد نہیں تھے میدان عمل میں کود چکے تھے۔ اپنے حکمرانوں اور عمالوں کا تختہ الٹ کر یوریشیا کے وسیع علاقے میں بحربالٹک سے لیکر بحرالکاہل تک آباد لوگ بالآخر اپنی مدتوں سے سوئی ہوئی صلاحیتوں اور قوتوں کو بروئے کار لائے۔

ان لوگوں پر، اس عظیم تاریخی فریضے سے نبٹنے کے لئے جو تاریخ نے ان پر عائد کیا تھا، ان کی صلاحیت پر بھروسہ کر کے لینن نے روس اور انقلاب کے مستقبل کو داؤں پر لگا دیا۔ عوام پر ان کے اس بھروسے کی بنیاد عوامی زندگی کے بارے میں ان کی گہری معلومات تھیں۔

خوش قسمتی سے مجھ میں بھی ۱۹۱۷ء کی بہار میں روس آنے کے بعد جلد ہی عوام کی طاقت کے لئے یہ اعلی احترام و اعتماد پیدا ہوا جو بعد میں سوویت یونین کے ہر سفر کے بعد بڑھتا گیا۔ میرا یہ ادراک سوویت لوگوں سے براہ‌راست روابط سے، پیٹروگراد اور نیژنی نووگورود * میں فیکٹریوں کے مزدوروں اور بارکوں میں سپاہیوں کے ساتھ ملنے جلنے اور ولادیمیر کے قریب ایک گاؤں میں عقلمند اور پاکباز بالشویک ** یانیشیف کے ساتھ طویل قیام سے پیدا ہوا۔ ان سب باتوں نے

---

* اب اس شہر کا نام گورکی ہے۔ یہ اور آگے ایڈیٹر کے نوٹ ہیں۔

** بالشویکوں نے اپنا نام لفظ ''بالشینستوا،، (اکثریت) سے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی ۱۹۰۳ء کی دوسری کانگرس کے بعد پایا جہاں لینن کی حمایت کرنے‌والے مارکسی انقلابیوں کو پارٹی کے مرکزی اداروں کے انتخابات میں اکثریت کے ووٹ ملے۔ موقع پرست اقلیت میں رہ گئے اور ''مینشینستوا،، (اقلیت) کے لفظ پر جب سے انکا نام منشویک پڑ گیا۔ روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی پراگ کی چھٹی کانفرنس (۱۹۱۲ء) میں موقع‌پرستوں کو پارٹی سے نکال باہر کیا گیا۔

میرے دل میں عام لوگوں کے تحمل ، استقلال ، صلاحیتوں ، نئے خیالات اور ہنروں کو اپنانے پر آمادگی اور جدت پسندی کے لئے بڑا احترام پیدا کر دیا اور مجھے مستقبل میں ان کی کامیابی کا یقین دلایا ۔

اس طرح انقلاب کی ابتدا سے ہی مجھے روس کے بارے میں لکھنے والے زیادہ‌تر نام نہاد ماہرین — صحافیوں ، نامہ‌نگاروں اور مؤرخوں پر فوقیت حاصل ہوگئی ۔ ممکن ہے کہ وہ روس کی تاریخ ، بہت سی پارٹیوں اور لیڈروں ، مدبروں اور غیرملکی نمائندوں سے واقف ہوں لیکن یہ لوگ عوام سے واقعی زیادہ‌تر ناواقف تھے ۔ اور میں اس کو دہراتا ہوں کہ عوام ہی تو انقلاب تھے ۔

چنانچہ ان نام نہاد ماہرین نے انقلاب کی قدر اندازی میں بار بار اور متواتر غلطیاں کیں اور اس کی شکست ، تباہی اور زوال کی مسلسل پیش گوئیاں کرتے رہے ۔

اکتوبر * میں جب سوویتوں نے اپنی حکومت قائم کی تو ان ماہرین نے اعلان کردیا کہ ” یہ ایک ہفتے تک چلے گی یا زیادہ سے زیادہ ایک یا دو مہینے ! “ ، لیکن سوویت عوام کو اچھی طرح جانتے ہوئے میں نے یقین کے ساتھ کہا کہ سوویتیں کثیر تعداد عوام کو روز افزوں اپنی حکومت کے گرد جمع کرینگی ۔ جس طرح انھوں نے اقتدار جیتا ہے ، اسی طرح وہ برسراقتدار رہیں‌گے بھی — اب تو وہ یہاں مضبوطی سے جمے رہیں گے ۔

جب ۱۹۲۸ء میں پہلا پنجسالہ منصوبہ شروع کیا گیا تو غیرممالک میں اس کو ” ماہرین اعدادوشمار کا خواب “ ، اور ” بے‌شمار اعدادوالا خاکہ “ ، کہہ‌کر مذاق اڑایا گیا ۔ لیکن سوویت عوام سے واقفیت رکھنے‌والوں نے یقین کے ساتھ کہا کہ منصوبے چاہے جتنے بڑے کیوں نہ ہوں سوویت عوام اس زبردست‌فریضے کو تکمیل تک پہنچائیں گے اور خواب کو حقیقت بنا دیں‌گے ۔

جب مغرب میں اپنی فتوحات پر نازاں ، اپنی طاقت کے عروج پر

---

* نئے کیلنڈر کے لحاظ سے نومبر ۔

۲۰۰ نازی ڈویژنوں نے جون ۱۹۴۱ء کے ایک منحوس دن سوویت سرحد پار کی تو ان نام نہاد ماہرین نے زوروں کے ساتھ یہ اعلان کر دیا کہ نازی ، ''سرخ فوج کے اندر سے اس طرح گذر جائیں گے جیسے چھری مکھن کے اندر سے گذرتی ہے ،، کہ تین چار ہفتے میں سواستیکاوالا جھنڈا کریملن کے میناروں پر لہراتا نظر آئے گا ، لیکن ہم میں سے جو لوگ سوویت عوام سے واقف تھے وہ اس بات کو بہتر جانتے تھے۔ ۲۴ جون کو تاس کی درخواست پر میں نے ایک طویل تار روانہ کیا جسمیں میں نے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ سوویت لوگوں کی ہی طاقت بالاتر رہے گی اور وہ وقت آئیگا جب ہتھوڑے اور درانتیوالا سرخ جھنڈا برلن میں ریشتاغ پر لہرائیگا۔

ہر مشکل وقت میں سوویت لوگوں نے اپنی عظمت کا ثبوت دیا ہے اور ان تقاضوں پر پورے اترے ہیں جو ان سے کئے گئے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ سب کے سب انقلاب کے پرستار تھے اور اس کے لئے مرنے پر تیار تھے۔ ان میں ڈھلمل یقین ، ناراض ، جاہ ومنصب کے خواہاں ، حتی کہ غدار لوگ بھی کافی تھے۔ لیکن ان کی غالب اکثریت اور بلاشبہ تقریباً تمام قوتور ، جاندار اور مجاہد لوگ انقلاب کے وفادار ، بہادر خالق اور محافظ تھے۔

چاہے وہ زندگی کی ساری صفات کے مالک نہ رہے ہوں لیکن ان میں انقلاب کرنے کی ضروری صفات : استقلال ، استحکام ، تحمل ، اپنے مقصد سے خلوص اور اس کے لئے قربانی دینے پر مستعدی اور نئے خیالات اور ہنروں کو اپنانے کی صفات ضرور موجود تھیں۔ ان میں ہم ایک اور صفت کا اضافہ کرتے ہیں جس کو عام طور پر انقلابی نہیں شمار کیا جاتا یا آزادی کے مجاہدوں سے منسوب نہیں کیا جاتا — وہ ہے صبر۔

لیکن بدقسمتی سے انقلاب کے جذبے سے ، اس کے شاندار ، طوفانی اور خون کو کھولا دینےوالے واقعات کے غلبے سے ہم اس کے خاموش ، غیر ڈرامائی اور تکلیفدہ پہلوؤں کو بھول جاتے ہیں۔ شاندار واقعات ، اسمولنی * کے مناظر اور سرمامحل پر دھاوا جیسے واقعات

---

* اسمولنی — لینن گراد (جوپہلے پیٹرس بورگ اور پیٹروگراد کہلاتا

دوسری تصویروں کو چھپا لیتے ھیں مثلاً سنسان، طویل، اندھیرے اور بے کیف گھنٹوں میں پھٹے پرانے لباس میں پیٹروگراد کی سڑکوں پر مزدوروں کا پہرہ دینا، جولائی کے واقعات * کے بعد لینن کا ایک جھونپڑی میں پوشیدہ رھنا یا جلاوطنی کی حالت میں فن‌لینڈ میں انتظار کرنا اور بالشویک لیڈروں کا جیل میں بند ھونا۔

۱۹۱۷ء میں اکتوبر کے دنوں کے بعد لوگ دیکھ رھے تھے کہ ایندھن اور روٹی کا راشن کم ھوتا جا رھا ھے اور انقلاب نے جس خوش‌حالی کا وعدہ کیا تھا اسمیں ماہ‌بماہ التوا ھو رھا ھے۔ صبر کے سخت امتحانات — سردی، بھوک، خون خرابہ، پسینہ اور آنسو — یہ

تھا) کی ایک عمارت جس میں ۱۹۱۷ء تک زنانی تعلیم‌گاہ تھی۔ اگست ۱۹۱۷ء میں پیٹروگراد کی سوویت اور مزدوروں اور سپاھیوں کے نائبین کی سوویتوں کی کل روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی نے اس کو اپنا صدر مقام بنا لیا۔ کل‌روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے بالشویک گروپ کا بھی صدر مقام یہیں تھا۔ اسمولنی ھی پیٹروگراد کی سوویت کی فوجی انقلابی کمیٹی کا بھی صدر مقام بنا جس نے لینن کی ہدایات کے مطابق پیٹروگراد میں اکتوبر کی مسلح بغاوت کی براہ‌راست رھنمائی کی۔

* پیٹروگراد کے ۳ و ۴ جولائی ۱۹۱۷ء کے واقعات نے روس میں زبردست سیاسی بحران کا انکشاف کیا۔ ان دنوں محنت‌کش لوگوں کا ایک زبردست مظاھرہ ھوا جس نے یہ مطالبہ کیا کہ ملک میں سوویتوں کو مکمل اقتدار حاصل ھونا چاھئے اور منصفانہ معاھدہ امن کر لینا چاھئے۔ عارضی حکومت کے حکم سے اس پر گولیاں چلائی گئیں۔ سارے ملک میں رجعت کا دور دورہ تھا۔ انقلاب‌دشمن عارضی حکومت نے اقتدار پر پورا قبضہ جما لیا۔ مینشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کی پیٹی بورژوا پارٹیوں نے عارضی حکومت کی پالیسی کی غلامانہ پیروی کر کے انقلاب کے پرامن فروغ کو ناممکن بنا دیا۔

بالشویک پارٹی نے ایسی مسلح بغاوت کی تیاری شروع کر دی جو عارضی حکومت کا تختہ الٹ کر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ قائم کر سکے یعنی ریاستی اقتدار اپنے ھاتھ میں لے سکے۔

تھی ۱۹۱۷ء کے انقلابیوں کی تقدیر ۔ لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود ہمیں ان پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یقیناً ان کو اپنے اوپر افسوس نہیں تھا ۔ وولودارسکی * جیسے بہت سے لوگ انقلاب سے گہری آسودگی ، فخر اور مسرت کے جذبات حاصل کرتے تھے ۔ کروپسکایا ** نے کہا " صرف وہی جس نے انقلاب کو جھیلا ہے اس کی عظمت کو جان سکتا ہے " ۔

روسی لوگوں کے بارے میں لکھتے ہوئے میں ہمیشہ لینن کے بارے میں لکھتا رہا ہوں ۔ دماغ اور مزاج کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں کیونکہ لینن مجسمہ ہیں نمایاں روسی انسانی صفات اور کرداروں کا یعنی مظلوموں سے ہمدردی اور ظالم کے خلاف غم وغصہ اور حق کی پرجوش تلاش کا ۔ لینن میں یہ صفات بدرجۂ اتم ، انتہائی حدتک پائی جاتی ہیں اور ان کو " دانائے روزگار " کی صف تک بلند کرتی ہیں ۔ ان کو تقریباً ہر وہ غیرملکی " دانائے روزگار " (genius) کہتا ہے جو ان سے قریبی رابطہ رکھتا ہے اور ان کی شخصیت کے اثر کو محسوس کرتا ہے ۔

اس سلسلے میں امریکی ریمنڈ روبنس خاص طور سے نمایاں ہیں ۔ وہ تعلیم یافتہ ہیں اور الاسکا میں سونے کی حاصلات کیوجہ سے امیر آدمی ہو گئے ہیں ۔

لینن سے طویل گفتگو اور میل ملاپ کیوجہ سے روبنس لینن کی اتنی عزت کرنے لگے کہ امریکہ واپس جاکر انھوں نے اپنی فلوریڈا

---

* وولودارسکی (۱۹۱۸ء — ۱۸۹۱ء) — ۱۹۱۷ء سے کمیونسٹ پارٹی کا ممبر تھا اور اس نے اکتوبر انقلاب میں سرگرمی سے حصہ لیا ۔ وہ ایک مقبول عام ایجی ٹیشن کرنے والا تھا ۔ انقلاب کے بعد وہ پیٹروگراد میں پریس ، پروپیگنڈا اور ایجی ٹیشن کا کمیسار مقرر ہوا ۔ جون ۱۹۱۸ء میں انقلاب دشمنوں نے اس کو قتل کر دیا ۔

** کروپسکایا ، ن ۔ ک ۔ (۱۹۳۹ء — ۱۸۶۹ء) — لینن کی بیوی اور رفیق ، کمیونسٹ پارٹی کی ممتاز ممبر اور سوویت حکومت کی کارکن ۔

کی بڑی جاگیر میں ایک بلوط کا درخت لگایا اور اس کا نام ''شجر لینن'' رکھا۔ یہ درخت جتنا ہی بڑھتا گیا اتنا ہی لینن کے لئے ریمنڈ روبنس کے احترام اور قدر میں اضافہ ہوتا گیا۔ مذہبی ہونے کی حیثیت سے روبنس ہر اتوار کو اپنے دوستوں اور مزدوروں (سفید اور کالے دونوں) کے لئے مذہبی عبادت کا انتظام کرتے تھے۔ ان کے ان عبادتی جلسوں کی ابتدا چاہے جس طرح ہوتی تھی لیکن ان کا خاتمہ ہمیشہ لینن کی عقل و دانائی کے لئے زبردست خراج عقیدت سے ہوتا تھا۔ خوش قسمتی سے ان وعظوں یا خطبات کو ریکارڈ کر لیا گیا ہے۔

میری کتابوں کے پہلے مسودے ولادی‌واستوک میں واقع خلیج گولڈن هارن کے ایک جزیرے پر تیار کئے گئے تھے۔ میں وہاں پڑا ہوا تھا کیونکہ جاپانیوں نے مجھے جاپان سے ہوکر اپنے وطن امریکہ واپس جانیکا ویزا دینے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اچانک مداخلت کرنےوالوں نے ولادی‌واستوک پر قبضہ کر لیا اور انقلاب دشمن میرے کمرے میں درآئے۔ میرے مسودے تو ضایع ہو گئے لیکن بھلا ہو دوستوں کا جنھوں نے مجھے رات کو پناہ دی اور میری جان بچ گئی۔ امریکی قونصل نے مجھے ولادی‌واستوک سے روانہ کرنے میں عجلت کی۔

امریکہ کو واپسی کے ایک سال بعد دریائے هڈسن کے کنارے جنگل سے ڈھکی پہاڑیوں میں ایک بلند مقام پر جان ریڈ* کے چھوٹے سے بنگلے میں دوباره میں نے ان کتابوں کو لکھنا شروع کیا۔ میں عرق النسا کے شدید درد میں مبتلا تھا اور جان ریڈ ڈاکٹر کا رول ادا کرتے ہوئے میری دردزده ریڑھ اور پیر کو ایک چپٹی استری سے سینکتے تھے اور اپنے فطری مزاحیہ انداز میں کہا کرتے تھے ''اگر لینن ہم کو اس وقت دیکھیں!''

---

* جان ریڈ (۱۸۸۷ء — ۱۹۲۰ء) — امریکی صحافی جو ۱۹۱۷ء میں فوجی نامہ‌نگار کی حیثیت سے روس آیا۔ اس نے اکتوبر انقلاب کو لبیک کہا۔ بعد کو وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کمیونسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے ایک ہوا۔

امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں انقلاب کے بارے میں تقریروں اور بحث‌مباحثوں کے درمیان میں نے اپنی کتابیں لکھ کر ختم کر لیں۔ انکا ترجمہ بہت سی زبانوں میں ہوا اور برسبیل تذکرہ، نہ جانے کیوں جاپان میں وہ سب سے بڑی تعداد میں فروخت ہوئیں۔ سوائے چند غلطیوں کی اصلاح کے، یہ کتابیں یہاں اسی طرح دوبارہ چھاپی جا رہی ہیں جیسے کہ وہ لکھی گئی تھیں جب کہ انقلاب ذہن میں بالکل تازہ اور صاف تھا۔

۱۹۲۲ء میں جب میں دوبارہ روس آیا تو ان کتابوں کو اپنے ساتھ لایا۔ ان کو ولادیمیر ایلیچ کے پاس لےجانا آسان ہوتا جو اس وقت گورکی میں آرام کر رہے تھے۔ لیکن بیماری کے زمانے میں ان کو پریشان کرنے کے ایک عجیب خیال نے مجھے روکا۔ بہرحال، میں یہ کتابیں کروپسکایا کو دے سکتا تھا جو وہ غالباً لینن کو زور سے پڑھکر سناتیں اور ”روسی انقلاب میں‌عوام“ کے بارے میں ان کی تصدیق حاصل ہوجاتی۔ مجھے اس پر اکثر افسوس ہوتا ہے کہ میں نے لینن کو اس وقت اپنی کتابیں کیوں نہیں دیں جب وہ گورکی میں آرام کر رہے تھے۔

بہرحال، جولائی ۱۹۵۹ء میں گورکی کے دورے میں جب ہماری لائق گائڈ و۔ بوروِوا ہمیں لینن کی قیام‌گاہ کے کمرے دکھا رہی تھیں ہم اوپر کی منزل میں لینن کی لکھنے پڑھنے کی میز کے پاس پہنچے تو وہاں پمفلٹوں اور کتابوں کی ایک وسیع قطار میں جو شیشوں کے پیچھے محفوظ تھیں میں نے انگریزی زبان میں کپڑے کی جلدوالی اپنی کتاب ”لینن، ان کی شخصیت اور کام“ دیکھی۔ مجھے یہ دیکھ‌کر حیرت اور ساتھ ہی بڑی خوشی ہوئی کہ بہرحال لینن نے اپنی ناوقت موت سے پہلے میری کتاب دیکھی تھی۔

یہاں پارک سے گذرکر ہم لینن کی پسندیدہ جگہ تک پہنچے۔ یہ سفید ستونوں‌والا سائبان تھا جس سے درختوں سے ڈھکی‌وادی اور گورکی کا گاؤں دکھائی دیتا تھا۔ جب میں لینن کی نشست پر بیٹھا تو میرے دماغ میں لینن کا وہ جملہ کوند گیا (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے) جو انھوں نے ۸ نومبر کی رات کو اسمولنی میں کہا تھا۔ وہ اس صدی کا

بہت ہی اہم اور عصر ساز جملہ تھا۔ جب وہ پلیٹ فارم پر آئے تو ان کا طوفانی تالیوں سے خیرمقدم کیا گیا۔ انھوں نے خاموشی کے لئے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا ”رفیقو! اب ہم کو روس میں پرولتاری سوشلسٹ ریاست کی تعمیر میں لگ جانا چاہئے۔“

اسکو سادہ اور صاف طور پر پیش کیا گیا اور ممکن ہے کہ اس پر جوش اجتماع کے چند ہی لوگوں نے ان الفاظ کے معانی کی پوری اہمیت سمجھی ہو۔ لیکن جان ریڈ نے جو میرے قریب بیٹھے تھے اور ہمیشہ بنیادی اور ڈرامائی باتوں کے لئے چوکنا رہتے تھے جلدی سے اس جملے کو اپنی نوٹ بک میں لکھ کر اس کو نمایاں طور پر خط کشیدہ کر دیا۔ انھوں نے بجا طور پر دیکھا کہ اس جملے میں دنیا کو ہلا دینے کے لئے کافی ڈائنامائٹ موجود ہے اور ہم اسمیں یہ اضافہ کر سکتے ھیں کہ اس جملے میں آج تک دنیا کو ہلا دینے کے لئے کافی ڈائنامائٹ موجود ہے۔

اس جملے نے اعلان کیا کہ سوشلسٹ نظام جس کے لئے پوری پوری نسلوں نے مصیبتیں برداشت کیں، جدوجہد کی اور اپنی جانیں قربان کیں اب کرۂ ارض کے چھٹے حصے پر آباد سارے لوگوں کا حقیقی مقصد بن گیا ہے۔

یہ واقعی ہر دور اور ہر ملک کے لئے بڑی ذمے داری کا کام تھا اور پسماندہ اور برباد روس میں تو یہ بے حد دلیری کی بات تھی۔ ہر جگہ بھوک اور سردی، بیماری اور توڑ پھوڑ پھیلے ہوئے تھے۔ فوج تتربتر ہو رہی تھی۔ جرمن بڑھے آرہے تھے۔ ٹرانسپورٹ مفلوج تھا، فیکٹریاں بند پڑی تھیں۔ ان سب اور بہت سے دوسرے سنگین مسائل کے اوپر نئی حکومت کے سامنے ان سے کہیں زیادہ بنیادی اور زبردست فریضہ تھا یعنی بالکل نئی بنیادوں پر نئے سماج کی تعمیر۔

لیکن یہ واقعہ کتنا لاجواب ہے کہ اس افراتفری کے درمیان لینن اور سوویتوں نے اس طرح تن من سے اپنے کو امن، انصاف اور سب کے لئے افراط لانے والے معاشرے کی تخلیق کے لئے وقف کر دیا۔

لیکن یہ واقعہ بھی کچھ کم لاجواب نہیں ہے کہ سوویتیں ، ان تمام برسوں کے دوران اپنی ذمےداریوں میں اٹل رہی ہیں - زیادہ‌تر انقلابوں اور بڑی بڑی تحریکوں پر وقت گذرنے کے ساتھ تھکن طاری ہوجاتی ہے اور وہ اپنی تیزرفتار کھو بیٹھتے ہیں اور جس طرح پرچموں پر ان کے نعرے دھندلے پڑ جاتے ہیں اسی طرح وہ نئی نسل کے دل و دماغ میں بھی دھندلے ہو جاتے ہیں -

بہرحال اکتوبر انقلاب ، تمام آزمائشوں اور قربانیوں کے باوجود ، سمجھوتہ کرنے کی ساری ترغیبوں کے باوجود ، تمام ڈھلمل یقین ، توڑ پھوڑ کرنےوالے اور غدار لوگوں کے باوجود اپنی اعلان کی ہوئی منزل یعنی کمیونزم کی تعمیر کی طرف پیش قدمی سے کبھی نہیں ٹلا ہے -

آج کا سوویت یونین اپنی تمام خوشحالی اور سہولتوں کے باوجود اس پہلے اکتوبر کے جرأت‌آمیز اور پرجوش دنوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہوا ہے - اب بھی اکتوبر انقلاب نئے طریقوں ، ذرائع اور حکمت عملی سے لیکن زیادہ تر ۱۹۱۷ء کے جذبات اور جوش کے ساتھ کار فرما ہے - سوویت لوگوں نے آج بھی ساری دنیا کے لوگوں کے لئے امن کو اپنے پروگرام میں اسی طرح سر فہرست جگہ دی ہے جیسے وزیراعظم لینن نے انقلاب کے پہلے دنوں کیا تھا - فولاد ، برقی قوت ، مویشی‌پالن اور تعلیم وغیرہ کے مختلف محاذوں سے کامیابیوں کی پرجوش خبریں اسی طرح آج آرہی ہیں جیسی کہ اس زمانے میں دینیکین اور کولچاک کے جنگی محاذوں سے آتی تھیں - وسیع ملک کے سارے وسائل کو طاقتور کمیونسٹ پارٹی کی قیادت کے تحت بروئےکار لایا جا رہا ہے جو انہیں مقاصد کی اب تک وفادار ہے جنکی تکمیل کی ذمےداری اس نے پہلے اکتوبر میں لی تھی یعنی امن ، انصاف اور افراطوالے اچھے معاشرے کی تکمیل ، کمیونزم کی تعمیر -

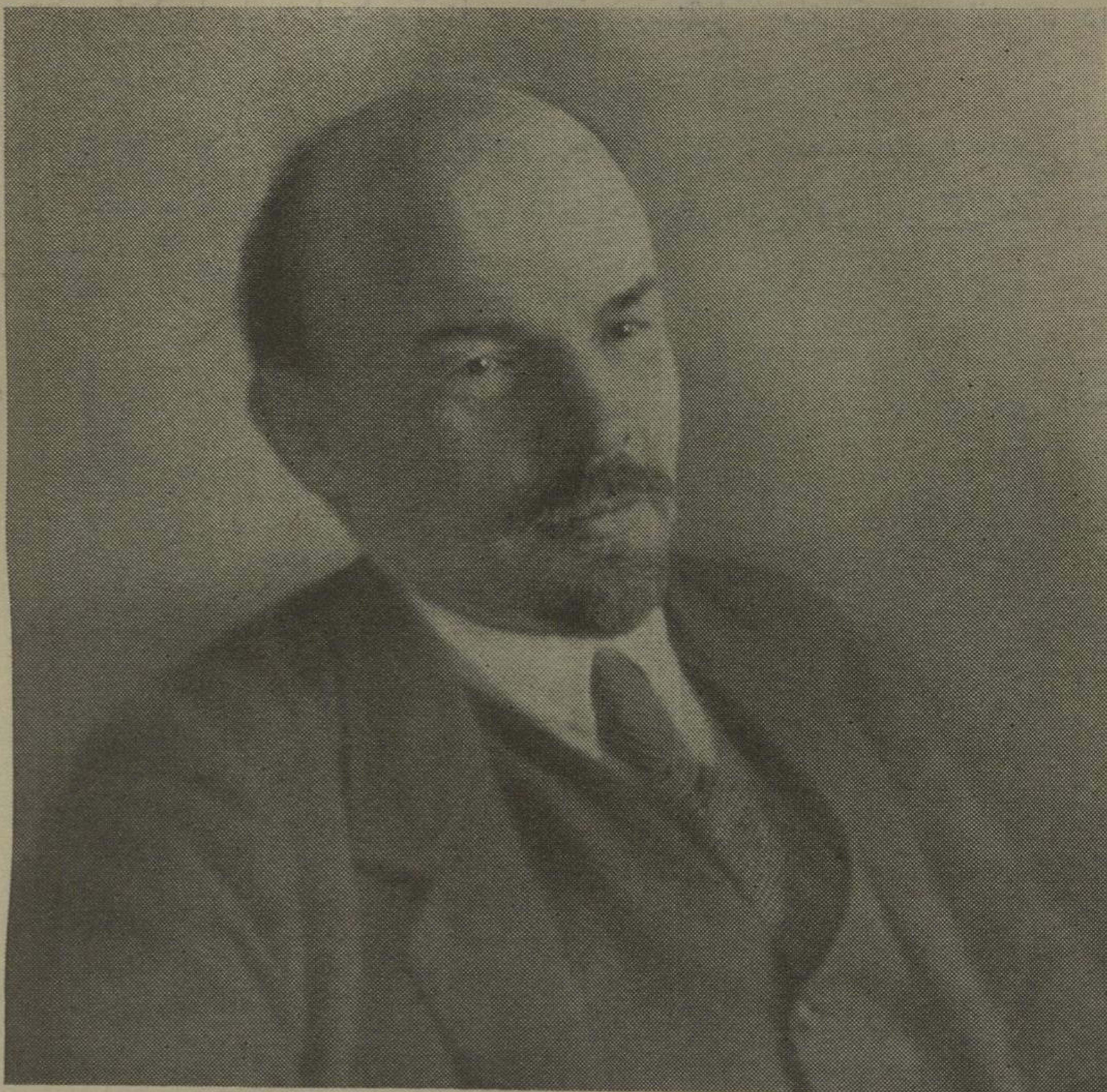
لیکن اب اور تب کے درمیان ایک فرق ضرور ہے اور وہ بھی کافی بڑا -

اس وقت تو کمیونزم کے آنےوالے معاشرے کا خاکہ تک نہ تھا -

وہ محض ایک امید ، ایک تمنا ، کوئی مستقبل بعید کی چیز تھی ، دور افق پر۔

آج یہ ایک سچی اور ٹھوس حقیقت ہے۔ سوشلسٹ ڈھانچے میں اس کی مضبوط اور گہری بنیادیں ڈالی جا چکی ہیں اور اس کے خط و خال صاف نظر آ رہے ہیں۔

۱۹۵۹ء   البرٹ ریس ولیمس



ولادیمیر ایلیچ لینن (۱۹۱۷ء)

لینن،
اُن کی شخصیّت
اور کام

دیباچہ

لینن کے بارے میں طرح طرح کے قصے

دنیا اس شخص کے بارے میں بہت کم جانتی ہے جو دو سال سے روس کا وزیراعظم ہے۔ لندن ”ٹائمس،، کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ لینن کی فطری کم گوئی اور تنہاپسندی ہے۔ ”اگر لینن عام انگریز کو سرخ قمیص اور اونچے جوتوں والے قزاق سردار معلوم ہوتے ہیں تو اس کے لئے وہ خود ہی قابل الزام ہے۔،،

لیکن اس کا الزام مشکل سے لینن پر آتا ہے۔ اسمیں ناکہ بندی اور برطانوی سنسرشپ کا بھی کافی حصہ ہے۔ انھوں نے روس کو باقی دنیا سے بالکل کاٹ دیا ہے۔ حتی کہ ایسوسی ایٹڈ پریس بھی اس سنسرشپ کو نہیں توڑسکا۔ اس کو انقلابی رجحانات رکھنے کا ملزم تو کبھی نہیں ٹھہرایا گیا لیکن اس کے اعتدال پسند تاروں کو زیادہ تر برطانیہ نے امریکی عوام کے لئے خطرناک خیال کیا۔ برطانوی حکومت نے ہر اس واقعہ کو خطرناک گردانا جو سوویت حکومت یا اس کے وزیراعظم کو پسندیدہ روشنی میں پیش کرتا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لینن کے بارے میں سچے واقعات کے بجائے پیرس، لندن، اسٹاک ہوم، کوپین ہیگن میں ”خصوصی نامہ نگاروں،، نے پبلک کے سامنے طرح طرح کی خیالی باتیں اور داستانیں پیش کیں۔ صبح کے اخباری تار میں لینن کو سائبیریا میں ایک بکتر بند ٹرین سے چھلانگ لگاکر دشمن کے پنجے سے بال بال بچتے دکھایا جاتا ہے تو سہ پہر کے تار میں لینن کو ماسکو کے جیل کی سلاخوں سے جھانکتے ہوئے بتایا جاتا ہے جہاں خوفناک تروتسکی نے ان کو بند کر کے زنجیروں سے باندھ دیا ہے۔ تیسرے تار میں اس سنسنی خیز خبر سے بھی سبقت لے جانے کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ لینن بڑی بےفکری کے ساتھ بغل میں پورٹ فولیو دبائے ایک ہسپانوی اسٹیمر سے بارسیلونا

میں اترے۔ انفرادی طور پر نامہ‌نگاروں نے بڑی جدت‌پسندی کا مظاہرہ کیا ھے لیکن اجتماعی طور پر وہ متحدہ کام سے عاری اور اسی وجہ سے ناکام ھیں۔ انھوں نے بہت مبالغہ سے کام لیا ھے۔ چند گھنٹوں میں سائبیریا سے ماسکو اور پھر اسپین پہنچنا انسانی قوت سے باھر ھے۔ لینن کی برائیاں کرنے والوں نے ان کو ھمہ جائی‌بنا دیا۔

اس سے پہلے یہ لوگ لینن کو دیوتا کی ایک اور صفت، قدرت کاملہ‌عطا کر چکے ھیں کیونکہ انھوں نے کہا کہ لینن نے اپنی ٹولی کی مدد سے سوویتیں منظم کیں اور ان سوویتوں کے ذریعہ ڈیڑھ کروڑ فوجیوں میں زھر پھیلاکر فوج کو تتربتر کر دیا۔ پھر ان کی چھوٹی سی ٹولی نے عارضی حکومت * کا تختہ الٹ دیا اور ۱۶ کروڑ لوگوں پر مشتمل قوم کی نکیل تھام کر اس کو بریست کے معاھدے تک لائی اور اس پر دستخط کرا لئے۔ یہ طاقت تو انسان کی نہیں کسی فوق البشر کی ھے۔

معلوم ھوتا ھے کہ لینن عالم کل بھی تھے۔ اس کے بارے میں ایک گروہ کی اس غم‌بھری درخواست میں بڑھ چڑھکر اشارہ کیا گیا ھے کہ پرینکیپو ** نہ جایا جائے۔ ”ھم لینن سے نہیں مل سکتے۔ یہ بالشویک بڑے چالاک بدمعاش ھیں۔ وہ سیاست اور معاشیات کے بارے میں سب کچھ جانتے ھیں۔ وہ ھماری زبان بند کر سکتے ھیں“۔ اور آخر میں لینن لافانی بھی تھے۔ دسیوں بار ان پر گولی چلائی

---

* عارضی حکومت روس میں ۲ مارچ سے ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء تک رھی۔ اس کی پالیسی انقلاب دشمن اور سامراجی تھی اور پیٹروگراد کی فاتحانہ مسلح بغاوت کے ذریعہ اس کا تختہ الٹ دیا گیا۔

** ۱۹۱۹ء میں برطانوی اور امریکی لیڈروں نے، اپنے مقاصد کے لئے جزائر پرنسیز (بحیرۂ مرمر) پر سوویت حکومت اور تمام سفیدگارڈوں کی حکومتوں کی جو سابق روسی سلطنت کے علاقے میں بن گئی تھیں ایک کانفرنس بلانے کی تجویز کی۔ سوویت حکومت نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے اس کانفرنس میں شرکت پر رضامندی کا اظہار کیا۔ یہ کانفرنس سامراجی طاقتوں اور سفید گارڈوں کیوجہ سے نہ ھوسکی۔

گئی لیکن وہ زندہ رہے۔ اگر مستقبل میں لینن کے مداح ان کو دیوتا ثابت کرنا چاہیں گے تو ان کو پچھلے دو سال* کے اخباروں میں کافی مواد مل جائیگا۔

خود ہماری حکومت نے سرکاری حماقت کے ''کلاسیکی،، نمونوں کو شایع کرکے جو سیسون دستاویزات** کہلاتے ہیں لینن کے گرد دھند کو اور گہرا کر دیا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش مجنونانہ تھی کہ یونکرازم (Junkerism) کا انتہائی سخت دشمن، وہ شخص جو سامراج کے خلاف جنگ میں کبھی پیچھے نہیں ہٹا درحقیقت یونکرازم اور سامراج کا بڑا حامی اور قیصر جرمنی کا بھاڑے کا ٹٹو تھا۔

اس کے بعد اور بہت سے قصے پھیلائے گئے جنکا مقصد لینن کو انسانیت کے خلاف شقی القلب ہستی، بورژوازی کے خون کا پیاسا اور انسانی مصیبت اور تکالیف کی طرف سے سخت دل ثابت کرنا تھا۔ ایک طرف بھوک سے تلملائے ہوئے روسیوں کی تصویرکشی یوں کی جاتی تھی کہ وہ سڑک پر کسی مردہ گھوڑے یا کتے کی لاش پر چاقو لیکر پل پڑتے ہیں اور بھاپ نکلتا ہوا گوشت اٹھالے جاتے ہیں اور دوسری طرف لینن کو منگولیائی بادشاہ کی طرح پیش کیا جاتا تھا جو کریملن میں اپنے چینی بھاڑے کے ٹٹوؤں سے گھراہوا ایشیائی شان‌وشوکت کی زندگی بسر کر رہا ہے اور صرف اس کے پھلوں کا بل روزانہ دو ہزار روبل ہوتا ہے!

جب ناکہ‌بندی سے چھن کر کچھ حقائق باہر جانے لگے تو یہ

---

* ۱۹۱۷ء اور ۱۹۱۸ء۔

** سیسون دستاویزات سوویت دشمن جعلی تحریروں کا مجموعہ تھا جس کو ایڈگر سیسون نے شایع کیا تھا جو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پبلک اطلاعات کی کمیٹی کے غیرملکی شعبے کا نائب صدر تھا۔ اکتوبر انقلاب کے بعد سیسون پیٹروگراد آیا اور سوویت حکومت کے خلاف پروپیگنڈا اور جاسوسی کی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پبلک اطلاعات کی کمیٹی کی روسی شاخ کا سربراہ ہو گیا (دیکھئے صفحہ ۲۲۱ کا نوٹ)۔ سوویت دشمن جعلی تحریروں کی اشاعت کے لئے اس نے کافی بری شہرت حاصل کی۔

قصے ان لوگوں کے لئے بھی ناقابل یقین بن گئے جو ہر بات کو جلدی سے قبول کر لیتے ھیں اور ان کو ترک کرنا پڑا۔

اب میں لینن کے متعلق انوکھی خامیوں سے موجودہ کتاب کی خامیوں کی طرف آتا ھوں۔ یہ کتاب مکمل نہیں ھے۔ اسمیں لینن اور ان کے کام کا مکمل جائزہ لینے کا دعوی نہیں کیا گیا ھے۔ یہ تو صرف تاریخ کو پیش نظر رکھ کر کیا جاسکتا ھے اور لینن تو ابھی تاریخ کی تخلیق کر رھے ھیں۔ لیکن اس کتاب میں لینن اور ان کے کام کی جو جھلک دکھائی گئی ھے، میں امید کرتا ھوں کہ وہ دلچسپی اور اھمیت سے عاری نہیں ھے۔

اسمیں لینن کو میدان عمل میں، انقلاب کے بھنور میں زوروں کے ساتھ کام کرتے ھوئے دکھایا گیا ھے۔ اسمیں ان تین غیرملکیوں کے تاثرات پیش کئے گئے ھیں جو لینن سے ان کے قریبی تعلقات کا نتیجہ تھے۔ یہ لوگ لینن کے بارے میں دوسرے لکھنے والوں کے مقابلے میں یہی برتری رکھتے ھیں۔ تقریباً وہ تمام مصنف جنکا ذکر اوپر کیا جا چکا ھے نہ تو لینن سے کبھی ملے تھے، نہ ان کی تقریریں سنی تھیں اور نہ ان کو کبھی دیکھا تھا۔ وہ لینن سے ھزاروں میل کی دوری پر تھے۔ انھوں نے اپنے قصوں کا بڑا حصہ افواھوں، پرواز خیال اور محض مصنوعی باتوں سے ھی تیار کیا ھے۔

جہاں تک میرا تعلق ھے میں امریکہ سے سوشلسٹ کی حیثیت سے لینن کے پاس آیا۔ میں نے ان کے ساتھ ایک ھی ٹرین پر سفر کیا، ایک ھی پلیٹ فارم سے تقریر کی اور دو مہینے تک ماسکو کے "نیشنل" ھوٹل میں ان کے ساتھ رھا۔ میں اس کتاب میں ان بہت سی ملاقاتوں کا ذکر کررھا ھوں جو میری لینن سے انقلاب کے دوران ھوئیں۔

لینن کے ساتھ دس مہینے

لینن کے نوجوان پیرو

میں نے پہلے لینن کو مجسم نہیں بلکه پانچ نوجوان مزدوروں کے خیالات وجذبات کے ذریعه جانا۔ یه ان جلاوطنوں کے زبردست سیلاب کا ایک حصه تھے جو ۱۹۱۷ء کی گرمیوں میں پیٹروگراد کی طرف واپس ہوکر بہه رہا تھا۔

ان کے جوش اور عقل ودانش کےساتھ انگریزی زبان کی واقفیت کی وجه سے ہم امریکی ان کی طرف کھنچے۔ انھوں نے ہمیں جلد ہی بتادیا که وه بالشویک ہیں۔ لیکن ایک امریکی نے کہا ”وه ایسے معلوم تو نہیں ہوتے“۔ کافی دیر تک اسے یقین نہیں آیا کیونکه اس نے اخبار میں بالشویکوں کے بارے میں پڑھکر ان کا تصور داڑھی والے، جاہل، کاہل اور غنڈے لوگوں کی حیثیت سے کیا تھا اور یه داڑھی صاف، خلاق، پرمذاق، ملنسار اور چاق وچوبند لوگ تھے۔ وه ذمے داری

سے نہیں ڈرتے تھے ، موت سے نہیں ڈرتے تھے اور سب سے حیرت کی بات تو یہ تھی (جس کا یقین ہمیں روس میں آ کر ہوا) کہ وہ کام کرنے سے نہیں ڈرتے تھے - اسی طرح کے لوگ بالشویک تھے -

ووسکوف نیویارک سے آیا تھا جہاں وہ بڑھئیوں کی ٹریڈیونین تنظیم نمبر ۱۰۰۸ کا سکریٹری تھا - یانیشیف جو ایک دیہاتی پادری کا بیٹا تھا مشین مستری تھا اور اس کے جسم پر دنیا بھر کی کانوں اور ملوں میں کام کرنے کے نشانات تھے - نیئبوت کاریگر تھا اور ہمیشہ کتابوں کا پلندہ ساتھ رکھتا تھا اور اپنی کسی نہ کسی دریافت کے بارے میں جوش سے بھرا رہتا تھا - وولودارسکی نے جو دن ورات انتھک کام کرتا تھا اپنے قتل سے چند ہفتے پہلے مجھسے کہا تھا : "ارے کیا ہوا اگر مجھے قتل کردیا جائے ، پچھلے چھ مہینے کے کام سے مجھے اتنی زیادہ خوشی ملی ھے جو پانچ آدمیوں کو اپنی پوری زندگی میں بھی نہ ملی ہوگی - " پیٹرس فورسین تھا جس کو بعد میں اخباروں میں ایک ایسے خونی جلاد کی حیثیت سے پیش کیا گیا جو سزائے موت کے اتنے احکام پر دستخط کرتا تھا کہ اس کی انگلیاں قلم پکڑنے سے معذور ہوجاتی تھیں - وہ اپنے انگریزی گلابوں کے چمن کے لئے اور نیکراسوف* کی نظموں پر آہیں بھرتا تھا -

ان لوگوں نے پرسکون طور پر ہمیں اس کا یقین دلایا کہ دماغ اور کردار میں لینن نہ صرف تمام بالشویکوں میں بلکہ روس ، یورپ اور ساری دنیا میں ہر ایک سے بلند ہیں -

ہمارے لئے ان لوگوں کی باتیں انوکھی تھیں کیونکہ ہم روزانہ لینن کے بارے میں اخباروں میں یہ پڑھتے تھے کہ وہ جرمن ایجنٹ ہیں اور برابر بورژوازی کے یہ اعلانات سنتے تھے کہ لینن غدار اور بے عقل ہیں - یہ تو کٹر لوگوں کی من گڑھی داستان لگتی تھی - لیکن یہ لوگ نہ تو احمق تھے اور نہ جذباتی - دنیا بھر کی خاک چھان کر یہ باتیں ان کے اندر سے نکل چکی تھیں - یہ لوگ ہیروؤں کی پرستش کرنے والے بھی نہیں تھے - روزافزوں بالشویک تحریک جذبات و جوش

---

* نیکراسوف ، نکولائی (۱۸۷۷ء — ۱۸۲۱ء) — عظیم روسی شاعر اور انقلابی ڈیموکریٹ -

سے بھری ہوئی تھی لیکن وہ سائنسی اور حقیقت پسند بھی تھی۔ اس کو ہیرو پوجا سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ لیکن یہاں یہ پانچ بالشویک تھے جو کہہ رہے تھے کہ ایک روسی جس کا نام نکولائی لینن تھا اور جس کے پیچھے عارضی حکومت پڑی ہوئی تھی بہت ہی دیانتدار اور عقلمند انسان تھا۔

ان جوشیلے جوانوں سے جتنی زیادہ ہماری ملاقاتیں ہوتی گئیں اتنا ہی ہمیں اس شخص سے ملنے کا اشتیاق زیادہ ہوتا گیا جس کو یہ لوگ اپنا ہادی کہتے تھے۔ کیا وہ ہم کو اس کی پناہ گاہ تک نہیں لےجا سکتے تھے؟

"تھوڑا اور انتظار کیجئے" وہ ہنس کر جواب دیتے "پھر آپ خود ان کو دیکھینگے۔"

ہم بڑی بےصبری کےساتھ ۱۹۱۷ء کی گرمیوں اور خزاں میں اس کا انتظار کرتے اور یہ دیکھتے رہے کہ کیرینسکی کی حکومت دن‌بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ ۷ نومبر کو بالشویکوں نے اس کی موت کا اعلان کرنے کےساتھ ہی روس کے سوویتوں کی ریپبلک ہونے اور لینن کا اس کے وزیراعظم ہونے کا بھی اعلان کردیا۔

لینن کے بارے میں پہلے تاثرات

اس وقت جبکہ گاتے ہوئے مزدوروں اور سپاہیوں کے ایک پرجوش مجمع سے جو اپنے انقلاب کی فتح سے پھولا نہیں سماتا تھا اسمولنی کا ہال کھچا کھچ بھرا تھا، جبکہ "اورورا" جہاز کی توپیں پرانے نظام کی موت اور نئے نظام کے جنم کا اعلان کررہی تھیں لینن سکون کےساتھ پلیٹ‌فارم پر آئے اور صدر نے اعلان کیا "اب کامریڈ لینن کانگرس کے سامنے تقریر کریں گے۔"

ہم نے اپنی ساری توجہ یہ دیکھنے پر مرکوز کردی کہ آیا وہ ہماری توقعات کے مطابق ہیں لیکن رپورٹروں کی میز کے پاس ہماری نشستوں سے پہلے وہ دکھائی نہیں دئے۔ زوردار آوازوں، تالیوں، سیٹیوں اور پیروں کی دھمک کےساتھ انھوں نے پلیٹ‌فارم کو پار کیا اور مقرر کی ڈائس تک گئے جو ہم سے کوئی تیس فیٹ کے فاصلہ پر

تھا۔ اب ہم نے ان کو اچھی طرح دیکھا اور ہمارے دل بیٹھ گئے۔

وہ اس کے بالکل برعکس تھے جیسا کہ ہم نے تصور کیا تھا۔ وہ بجائے لحیم شحیم اور متاثر کن ہونے کے پستہ قد اور گٹھے بدن کے تھے۔ ان کی داڑھی اور بال بھدے اور الجھے ہوئے تھے۔

تالیوں کے طوفان کے خاتمے کا انتظار کرکے انھوں نے کہا ”رفیقو، اب ہمیں روس میں پرولتاری سوشلسٹ ریاست کی تعمیر میں لگ جانا چاہئے۔“ اور پھر انھوں نے اس سوال پر غیرجذباتی طور سے کاروباری بحث شروع کردی۔ بغلوں کے پاس اپنی واسکٹ میں انگوٹھے ڈالے ہوئے وہ اپنی ایڑیوں پر زور دیکر آگے پیچھے جھول سے رہے تھے۔ ایک گھنٹے تک ہم ان کی تقریر سنتے اور یہ کوشش کرتے رہے کہ ہم ان کی وہ پنہاں مقناطیسی صفات دیکھ سکیں جن کی وجہ سے ان آزاد، نوجوان اور مضبوط لوگوں پر ان کا اتنا زبردست اثر تھا۔

ہمیں ناامیدی ہوئی۔ بالشویک اپنی ہمت وجرأت سے ہمارے خیالات پر چھا گئے تھے اور ہم ان کے لیڈر کو بھی اسی طرح کا تصور کرتے تھے۔ ہم چاہتے کہ اس پارٹی کا سربراہ ہمارے سامنے اس طرح آئے کہ وہ ان صفات کا مجسمہ، پوری تحریک کا نمونہ اور بالاترین بالشویک ہو۔ اس کے بجائے وہ مینشویک معلوم ہوتا تھا اور وہ بھی بہت معمولی۔

”اگر ان کی تراش خراش ذرا اچھی ہوتی تو آپ ان کو کسی چھوٹے فرانسیسی شہر کا بورژوا میئر یا بینکر سمجھ سکتے ہیں“، مجھ سے انگریز نامہ‌نگار جولیس ویسٹ نے چپکے سے کہا۔

”ہاں، ایسے بڑے کام کے لئے ایسا چھوٹا آدمی“، اس کے ساتھی نے بات کو کھینچتے ہوئے کہا۔

ہم جانتے تھے کہ وہ بوجھ کتنا بڑا تھا جو بالشویکوں نے اپنے کاندھوں پر لیا تھا۔ کیا وہ اس کو لے جا سکیں گے؟ ابتدا میں ان کا لیڈر ہمیں مضبوط آدمی نہیں معلوم ہوا۔

یہ تھا پہلا تاثر۔ لیکن اس پہلے مخالف اندازے سے شروع کرکے میں نے چھ مہینے بعد اپنے کو وسکوف، نیئبوت، پیٹرس، وولوداسکی اور یانیشیف کے ساتھ پایا جن کے لئے یورپ میں اعلیٰ‌ترین انسان اور سیاسی کارکن نکولائی لینن تھے۔

لینن نے ریاستی زندگی میں فولادی ضابطہ رائج کیا

۹ نومبر کو میں نے سرخ گارڈوں* کے ساتھ جانے کا اجازت نامہ حاصل کرنا چاہا جو ہر طرف کزاکوں اور انقلاب دشمنوں سے لڑنے کے لئے جا رہے تھے - میں نے اپنے تعارفی کاغذات لینن کو دکھائے جن پر ہیلکویٹ** اور ہیوسمانس*** کے دستخط تھے - میرے خیال میں یہ بہت ہی مرعوب کن کاغذات تھے - لینن کا خیال ایسا نہ تھا - انھوں نے مختصر سے ''نہیں،، کے بعد ان کو اس طرح واپس کردیا جیسے وہ کسی بورژوا خیراتی تنظیم کے بھیجے ہوئے ہوں -

یہ معمولی سا واقعہ تھا لیکن یہ دکھاتا تھا کہ اب پرولتاری سوویتوں میں ایک نیا اور سخت ضابطے کا رویہ پیدا ہو رہا تھا - ابھی تک عام لوگ بڑی بےتکلفی اور خوش‌مزاجی سے کام لے رہے تھے جو خود ان کے لئے مضرت‌رساں تھیں - لینن جانتے تھے کہ صرف مستحکم اور سخت اقدام ہی انقلاب کو محفوظ رکھ سکتا ہے جس پر قحط، جنگی حملہ اور رجعت‌پرستی دھاوا بولے ہوئے تھے - اسی‌لئے بالشویکوں نے بلا جھجھکے ہوئے اقدامات کئے جبکہ ان کے دشمن ان پر حملہ کرنے کے لئے لعن طعن کے اسلحہ‌خانے سے چنیدہ دشناموں کا انتخاب کر رہے تھے - بورژوازی کے لئے لینن سخت اور بےرحم تھے - اس دور میں بورژوا لوگ انکا ذکر وزیراعظم لینن کہہ کر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو ''جلاد لینن،، اور ''ڈکٹیٹر لینن،، کے ناموں سے موسوم کرتے

---

* مزدوروں پر مشتمل سرخ گارڈ کے دستے ۱۹۰۵ء - ۰۷ کے پہلے روسی انقلاب میں ظہور میں آئے - ۱۹۱۷ء کے آخر اور ۱۹۱۸ء کی ابتدا میں ان دستوں نے بالشویکوں کی رہنمائی میں انقلاب دشمنوں کے خلاف جدوجہد میں زبردست رول ادا کیا - اگست ۱۹۱۸ء کے آخر میں ان کو سرخ فوج میں شامل کر لیا گیا -

** ہیلکویٹ — ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سوشلسٹ پارٹی کا لیڈر، دوسری انٹرنیشنل کا کارکن اور اصلاح پرست -

*** ہیوسمانس — بلجیم کا سوشلسٹ اور دوسری انٹرنیشنل کا سرگرم کارکن -

تھے اور دائیں بازووالے سوشلسٹ کہتے تھے کہ رومانوف زار ، نکولائی دوم کی جگہ نئے زار نکولائی لینن نے لےلی ھے اور مذاق اڑاتے ہوئے نعرہ لگاتے تھے '' ہمارا نیا زار نکولائی سوم زندہ باد ! ،،

انھوں نےایک کسان کے تمسخرآمیز واقعہ کو بخوشی ھتیا لیا۔ یہ وہ رات تھی جب کسان نائبین کی سوویت نئی سوویت حکومت کی حمایت میں بڑی محبت کے ساتھ اسمولنی کے ھالوں میں جشن منا رہی تھی۔ دانش‌ور دیہات کی طرف سے بول چکے تھے اور اب یہ مطالبہ تھا کہ دیہات خود اپنے لئے کچھ کہے۔ ایک بوڑھا کسانوں کا لبادہ پہنے پلیٹ‌فارم پر آیا۔ سفید داڑھی کے بیچ سے اس کا گلابی چہرہ جھانک رہا تھا ، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور اس نے دیہاتی بولی میں کہا :

'' رفیقو ، آج رات کو جب ہم یہاں اپنے پرچم لہراتے اور باجے بجاتے ہوئےآئے تو میں کتنا خوش تھا۔ میرے تو پیر زمین پر نہیں پڑ رہے تھے ، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ھوا میں پرواز کررھا ہوں۔ میں تو ایک جاھل آدمی ہوں اور ایک تاریک گاؤں سے آیا ہوں۔ آپ نے ہم کو روشنی دی ھے۔ لیکن یہ سب ہماری سمجھ میں نہیں آتا اس لئے مجھے یہاں لوگوں نے معلوم کرنے کےلئے بھیجا ھے۔ لیکن ، رفیقو ، ہم سب اس لاجواب تبدیلی سے بہت خوش ھیں۔ پہلے چھوٹے افسر ہمارے اوپر بڑی سختیاں کرتے تھے اور ہم کو مارتے پیٹتے تھے اور اب تو وہ بہت خوش اخلاق ہوگئے ھیں۔ پہلے تو ہم محلوں کو باھر سے ھی دیکھ سکتے تھے اور اب ہم ان کے اندر تک جا سکتے ھیں۔ پہلے ھم صرف زار کی باتیں ھی کر سکتے تھے لیکن رفیقو ، اب ھمیں بتایا گیا ھے کہ کل ہم زار لینن سے ھاتھ ملا سکتے ھیں۔ خدا ان کو طویل عمر عطا فرمائے ! ،،

سامعین میں زوروں کا قہقہہ پھوٹ پڑا۔ قہقہوں اور تالیوں کی گونج سے گھبرا کر کسان بیٹھ گیا۔ لیکن دوسرے دن اس کو لینن سے ملایا گیا اور بعد میں وہ بریست لیتوفسک میں کسانوں کا نمائندہ بھی ھوا۔

ان ھنگامہ بھرے ھفتوں کے دوران صرف آھنی قوت‌ارادی اور آھنی اعصاب ھی کام دے سکتے تھے۔ تمام شعبوں میں سخت

ضبط و نظم رائج تھا۔ محنت کشوں میں احساس ذمے داری مستحکم ہو گیا تھا اور سوویت مشینری کے ڈھیلے پرزے کس گئے تھے۔ اب سوویت حکومت کی ہر کارروائی مثلاً بینکوں کو قومی بنانا سخت اور مؤثر ہوتی تھی۔ لینن جانتے تھے کہ کہاں اقدام میں عجلت کرنی چاہئے اور یہ بھی کہ کہاں آہستگی سے کام لینا چاہئے۔ مزدوروں کا ایک وفد لینن سے یہ درخواست کرنے آیا کہ وہ ان کے کارخانے کو قومی بنانے کا فرمان جاری کردیں۔

"ہاں" لینن نے ایک سادہ فارم اٹھاتے ہوئے کہا "یہ تو بڑی سیدھی سی بات ہے جہاں تک میرا تعلق ہے۔ مجھے تو بس یہ کرنا ہے کہ میں خالی جگہ میں تمہارے کارخانے کا نام بھردوں اور پھر اس جگہ اپنے دستخط کردوں اور یہاں متعلقہ کمیسار کا نام لکھ دوں۔"

مزدور بہت خوش ہوگئے اور انھوں نے کہا :

"یہ تو بہت اچھا ہے۔"

"لیکن قبل اس کے کہ میں اس فارم پر دستخط کروں" لینن نے اپنی بات جاری رکھی "میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اول، تم یہ جانتے ہو کہ تمھیں اپنے کارخانے کے لئے خام سامان کہاں سے حاصل کرنا ہے؟" مزدوروں کو چار و ناچار ماننا پڑا کہ وہ نہیں جانتے۔

"کیا تم حساب کتاب رکھنا جانتے ہو؟" لینن نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اور کیا تم نے پیداوار کو بڑھانے کا کوئی طریقہ بنایا ہے؟" مزدوروں نے کہا کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔

"اور آخر میں، رفیقو" لینن نے اپنی بات جاری رکھی "کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنی پیداوار بیچنے کے لئے کوئی منڈی تلاش کی ہے؟"

پھر مزدوروں نے نفی میں جواب دیا۔

"اچھا، رفیقو" وزیراعظم نے کہا "کیا تم کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ابھی تم اس کارخانے کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو؟ گھر واپس جاؤ اور یہ سب کام شروع کردو۔ یہ مشکل ہوگا۔ تم

بہت سی غلطیاں کروگے لیکن تم سیکھ جاؤگے - پھر چند مہینے میں آؤ اور ہم کارخانے کو قومی بنانے کے سوال پر غور کر سکتے ہیں - ،،

خود لینن کی زندگی میں فولادی ضابطہ

جو فولادی ضابطہ لینن سماجی زندگی میں رائج کررہے تھے اسی پر وہ اپنی نجی زندگی میں بھی عامل تھے - شی اور بورش سوپ، سیاہ گیہوں کی روٹی، چائے اور روے کی کھیر، یہی اسمولنی میں رہنےوالوں کا کھانا تھا اور لینن، ان کی بیوی اور بہن بھی یہی کھاتے تھے - انقلابی روزانہ ۱۰ — ۱۲ گھنٹے کام کرتے تھے اور لینن کےلئے ۱۸ — ۲۰ گھنٹے کا معمول تھا - وہ خود اپنے ہاتھ سے سیکڑوں خط لکھتے تھے - اپنے کام میں محو ہوکر وہ اپنے وجود کو بھول جاتے تھے - جب لینن بات چیت کرنے لگتے تھے تو ان کی بیوی اس موقع سے فائدہ اٹھاکر ایک گلاس چائے لاتیں اور کہتیں ” ہاں، کامریڈ، اس کو پینا نہ بھولئےگا - ،، اکثر چائے بےشکر ہوتی کیونکہ لینن کو بھی سب کے برابر راشن ملتا تھا - سپاہی اور ہرکارے بڑے، ویران بارکوں جیسے کمروں میں لوہے کی چارپائیوں پر سوتے تھے اور لینن اور ان کی بیوی بھی جب وہ تھک کر چور ہوجاتے تو وہ اپنے سخت بستروں پر لیٹ جاتے اور اکثر کپڑے بھی نہ اتارتے تاکہ فوری ضرورت پڑنے پر تیار رہیں - لینن یہ تکالیف راہبانہ جذبات کی وجہ سے نہیں برداشت کرتے تھے - وہ محض کمیونزم کے ابتدائی اصول کو عملی طور پر رائج کررہے تھے -

ان اصولوں میں سے ایک یہ تھا کہ کسی کمیونسٹ افسر کی تنخواہ کسی معمولی مزدور سے زیادہ نہ ہونی چاہئے - یہ زیادہ سے زیادہ ۶۰۰ روبل ماہانہ مقرر کی گئی لیکن بعد میں اس میں اضافہ کیا گیا - آج بھی روس کے وزیراعظم کی ماہانہ تنخواہ ۲۰۰ ڈالر سے کم ہے -

میں ” نیشنل ،، ہوٹل میں رہتا تھا جب لینن نے دوسری منزل پر ایک کمرہ لیا - نئی سوویت حکومت نے پہلا کام یہ کیا کہ مشکل اور قیمتی کھانے بند کردئے - ایک وقت کے طعام میں بہت سے کھانوں

کی تعداد مختصر کرکے صرف دو رکھی گئی یعنی شوربہ اور گوشت یا شوربہ اور روے کی کھیر اور یہ ہر ایک کےلئے تھا خواہ وہ اعلی کمیسار (وزیراعظم) ہو یا باورچی‌خانے میں کام کرنےوالا چھوکرا کیونکہ کمیونسٹوں کا یہ عقیدہ ھے کہ ''کوئی اس وقت تک کیک نہیں کھائےگا جب تک سب کو روٹی نہیں ملنے لگےگی۔'' بعض دن تو لوگوں کےلئے روٹی بھی بہت کم ہوتی تھی۔ پھر بھی ہر ایک کو اتنی ھی ملتی تھی جتنی لینن کو۔ کبھی کبھی ایسے دن بھی ہوتے تھے جب روٹی بالکل نہیں ہوتی تھی اور لینن کےلئے بھی یہ دن روٹی کے بغیر ہوتے تھے۔

جب لینن کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی اور لینن قریب المرگ ہوگئے تو ان دنوں ڈاکٹروں نے ان کےلئے کچھ غذا تجویز کی جو ان کے غذائی کارڈ کے ذریعہ نہیں مل سکتی تھی اور صرف بازار میں کسی نفع‌خور سے ھی خریدی جا سکتی تھی۔ اپنے دوستوں کی ساری التجاؤں کے باوجود لینن نے ایسی کوئی چیز چھونے تک سے انکار کر دیا جو ان کے قانونی راشن کارڈ میں نہ تھی۔

بعد کو جب لینن روبصحت ہورھے تھے، ان کی بیوی اور بہن نے ان کی غذا کو بہتر بنانے کی ایک ترکیب سوچی۔ انھوں نے یہ دیکھا کہ لینن اپنی روٹی ایک دراز میں رکھتے ھیں چنانچہ وہ لینن کی غیرحاضری میں چپکے سے جب تب وھاں جاتیں اور ان کے ذخیرے میں روٹی کے ایک ٹکڑے کا اضافہ کردیتیں۔ اپنے کام میں مصروف لینن ھاتھ بڑھاکر دراز سے ایک ٹکڑا لیکر یہ جانے بغیر کھالیتے کہ ان کے معمولی راشن میں کوئی اضافہ کیا گیا ھے۔

یورپ اور امریکہ کے مزدوروں کے نام ایک خط میں لینن نے لکھا ''روسی عوام نے اتنے مصائب، اتنی بھوک کی تکلیف کبھی نہیں برداشت کی تھی جتنی کہ اب وہ اتحادیوں کی فوجی مداخلت کی وجہ سے برداشت کررھے ھیں!'' لیکن یہی مصیبتیں جن کی بابتہ انھوں نے لکھا لینن خود بھی عوام کےساتھ برداشت کررھے تھے۔

لینن پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے ایک عظیم قوم کی زندگی کا جوا کھیلا، وہ ایسے تجربے کرنےوالے تھے جس نے بیدھڑک روس کے بیمار جسم پر اپنے کمیونسٹ نسخے آزمائے۔ لیکن ان پر یہ الزام

نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ ان نسخوں پر عقیدہ نہیں رکھتے۔ وہ انھیں نہ صرف روس پر بلکہ اپنے اوپر بھی آزماتے ھیں۔ وہ اپنی دوا خود بخوشی استعمال کرتے ھیں۔ دور سے کمیونزم کو خراجِ عقیدت پیش کرنا ایک بات ھے اور کمیونزم کے نفاذ سے جائے وقوع پر پیدا ھونے والی مشکلات اور دشواریوں کو برداشت کرنا جیسا کہ لینن کرتے ھیں بالکل دوسری بات ھے۔

بہرحال ایک کمیونسٹ ریاست کی ابتدا کو اداس رنگوں میں نہ پیش کرنا چاھئے۔ روس کے تاریک ترین دنوں میں آرٹ اور اوپیرا پروان چڑھے۔ رومان نے بھی اپنا رول ادا کیا۔ اس نے انقلابی اسٹیج کے خاص کرداروں تک کو متاثر کیا۔ ھمیں ایک صبح یہ معلوم کرکے حیرت ھوئی کہ کولونتائی* نے ملاح دیبینکو سے شادی کرلی۔ بعد میں ناروا میں جرمنوں کے خلاف پیچھے ھٹنے کا حکم دینے کے لئے دیبینکو پر سخت نکتہ‌چینی کی گئی اور اس کو منصب اور پارٹی دونوں سے علحدہ کردیا گیا۔ لینن نے اس کارروائی کی تصدیق کی اور کولونتائی نے قدرتی طور پر اس کا برا مانا۔

اس موقع پر کولونتائی سے باتیں کرتے ھوئے میں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ممکن ھے لینن نے بھی دوسرے آدمیوں جیسا راستہ اختیار کیا ھو، ان کی رگوں میں اقتدار کا زھر بھر گیا ھو اور ان کی انا کو ھوا دی ھو۔لیکن کولونتائی نے جواب دیا ”میں جتنا تلخ اس وقت محسوس کررھی ھوں اس کے پیش‌نظر میں ان کی کسی کارروائی کو ذاتی مقصد سے منسوب نہیں کرسکتی۔ ان لوگوں میں سے جو دس سال سے کامریڈ لینن کے رفقائے کار ھیں کوئی بھی یہ یقین نہیں کرسکتا کہ ان میں خودغرضی کا شائبہ بھی ھے۔“

---

* الکساندرا کولونتائی (۱۸۷۲ء—۱۹۵۲ء) سوویت مدبر تھیں۔ انھوں نے پچھلی صدی کی آخری دھائی سے انقلابی تحریک میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور ۱۹۱۷ء کی اکتوبر کی لڑائیوں میں سرگرمی سے شرکت کی۔ وہ لینن کی قریبی دوست تھیں۔ انقلاب کے بعد وہ ریاستی سماجی بیمے کی عوامی کمیسار (وزیر) اور ناروے، میکسیکو اور سویڈن میں سوویت سفیر رھیں۔

بورژوا پریس نے تو اس کے خلاف ھی لینن کی تصویر کشی کی۔ ان کو مجسم شیطان، حریص عفریت اور نہ جانے کیا کیا ٹھہرایا۔ لیکن جھوٹ کے اس دھندلکے سے رفتہ رفتہ اصلی لینن نمودار ہوئے اور روس میں جوں جوں یہ خبر پھیلتی گئی کہ لینن اور ان کے ساتھی عوام کے رنج و خوشی میں برابر کے شریک ھیں عوام ان کے گرد آتے گئے۔

اورال کا کان کن جو اپنے قلیل راشن پر ناخوش ھے جب یہ یاد کرتا ھے کہ ھر شخص کو غذا، کپڑے اور رھائش کے مشترکہ ذخیرے سے برابر ملتا ھے تو بھلا وہ اپنی کالی روٹی کے ٹکڑے پر کیوں بڑبڑائے؟ کم از کم یہ ٹکڑا اتنا ھی بڑا ھے جتنا لینن کا روٹی کا ٹکڑا۔ بھوک کی تکلیف میں ناانصافی کی کوفت کا اضافہ نہیں ھوتا۔

والگا سے آنے والی برف جیسی سرد ھواؤں سے ٹھٹھرتی ھوئی کسان عورت اس آدمی کے بارے میں بہت کم جانتی ھے جس نے زار کی جگہ لی ھے۔ لیکن یہ ضرور سنتی ھے کہ اکثر اس شخص کا کمرہ گرم نہیں رھتا اور اب اگرچہ یہ عورت سردی کی مصیبت میں مبتلا ھے لیکن زندگی میں نابرابری کی مصیبت نہیں جھیل رھی ھے۔

نیژنی میں انجنیر ۶۰۰ روبل کی تنخواہ پاکر بگڑتا ھے کیونکہ یہ رقم اس کے خاندان کی ضروریات کے لئے بہت قلیل ھے۔ لیکن اس کو یاد آتا ھے کہ کریملن کا یہ شخص بھی اس سے زیادہ نہیں پاتا۔ اس سے اس کی تلخی دور ھوجاتی ھے۔

اتحادیوں کی توپوں کے سامنے سینہ سپر کرنے والا سوویت سپاھی بھی یہ سمجھتا ھے کہ لینن بھی لڑائی کے میدان میں ھی ھیں، بس ان کا میدان عقب میں ھے۔ روس میں ھر چیز کی طرح خطرے کو بھی اشتراکی بنالیا گیا ھے۔ کوئی بھی اس سے بالاتر نہیں ھے۔ عقب میں مارے جانے والے اور زخمی سوویت لیڈروں کی تعداد محاذ جنگ پر مارے جانے والے اور زخمی سوویت سپاھیوں کی فیصدی سے زیادہ ھے۔ اوریتسکی *، وولودارسکی اور بہت سے دوسروں کو قتل کردیا گیا اور

---

* اوریتسکی م۔ س۔ (۱۸۷۳ء—۱۹۱۸ء) نے عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ انھوں نے پیٹروگراد

لینن کا جسم بھی دوبار گولیوں سے زخمی ہوا۔ اسی‌لئے سرخ سپاہی کےلئے لینن کوئی لڑائی سے الگ رہنےوالی ہستی نہیں ہیں بلکہ ایسے رفیق جنگ ہیں جو جنگ کے خطرات اور مشکلات میں شریک ہیں۔

روس میں امریکی مشن کے سربراہ بولیت نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے : ”لینن کو تو آجکل تقریباً پیغمبر مانا جاتا ہے۔ ان کی تصویر، عام طور پر کارل مارکس کی تصویر کے ساتھ، ہر جگہ ٹنگی نظر آتی ہے۔ جب میں لینن سے ملنے کریملن گیا تو مجھے چند منٹ انتظار کرنا پڑا کیونکہ کسانوں کا ایک وفد ان کے کمرے میں تھا۔ انھوں نے اپنے گاؤں میں سنا تھا کہ کامریڈ لینن بھوکے رہتے ہیں اور وہ سیکڑوں میل کا راستہ طے کرکے لینن کےلئے اپنے گاؤں کا تحفہ ۸۰۰ پوڈ روٹی لائے تھے۔ اس وفد سے پہلے ایک اور کسانوں کا وفد تھا جس کو یہ خبر ملی تھی کہ کامریڈ لینن ٹھنڈے کمرے میں کام کرتے ہیں۔ وہ ایک اسٹوو اور اس کےلئے تین مہینے کا ایندھن لیکر آیا تھا۔ لینن ہی صرف ایسے لیڈر ہیں جن کو اس طرح کے تحفے ملتے ہیں اور وہ ان کو مشترکہ فنڈ میں بھیج دیتے ہیں۔“

مشترکہ دولت اور مشترکہ قلت میں یکساں حصہ لینے کی وجہ سے ہمدردی کا ایک مشترکہ رشتہ پیدا ہوگیا ہے جو وزیراعظم سے بہت ہی غریب کسان تک جاتا ہے اور سوویت لیڈروں کےلئے عوام کی بڑھتی ہوئی حمایت کا باعث بنتا ہے۔

کمیونزم کا عمل لینن کو عوام کی نبض محسوس کرنے کا امکان فراہم کرتا ہے

عوام سے قریب رہ کر کمیونسٹ لیڈروں نے عوامی جذبات کے مدوجزر سے واقفیت حاصل کی۔

عوام کے جذبات اور نفسیات کی تفتیش کےلئے لینن کو کوئی کمیشن مقرر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ بھوکے رہنےوالے آدمی کےلئے

کے ہنگامی کمیشن کے صدر کی حیثیت سے رجعت‌پرستی کے خلاف فیصلہ کن جدوجہد کی اور ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء کو انقلاب دشمنوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

اس کی قیاس آرائی کی ضرورت نہیں ہوتی کہ بھوکے کی مزاجی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ وہ خود جانتا ہے۔ عوام کے ساتھ بھوکے رہ کر، عوام کے ساتھ سردی برداشت کرکے لینن ان کی طرح محسوس کرتے تھے، ان کی طرح سوچتے تھے اور ان کے خیالات کی ترجمانی کرتے تھے۔

اور ٹھیک یہی طریقہ ہے جس کے مطابق کمیونسٹ پارٹی، عوام کے خیالات کی براہ راست عکاسی اور اظہار کرنے والے آلے کی حیثیت سے کام کرنا چاہتی ہے۔

کمیونسٹ کہتے ہیں "ہم نے سوویتیں نہیں تخلیق کی ہیں۔ وہ عوام کی زندگی سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ ہم نے اپنے دماغ میں کوئی پروگرام بنا کر اس کو عوام پر نہیں مسلط کیا ہے بلکہ ہم نے اپنا پروگرام براہ راست خود عوام سے لیا ہے۔ وہ مطالبہ کر رہے تھے: "زمین کسانوں کو!"، "فیکٹریاں مزدوروں کو!"، اور "امن ساری دنیا کو!"۔ ہم نے یہ نعرے اپنے پرچموں پر لکھ لئے اور ان کو لیکر برسراقتدار ہوگئے۔ ہماری طاقت تو عوام کو سمجھنے میں ہے اور درحقیقت ہمیں عوام کو سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ہم خود عوام ہیں"۔ اور یہ بات بلاشبہ عام صفوں کے لیڈروں کے لئے صحیح ہے جو ان پانچ نوجوان کمیونسٹوں کی طرح جن سے ہم پہلے پیٹروگراد میں ملے تھے عوام کی جان و روح تھے۔

لیکن لینن جیسے دانش ور لوگ — وہ کیسے عوام کے لئے بول سکتے ہیں؟ وہ کیسے عوام کے دل و دماغ کو سمجھ سکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وہ کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بالکل یقینی ہے۔ لیکن یہ بھی بالکل یقینی ہے جیسا کہ تالستائے نے دکھایا کہ وہ جو عوام کی زندگی بسر کرتا ہے وہ ان کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے بمقابلہ اس کے جو ان کی جدوجہد سے الگ رہتا ہے۔ اس طرح لینن کو اپنے مخالفین پر برتری حاصل تھی۔ ان کو اورال کے کان کن، والگا کے کسان یا سوویت سپاہی کے جذبات کے بارے میں قیاس آرائی کی ضرورت نہ تھی۔ وہ ان کو بہر حال جانتے تھے کیونکہ ان کے تجربات لینن کے تجربات تھے۔ اسی لئے جب ان کے مخالفین اندھیرے میں ٹٹول رہے تھے لینن اس شخص کے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ گئے جو راستے سے بخوبی واقف ہو۔

سوویت لیڈروں کا کمیونزم پر عمل سوویت حکومت کی بڑھتی ہوئی طاقت کے زبردست عناصر میں سے ہے - روس کے باہر اس واقعہ کو نظرانداز کردیا گیا ہے یا حقیر کرکے دکھایا گیا ہے - بہرحال لینن نے اس کو حقیر نہیں کیا - انھوں نے اس کو سوویت نظام کے لئے ضروری سمجھا - واقعات کے بھنور میں پھنسکر بھی انھوں نے اپنی کتاب "ریاست اور انقلاب" میں اس کی وضاحت کے لئے وقت نکال لیا کہ کمیونزم کا عمل ہی وہ صحیح راستہ ہے جسے پرولتاری مدبروں کو اختیار کرنا چاہئے - یہ راستہ دشوارگزار ہے - اس پر بہت کم لوگ چلتے ہیں -

لینن پبلک جلسوں میں

دن رات کی اس غیرمعمولی مصروفیت اور کام کے باوجود لینن برابر پبلک جلسوں میں آتے ، پیچیدہ حالات کا جاندار اور واضح تجزیہ کرتے ، ان کی تشخیص اور علاج تجویز کرتے اور سامعین کو اس کے استعمال کرنے کا یقین دلاتے - مبصرین کو اس ولولے اور جوش پر حیرت ہوتی تھی جو لینن کی تقریریں غیرتعلیم یافتہ طبقے میں پیدا کر دیتی تھیں - ان کی تقریریں تیز ، رواں اور واقعات سے بھری ہوتی تھیں ، ساتھ ہی وہ ایسی ہی بےرنگ اور غیررومانی ہوتی تھیں جیسے پلیٹ فارم پر خود لینن - وہ سنجیدہ خیال کی مقتضی تھیں اور کیرینسکی کی تقریروں کے قطعی برخلاف تھیں - کیرینسکی کی شخصیت رومانی تھی اور وہ پرزور مقرر تھا - وہ تمام ایسے کرتب اور جذبات رکھتا تھا جو "جاھل اور ان پڑھ روسیوں" کو ورغلانے کے لئے کافی خیال کئے جا سکتے تھے - لیکن کیرینسکی ان کو اپنی طرف نہیں لاسکا - یہ ایک اور روسی عجوبہ تھا - عوام نے اس لاجواب مقرر کے چمکدار جملے اور شاندار فقرے سنے اور پھر دوسری طرف مڑ کر لینن سے ، صاحب علم ، صاحب عقل انسان سے جو متوازن خیالات اور عالمانہ بیان کا مالک تھا اپنی وفاداری کا اظہار کیا -

لینن جدلیات اور مناظروں کے استاد ہیں اور بحث مباحثوں کے دوران لاجواب خوداعتمادی کا اظہار کرتے ہیں - مباحثے میں تو

وہ بہترین ہیں ۔ اولگین * نے لکھا ہے : ”لینن مخالف کو جواب نہیں دیتے ۔ وہ اس کو ادھیڑ کر رکھ دیتے ہیں ۔ وہ ریزر کی دھار کی طرح تیز ہیں ۔ ان کا دماغ حیرت‌انگیز تیزی سے کام کرتا ہے ۔ وہ دلیل کے سلسلے میں ہر خامی پر گرفت کرلیتے ہیں ۔ وہ ناقابل قبول مقدمات کو مسترد کرکے یہ دکھاتے ہیں کہ ان سے کتنے فضول نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ ساتھ ہی تمسخر بھی کرتے جاتے ہیں ۔ وہ اپنے مخالف کا مذاق اڑاتے ہیں ، اس کو جھاڑتے ہیں اور آپ میں یہ احساس پیدا کرتے ہیں کہ ان کا شکار جاہل ، احمق ، خودپسند اور حقیر ہے ۔ آپ ان کی منطقی قوت سے متحیر رہ جاتے ہیں اور ان کا دانش‌ورانہ جذبہ آپ پر طاری ہوجاتا ہے ۔ “

کبھی کبھی وہ اپنی دلیلوں کے دھارے کو دلچسپ بنانے کےلئے زرا سے مزاح یا کسی تیز جملے کا اضافہ کردیتے ہیں مثلاً ”کامریڈ کامکوف کے سوالات مجھے اس کہاوت کی یاد دلاتے ہیں کہ ” ایک احمق اتنے زیادہ سوالات کرسکتا ہے کہ دس عقلمند آدمی ان کا جواب نہیں دے سکتے ۔ “ کبھی کبھی وہ نئے نظام کی وضاحت کےلئے کوئی گھریلو سا واقعہ پیش کردیتے مثلاً زمیندار کے جنگل میں بوڑھی کسان عورت جلانے کی لکڑی جمع کر رہی ہے اور سپاہی اس کو بھگانے کےبجائے اس کی حفاظت کررہا ہے ۔

اس انسان کے اندر جو آگ سلگ رہی تھی وہ صعوبتوں اور حالات کے تقاضے کی وجہ سے اب بھڑک اٹھی تھی ۔ ایک حالیہ مبصر نے بتایا کہ ایک بڑے جلسے میں لینن نے رک‌رک کر بھاری جملوں سے بولنے کی ابتدا کی لیکن وہ جتنا ہی آگے بڑھتے گئے صاف بولتے گئے ۔ ان کی تقریر میں روانی اور جوش پیدا ہوتا گیا جس میں کوئی ظاہری کوشش نہ تھی لیکن بڑھتا ہوا اندرونی جوش اس کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنا رہا تھا ۔ ”ان کے ذہن پر ایک رکا رکا سا سوز چھایا ہوا

---

* اولگین ، م ۔ ن ۔ نوویسکی کا قلمی نام تھا ۔ وہ صحافی تھے اور ۱۹۱۴ء میں روس چھوڑ کر ریاستہائے متحدہ امریکہ چلے گئے تھے ۔ انھوں نے سوویت یونین کے بارے میں متعدد مضامین اور کتابیں لکھی ہیں ۔

تھا، وہ بہت سے اشارے استعمال کر رہے تھے اور چند قدم آگے پیچھے چل رہے تھے۔ ان کی تیوریوں پر نمایاں اور بےترتیب بل پڑ جاتے تھے جو سخت غوروخوض اور ذہن کی تقریباً اذیت‌رساں محنت کی گواہی دیتے تھے۔ ،، لینن کا پہلا مقصد ذہن کو متاثر کرنا ہوتا تھا نہ کہ جذبات سے کھیلنا۔ لیکن ان کے سامعین پر جو اثر ہوتا تھا اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لینن کی اس دانشوری میں کتنی جذباتی قوت تھی۔

صرف ایک دن میں نے دیکھا کہ لینن مجمع کو متاثر نہیں کر سکے۔ یہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں میخائلوفسکی کے شہ‌سواری کے اسکول میں ہوا جب سرخ فوج کا پہلا دستہ محاذ کےلئے روانہ ہورہا تھا۔ بڑی بڑی مشعلوں سے وسیع عمارت کا اندرونی حصہ روشن تھا اور بکتربند موٹرگاڑیوں کی طویل قطاریں عجیب‌وغریب عفریتی غولوں کی طرح لگ رہی تھیں۔ تربیت‌گاہ کا وسیع دنگل نئے رنگروٹوں سے بھرا ہوا تھا اور ان کے سیاہ سائے موٹر گاڑیوں پر چڑھتے دکھائی دےرہے تھے۔ اگرچہ وہ اسلحہ سے اچھی طرح لیس نہ تھے لیکن ان میں مستحکم انقلابی جوش‌وخروش تھا۔ اپنے کو گرم رکھنے کےلئے وہ ناچ رہے تھے اور پیر پٹک رہے تھے اور خوش رہنے کےلئے وہ انقلابی گیت اور دیہاتی لوک گانے گا رہے تھے۔

لینن کی آمد کا اعلان زوردار شور سے ہوا۔ وہ ایک بڑی موٹر گاڑی پر چڑھ گئے اور بولنے لگے۔ نیم تاریکی میں مجمع اوپر دیکھ رہا تھا اور ان کی تقریر توجہ سے سن رہا تھا۔ لیکن لینن کے الفاظ نے ان میں جوش نہیں پیدا کیا۔ انھوں نے اپنی تقریر تالیوں پر ہی ختم کی لیکن یہ تالیاں وہ نہیں تھیں جو عام طور پر ہوا کرتی تھیں۔ ان کی یہ تقریر ان لوگوں کے ماحول کےلئے بہت سرسری تھی جو مرنے کےلئے جا رہے تھے۔ خیالات معمولی تھے اور جملے بھی۔ اس بے‌کیفی کی وجہ بھی کافی تھی — بےحد کام اور مصروفیت۔ لیکن بہرصورت واقعہ تو یہی ہوا کہ لینن نے ایک اہم موقع پر غیراہم تقریر کی۔ اور ان محنت‌کشوں نے اس کو محسوس کیا۔ روسی پرولتاریہ اندھادھند ہیروؤں کی پرستش نہیں کرتا۔ کوئی بھی اپنے ماضی کے کارناموں اور وقار پر تکیہ نہیں کر سکتا (جیساکہ انقلاب کے زمانے کے داداؤں



لینن عام فوجی ٹریننگ کے پریڈ
کا معائنہ کر رہے ھیں (مئی ۱۹۱۹ء)

اور دادیوں پر انکشاف ہوا ہے) - اگر کوئی حال میں ہیرو کی طرح نام نہیں پیدا کرتا تو اس کو ہیرو کی تعریف و تحسین بھی نہیں ملتی -

جب لینن نیچے اتر آئے تو پودوائسکی نے اعلان کیا ”اب آپ کے سامنے ایک امریکی کامریڈ تقریر کریں گے - “ مجمع نے کان کھڑے کرلئے اور میں موٹرگاڑی پر چڑھ گیا -

”ارے، بہت اچھا، آپ انگریزی میں بولئے “ لینن نے کہا ”اور مجھے اپنا مترجم بننے کی اجازت دیجئے - “

”نہیں، میں روسی میں بولونگا “ میں نے بیدھڑک جوش کے ساتھ جواب دیا -

لینن مجھے غور سے دیکھ رہے تھے - ان کی آنکھوں میں چمک تھی جیسے ان کو کسی مزیدار بات کی توقع ہو - ان کو دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا - پہلے سے تیار کئے ہوئے جملوں کا سارا ذخیرہ ختم کرکے میں ہچکچایا اور رک گیا - مجھے اپنی تقریر دوبارہ جاری کرنے میں مشکل ہورہی تھی - غیرملکی ان کی زبان کے ساتھ چاہے جو کریں روسی ہمیشہ اخلاق برتتے ہیں اور مروت سے کام لیتے ہیں - وہ اگر نوسکھیوں کی ٹکنیک کی نہیں تو کوششوں کی ضرور تعریف کرتے ہیں - اس طرح میری تقریر بیچ بیچ میں طویل تالیوں کی وجہ سے رک جاتی جس سے مجھے ہر بار دم لینے کا موقع ملتا اور میں اس دوران میں تھوڑا سا آگے بڑھنے کے لئے پھر کچھ الفاظ مرتب کرلیتا - میں ان سے کہنا چاہتا تھا کہ اگر کوئی زبردست خطرہ درپیش ہوا تو میں خود سرخ فوج میں بھرتی ہونے کے لئے تیار ہوں - میں ایک لفظ ٹٹول رہا تھا - لینن نے اوپر دیکھتے ہوئے پوچھا ”آپ کو کون سا لفظ چاہئے ؟ “

میں نے جواب دیا : ”بھرتی - “

”وستوپیت “ (Vstupit) لینن نے بتایا -

اس کے بعد جہاں بھی میں اٹکتا وہ لفظ میری طرف اچھالتے اور میں اسے پکڑ کر عوام کی طرف پھینکدیتا - ہاں، اب وہ میرے امریکی لہجے سے ذرا تبدیل ضرور ہو چکا ہوتا - اس بات اور اس واقعہ نے کہ میں وہاں مجسم، اس بین اقوامیت کے ٹھوس نشان کی حیثیت سے کھڑا تھا جس کے بارے میں انہوں نے اتنا سن رکھا تھا، زوردار قہقہوں اور

تالیوں کا طوفان برپا کردیا اور لینن بھی پورے شوق سے اس میں شریک تھے۔

''اچھا، بہرحال یہ تو روسی زبان کی ابتدا ہے،، لینن نے کہا ''اور آپ کو اس کو سنجیدگی سے سیکھتے رہنا چاہئے اور آپ،، انھوں نے بیسی بیٹی* کی طرف مڑتے ہوئے کہا ''آپ کو بھی روسی زبان سیکھنی چاہئے۔ آپ اخبار میں سبقوں کے تبادلے کا اشتہار دےدیجئے اور پھر صرف روسی ہی پڑھئے، لکھئے اور بولئے — امریکیوں سے مت بات کیجئے — بہرحال اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا،، انھوں نے مزاحیہ انداز میں اضافہ کیا۔ ''اگلی بار جب میں آپ سے ملونگا تو آپ کا امتحان لونگا۔،،

لینن کی زندگی کےلئے متواتر خطرہ

تقریباً ایسا ہوتے ہوتے رہ گیا کہ اگلی بار کی نوبت نہ آئے۔ جب لینن کی کار شہسواری کے اسکول سے باہر نکل رہی تھی زوروں کی تین آوازیں ہوئیں اور تین گولیوں نے ان کی کار کو چھلنی کردیا۔ ان میں ایک گولی سے سوئٹزرلینڈ کے مندوب پلاٹین** زخمی ہوئے جو لینن کی قریب والی نشست پر بیٹھے تھے۔ بغل والی سڑک سے کسی قاتل نے لینن کو مارنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

بالشویک لیڈروں کو واقعی برابر جان کا خطرہ رہتا تھا اور قدرتی طور پر بورژوا سازش کرنےوالوں کی توجہ کا مرکز لینن ہی تھے۔

---

* بیسی بیٹی — ایک امریکی صحافی جو ۱۹۱۷ء میں انقلاب کے دنوں روس میں تھی۔ اس نے ''روس کا سرخ دل،، نامی کتاب اور اکتوبر انقلاب کے بارے میں مضامین لکھے ہیں۔

** پلاٹین، ف — بائیں بازو کا سوئٹزرلینڈ کا سوشلسٹ جو بعد کو کمیونسٹ ہوگیا۔ ۱۹۰۵ء میں ریگا میں انقلابی کام کیا اور روسی انقلابی تحریک میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۱۷ء کی بہار میں پلاٹین نے سوئٹزرلینڈ سے روس آنے کےلئے لینن کے سفر کا انتظام کیا۔ وہ سوئٹزرلینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے تھا۔

وہ کہتے تھے کہ لینن کے سرگرم کار دماغ سے ان کی بربادی کے منصوبے پیدا ہوتے ہیں - ارے ، بس ایک گولی اس دماغ کا خاتمہ کردے ! یہ تھی وہ دعا جو روزانہ رجعت‌پرستوں کے گھروں کی قربانگاہوں میں دل کی گہرائیوں سے نکل کر گونجتی رہتی تھی -

ماسکو کے ایک ایسے ہی گھر میں بڑی خاطر تواضع کےساتھ ہمارا خیرمقدم کیا جاتا تھا - بڑی میز بھاپ نکلتےہوئے سماوار اور پھلوں اور خشک میوؤں سے لدی تھی ، اس پر بےشمار اقسام کے نقل تھے جن کو آرتھر رین‌سم * '' مٹھائیاں ،، کہتے تھے جو ان کی خاص کمزوری تھیں - جنگ نے اس گھرانے کو بڑا فائدہ پہنچایا تھا - ہر طرح کی سٹہ‌بازی ، خفیہ راستے سے جرمنی کو سامان فراہم کرنے اور چھوٹی بڑی ہر طرح کی نفع‌خوری نے اس کو بہت دولت‌مند بنا دیا تھا کہ اچانک بالشویک نازل ہوگئے جنھوں نے اس ثروت کی بنیاد پر ہی ضرب کاری لگائی - وہ جنگ کو روکنا چاہتے تھے - ان کو قائل معقول کرنا بھی ممکن نہ تھا - وہ جنگلی اور پاگل لوگ تھے - وہ ہر ایک چیز روک دینا چاہتے تھے — سٹہ‌بازی اور نفع‌خوری ، غرض ہر چیز ! بس یہی ممکن تھا کہ ان کو ختم کردیا جائے ، ان کو پھانسی دےدی جائے ، گولی مار دی جائے ! اور یہ اوپر سے شروع کرنا چاہئے ، لینن سے -

'' میں ابھی ، اس لمحے دس لاکھ روبل اس آدمی کو دےسکتا ہوں جو لینن کو قتل کردے ،، ماسکو کے ایک ابھرتے ہوئے نوجوان سٹہ‌باز نے سنجیدگی کے ساتھ مجھسے کہا '' اور ایسے ۱۹ آدمی اور ہیں جن سے میں کل رابطہ قائم کر سکتا ہوں اور ان میں ہر ایک اس مقصد کےلئے دس لاکھ روبل دیگا - ،،

ہم نے اپنے پانچوں بالشویکوں سے سوال کیا کہ آیا لینن کو اس خطرے کا پتہ ہے جو ان کو لاحق ہے - انھوں نے جواب دیا کہ '' ہاں ان کو اس کا بالکل پتہ ہے - لیکن وہ اس کی پروا نہیں کرتے - دیکھئے ، وہ اپنےلئے بہت کم فکر کرتے ہیں - ،،

---

* آرتھر رین‌سم — ایک لبرل برطانوی اخبار کا نامہ‌نگار اور '' سوویت روس میں چھہ ہفتے ،، نامی کتاب کا مصنف -

اور واقعی وہ اپنے لئے کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔ وہ سازشوں اور کمین گاہوں سے بھرے ہوئے راستے پر ایک دیہاتی شریف آدمی کے اطمینان و سکون کے ساتھ گامزن تھے اور ایسے خطرناک حالات میں جب آدمی کے اعصاب میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے اور چہرے کا رنگ اڑجاتا ہے لینن ٹھنڈے اور پرسکون رہتے تھے۔ لینن کو قتل کرنے کے انقلاب دشمنوں اور غیر ملکی سامراجیوں کے منصوبے یکے بعد دیگرے ناکام ہوتے گئے۔ لیکن اگست ۱۹۱۸ء کے آخر میں سازش کرنے والے تقریباً کامیاب ہو گئے۔

وزیراعظم میخلسون کارخانے میں ۱۰ ہزار مزدوروں کے سامنے تقریر ختم کرکے اپنی کار کی طرف جا رہے تھے کہ ایک عورت نے ان کی طرف کاغذ بڑھایا جیسے وہ کوئی درخواست دے رہی ہو۔ جب لینن نے اس کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو دوسری عورت فینی کپلان نے ان پر تین گولیاں چلائیں۔ دو گولیاں لینن کے لگیں اور وہ زمین پر گر گئے۔ ان کو اٹھاکر کار میں لٹایا گیا اور وہ کریملن لائے گئے۔ ان کے زخموں سے خون زوروں میں بہہ رہا تھا لیکن انھوں نے زینوں پر خود چڑھنے کے لئے اصرار کیا۔ وہ اپنے خیال سے کہیں زیادہ زخمی ہوئے تھے۔ ہفتوں وہ موت کے منہ میں رہے۔ اس بیماری سے لڑنے کے بعد جو قوت باقی رہ گئی تھی اس کو انھوں نے پورے ملک میں پھیلے ہوئے انتقام کے بخار کے خلاف لڑنے میں صرف کیا۔ کیونکہ عوام اس بات سے غم وغصے میں بھر گئے تھے کہ رجعت پرستی کی تاریک طاقتوں نے اس شخص کو نشانہ بنایا ہے جو ان کی آزادیوں اور تمناؤں کا نشان تھا اور انھوں نے بورژوازی اور شاہ پرستوں پر سرخ دہشت کی جوابی ضرب لگائی تھی۔

بہت سے بورژوا لوگوں کو کمیساروں کے قتل اور لینن کے قتل کی کوشش کے لئے اپنی جانوں کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ لوگوں کا غصہ بہت ہی خوفناک حد تک بڑھ چکا تھا اور اگر لینن ان سے اپنا غصہ روکنے کی درخواست نہ کرتے تو ابھی اور سیکڑوں لوگوں کی جانیں جاتیں۔ یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اس ہنگامے میں لینن روس کے سب سے پرسکون انسان تھے۔

لینن کی غیرمعمولی خود ضبطی

لینن ہر موقع پر قطعی خود ضبطی سے کام لیتے تھے - ایسے واقعات جو دوسرے لوگوں کو بدحواس کر دیتے تھے ان کےلئے سکون اور سنجیدگی کا باعث ہوتے تھے -

آئین‌ساز اسمبلی کا واحد اجلاس طوفانی تھا کیونکہ اس میں دو گروہ ایک دوسرے پر مہلک طور سے حملہ‌آور تھے - مندوبین جنگی نعرے لگا رہے تھے اور اپنی میزیں پیٹ رہے تھے، مقرر گرج گرج کر دھمکیاں اور چیلنج دے رہے تھے، دو ہزار آوازیں انٹرنیشنل اور انقلابی کوچ کا گیت گا رہی تھیں - ان سب نے ملکر فضا کو برقی بنا دیا تھا - رات جوں جوں بڑھ رہی تھی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس جگہ کی برقی قوت بھی بڑھ رہی ہے - گیلری میں ہم جنگلے کی سلاخیں مضبوط پکڑے، دانت بھینچے بیٹھے تھے اور اعصاب میں اتنا تناؤ تھا جیسے بس اب ٹوٹے کہ تب - لینن اگلی صف میں بیٹھے تھے اور اکتائے سے معلوم ہوتے تھے -

آخرکار وہ اٹھے اور پلیٹ‌فارم کے پچھلے حصے میں جاکر جہاں زینے پر سرخ قالین پڑا ہوا تھا اطمینان سے بیٹھ گئے - انھوں نے سرسری طور سے وسیع اجتماع پر نظر ڈالی اور پھر گویا یہ کہتے ہوئے کہ ”بہت سے لوگ اپنی اعصابی قوت ضائع کر رہے ہیں، اچھا یہ رہا ایک جو اس کو محفوظ رکھےگا“ - انھوں نے اپنا سر ایک ہاتھ پر ٹکایا اور آنکھیں بندکرلیں - مقررین کی خوش‌بیانی اور حاضرین کے شوروغل کی گونج ان کے سر پر منڈ لاتی رہی لیکن وہ اطمینان سے بیٹھے رہے - ایک آدھ بار آنکھیں کھولکر انھوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جھپکی لےلی -

آخرکار وہ اٹھے، انھوں نے انگڑائی لی اور اطمینان سے پھر اگلی صف میں اپنی جگہ پر واپس گئے - اچھا موقع دیکھ‌کر جان ریڈ اور میں ان سے آئین‌ساز اسمبلی کی کارروائی کے بارے میں پوچھنے دوڑ پڑے - انھوں نے کچھ بےتعلقی سے جواب دیا اور ہم سے پروپیگنڈا بیورو *

---

* پروپیگنڈا بیورو — یہ بیورو روسی کمیونسٹ پارٹی کے غیرملکی گروپوں کے فیڈریشن سے منسلک تھا جو ۱۹۱۸ء کی ابتدا میں قائم

کی سرگرمیوں کے بارے میں پوچھا۔ ان کا چہرہ چمک اٹھا جب ہم نے ان سے بتایا کہ ٹنوں کے حساب سے سواد چھاپا جا رہا ہے اور وہ واقعی خندقوں کے پار جرمن فوج میں پہنچ رہا ہے لیکن ہمیں جرمن زبان میں کام کرنے میں مشکل ہوتی ہے۔

''آہ!،، انھوں نے اچانک جوش کے ساتھ کہا، ان کو بکتربند گاڑی پر میری تقریر یاد آگئی۔ ''اور روسی زبان کا کیا حال ہے؟ کیا آپ یہ سب تقریریں سمجھ سکتے ہیں؟،،

''روسی زبان میں تو بےحد الفاظ ہیں،، میں نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

''یہی تو بات ہے،، انھوں نے فوراً کہا۔ ''آپ کو اسے باقاعدگی سے سیکھنا چاہئے۔ آپ کو ابتدا ہی میں زبان کی بنیادی باتوں پر قابو حاصل کر لینا چاہئے۔ میں آپ کو اپنے طریقے کے بارے میں بتاؤنگا۔،،

لینن کے قاعدے کا نچوڑ یہ ہے کہ پہلے سارے اسم، فعل، متعلق فعل الفاظ، صفتیں اور باقی سارے الفاظ سیکھئے، پوری گرامر کے قواعد سیکھئے اور ان کی مشق ہر جگہ اور ہر شخص پر کیجئے۔ یہ بات آسانی سے دیکھی جا سکتی ہے کہ لینن کا یہ طریقہ اتنا دقیق نہیں تھا جتنا کہ ہمہ‌پہلو۔ مختصر طور پر ان کا یہ قاعدہ بورژوازی پر فتح حاصل کرنے کا تھا جس کو انھوں نے زبان پر فتح حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا تھا یعنی کام کے لئے انتہائی سخت طریقے کا استعمال۔ اور اس کے بارے میں بات‌چیت سے لینن کو بڑی دلچسپی تھی۔

وہ اپنی نشست پر جھک گئے، ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ اشاروں سے اپنے الفاظ کو زوردار بنا رہے تھے۔ ہمارے ساتھی رپورٹر رشک سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ لینن مخالفین کی مجرمانہ حرکتوں کو بےنقاب کر رہے ہیں یا ہم کو سوویتوں کا خفیہ منصوبہ بتا رہے ہیں یا ہم میں انقلاب کے لئے زیادہ ولولہ پیدا

کیا گیا تھا۔ یہ بیورو غیرملکی مصنفوں اور پروپیگنڈا کرنےوالوں پر مشتمل تھا اور مختلف اشاعتوں کی تقسیم اور سامراجی طاقتوں کی فوجوں میں پروپیگنڈے کا کام کرتا تھا۔

3*

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - ایسے نازک موقع پر عظیم روسی ریاست کے سربراہ کے دماغ میں ایسے ہی موضوعات اتنا زیادہ جوش پیدا کرسکتے تھے - لیکن یہ رپورٹر غلطفہمی میں مبتلا تھے - روس کے وزیراعظم یہ وضاحت کرر ہے تھے کہ کسی غیرملکی زبان کو کیسے سیکھنا چاہئے اور اس مختصر سی دوستانہ گفتگو کے بہلاوے سے لطف‌اندوز ہو رہے تھے -

زبردست بحث‌مباحثے کے انتہائی کشیدہ ماحول میں جب لینن کے مخالفین ان کو بےرحمی سے اپنا نشانہ بناتے لینن بڑی سنجیدگی اور سکون سے بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی اس ماحول میں مذاق کا کوئی پہلو بھی نکال لیتے - سوویتوں کی چوتھی کانگرس میں تقریر کرنے کے بعد وہ مجلس صدارت میں اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تاکہ اپنے پانچ مخالفین کے حملوں کو سن سکیں - جب بھی لینن یہ خیال کرتے کہ ان کے خلاف پیش کیا ہوا نکتہ اچھا تھا تو وہ کھل کر مسکراتے اور تالیوں میں بھی ساتھ دیتے اور جب کوئی نکتہ مضحکہ انگیز لگتا تو وہ طنزیہ مسکراتے اور اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو ملا کر بجاتے -

نجی بات‌چیت میں لینن کا رویہ

صرف ایک بار میں نے لینن میں تھکن کی علامت دیکھی - وزیروں کی کونسل کا ایک جلسہ آدھی رات کو ختم ہوا اور وہ اپنی بیوی اور بہن کےساتھ ”نیشنل،، ہوٹل کی لفٹ میں داخل ہوئے - ”شام بخیر،، انھوں نے تھکے ہوئے انداز میں کہا اور پھر بولے ”نہیں، یہ تو صبح بخیر ہے - میں سارے رات و دن باتیں کرتا رہا ہوں اور میں تھک گیا ہوں - میں لفٹ سے جارہا ہوں حالانکہ مجھے دوسری منزل تک جانا ہے -،،

صرف ایک بار میں نے ان کو بڑی عجلت میں دیکھا - یہ فروری میں ہوا جب تاوریچیسکی محل پھر زوردار ٹکر کا میدان بن گیا تھا - وہاں جرمنی کےساتھ جنگ یا امن کے سوال پر بحث ہورہی تھی - اچانک لینن آگئے اور تیز اور جوشیلی چال سے وہ طویل ہال میں پلیٹ‌فارم کے داخلے کی طرف تقریباً دوڑ رہے تھے - پروفیسر چارلس کونتس اور میں

ان کی تاک میں تھے اور ہم نے ان کو یہ کہہ کر روکا "صرف ایک منٹ، کامریڈ لینن ۔"

انھوں نے اپنی تیز چال یکدم روک دی اور فوجی انداز میں بالکل سیدھے کھڑے ہوگئے اور بڑی سنجیدگی سے جھکتے ہوئے انھوں نے کہا "مہربانی کرکے مجھے اس بار جانے دیجئے، کامریڈ ۔ میرے پاس ایک سکنڈ بھی نہیں ہے ۔ ہال میں لوگ میرا انتظار کرر ہے ہیں ۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کریں گے، مہربانی ہوگی" ۔ ایک بار انھوں نے پھر سر جھکایا اور ہاتھ ملا کر تیزی سے روانہ ہوگئے ۔

ایک بالشویک دشمن ویلکوکس ذاتی تعلقات میں لینن کی نرمی کے بارے میں بتاتا ہے کہ ایک انگریز تاجر نے اپنے خاندان کو خطرناک حالت سے بچانے کےلئے لینن کی ذاتی مدد لینی چاہی ۔ اور اس نے اس "خونخوار ظالم" کو نرم مزاج، بااخلاق اور ہمدرد پایا جو ہر طرح کی امکانی مدد کرنا چاہتا تھا ۔

واقعہ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی وہ ضرورت سے زیادہ بااخلاق معلوم ہوتے تھے، مبالغے کی حد تک ۔ ممکن ہے کہ یہ انگریزی زبان کے استعمال کی وجہ سے ہو جس کے واسطے انھوں نے پر اخلاق بات‌چیت کی تفصیلی شکلیں کتابوں سے حاصل کی تھیں ۔ زیادہ غالب یہ بات ہے کہ لوگوں سے بات‌چیت کرنے کےلئے ان کا یہی طریقہ رہا ہو کیونکہ لینن بہت سی دوسری باتوں کی طرح اس میں بھی اعلی صلاحیت رکھتے تھے ۔ وہ غیرضروری لوگوں پر اپنا وقت ضایع کرنا نہیں چاہتے تھے ۔ ان کے یہاں پیش کمرے میں یہ نوٹس لگا تھا :

"ملاقاتیوں کو اس بات کا لحاظ رکھنا ہے کہ وہ جس شخص سے باتیں کرنے جا رہے ہیں اس کو بہت زیادہ کام ہے ۔ وہ لوگوں سے درخواست کرتا ہے کہ جو کچھ انھیں کہنا ہو وہ اس کو وضاحت اور اختصار کے ساتھ کہیں ۔"

لینن تک پہنچنا مشکل تھا ۔ لیکن اگر ایک بار آپ پہنچ گئے تو وہ ہمہ‌تن آپ کےلئے ہوتے تھے ۔ وہ اپنی ساری توجہ اس حد تک آپ پر مرکوز کر دیتے کہ آپ گھبرانے لگتے ۔ پراخلاق اور تقریباً پرجوش صاحب سلامت کے بعد وہ آپ سے اتنے قریب آجاتے کہ ان کا

چہرہ زیادہ سے زیادہ آپ سے ایک فٹ دور رہ جاتا اور آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر اس طرح دیکھتے جیسے وہ آپ کے دماغ کے انتہائی اندرونی خانوں کو چھان رہے ہیں اور آپ کی روح کی گہرائیوں میں اتر گئے ہیں ۔ صرف مالینوفسکی جیسا بےحیا جھوٹا ان کی گہری نگاہوں سے متاثر نہیں ہوسکتا تھا ۔

ہماری ملاقات اکثر ایک سوشلسٹ سے ہوتی تھی جس نے ۱۹۰۵ء میں ماسکو کی بغاوت میں حصہ لیا تھا اور سڑکوں کی مورچہ بندیوں پر بھی خوب لڑا تھا ۔ جاہ طلبی اور زندگی میں عیش‌وآرام کی خواہش نے اس کے دل سے وہ پہلا پرخلوص جوش ختم کر دیا تھا ۔ اب اس نے خوش‌حال آدمی کا رویہ اختیار کر لیاتھا اور ایک برطانوی اخباری سنڈیکیٹ اور پلیخانوف* کے اخبار ”یدینستوو ،،(اتحاد) کے نامہ‌نگار کی حیثیت سے کام کررہا تھا ۔ بورژوا مصنفوں کو لینن تضیع اوقات کرنےوالا سمجھتے تھے ۔ لیکن اپنی سابق انقلابی روئداد دکھا کر اس نے لینن سے ملاقات کا وقت حاصل کرلیا اور جب وہ ان سے ملنے گیا تو بہت خوش تھا لیکن چند گھنٹے بعد جب میں اس سے ملا تو وہ بہت گھبرایا ہوا تھا ۔ اس نے مجھے بتایا :

”میں جب لینن کے دفتر گیا تو میں نے ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں اپنے رول کا ذکر کیا ۔ لینن میرے قریب آگئے اور بولے ” ہاں ، کامریڈ ، لیکن آپ اس انقلاب کےلئے کیا کر رہے ہیں ؟ ،، ان کا چہرہ میرے چہرے سے صرف چھہ انچ کے فاصلے پر تھا اور ان کی آنکھیں میری آنکھوں سے دوچار تھیں ۔ میں نے ماسکو میں سڑک کی مورچہ‌بندیوں پر اپنے کارنامے کے پرانے دنوں کا ذکر کیا اور ایک قدم پیچھے ہٹ

---

* پلیخانوف ، گ ۔ و ۔ (۱۹۱۸ء — ۱۸۵۶ء) — روس میں مارکس‌ازم کا پہلا پروپیگنڈا کرنےوالا ، مادی عالمی نقطۂنظر کا اٹل وکالت کرنےوالا ، روسی اور بین‌اقوامی مزدور طبقے کی تحریک کا نمایاں کارکن ۔ ساتھ ہی اس نے اپنے فلسفیانہ اور سیاسی نظریات اور عملی سرگرمیوں میں سنگین غلطیاں کیں ۔ وہ منشویکوں کا ایک لیڈر تھا اور پہلی عالمی جنگ میں اس نے سوشل شاونزم کا رویہ اختیار کیا ۔

گیا- لیکن لینن ایک قدم آگے بڑھ آئے اور میری آنکھوں سے اپنی آنکھیں نہیں ہٹائیں اور پھر کہا ''ہاں کامریڈ، لیکن آپ اس انقلاب کے لئے کیا کر رہے ہیں؟''، یہ بالکل ایکس رے تھا جیسے وہ میرے پچھلے دس سال کے سارے کام دیکھ رہے ہوں۔ میں اس کو برداشت نہ کر سکا اور ایک مجرم بچے کی طرح سر جھکا لیا۔ میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن نہ کہہ سکا۔ مجھے وہاں سے چلے آنا پڑا''۔ چند دن بعد اس شخص نے اپنی زندگی کو اس انقلاب سے وابستہ کرلیا اور سوویت نظام کا کارکن بن گیا۔

لینن کا خلوص اور تصنع سے ان کی نفرت

لینن کی طاقت کا ایک راز ان کا زبردست خلوص ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے خلوص رکھتے تھے۔ وہ انقلابی صفوں میں نئے نئے مجاهدوں کے آنے سے خوش ضرور ہوتے تھے لیکن کسی کو اپنی طرف کھینچنے کےلئے کام کی نوعیت کے بارے میں سبزباغ نہیں دکھاتے تھے بلکہ مشکلات کو کچھ بڑھا کر ہی پیش کرتے تھے۔ لینن کی بہت سی تقریروں میں اس خیال پر زور ہوتا تھا کہ '' بالشویک جس منزل تک پہنچنے کی کوشش کررہے ہیں وہ اتنی دور ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم روس کو دشوارگذار راستے سے لائے ہیں، لیکن جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اس میں ہمارے زیادہ دشمن پیدا ہونگے، زیادہ مصیبتوں سے سابقہ پڑیگا۔ ماضی مشکل رہا ہے اور مستقبل اس سے بھی زیادہ مشکل ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ مشکل جس کا تصور کیا جا سکتا ہے''۔ یہ کوئی دلکش وعدہ نہیں تھا۔ کوئی ہتیار سنبھالنے کی حسب معمول پکار نہ تھی! پھر بھی جس طرح اٹلی کے لوگ گیری بالڈی کے گرد جمع ہوگئے تھے جس نے زخموں، قید اور موت کی ہی پیش کش کی تھی اسی طرح روسی لینن کے گرد جمع ہوگئے۔ یہ بات ان لوگوں کےلئے ذرا مایوس کن تھی جو اس لیڈر سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ اپنے مقصد کی زوردار تعریف‌وتوصیف کریگا اور اپنی طرف رجوع ہونےوالوں پر زور دیگا کہ وہ اس کے ساتھ آجائیں۔ لینن نے اس خواہش کو اندر سے ہی ابھرنے کےلئے چھوڑدیا۔

لینن اپنے سخت دشمنوں کے ساتھ بھی خلوص برتتے ھیں - ایک انگریز نے ان کی غیرمعمولی فراخ دلی کا ذکر کرتے ھوئے بتایا ھے کہ لینن کا رویہ یہ تھا : ” ذاتی طور پر میں آپ کے خلاف نہیں ھوں - سیاسی طور پر ، بہرحال آپ میرے دشمن ھیں اور مجھے آپ کی بربادی کےلئے ھر وہ ممکن ھتیار استعمال کرنا چاھئے جس کا میں تصور کر سکتا ھوں - آپ کی حکومت میرے خلاف یہی کرتی ھے - اچھا آئیے کوئی ایسا راستہ تلاش کریں کہ ایک دوسرے کی زندگی میں خلل ڈالے بغیر بسر کر سکیں - “

خلوص کا یہ چھاپہ ان کی ساری پبلک تقریروں میں پایا جاتا ھے - لینن اس عام سازوسامان سے عاری ھیں جو سیاست‌دانوں اور مدبروں کے پاس ھوتا ھے یعنی دھوکا ، چمچماتے ھوئے شاندار الفاظ کی بھرمار اور بناوٹ - ایسا محسوس ھوتا ھے جیسے وہ اگر چاھیں بھی تو وہ کسی کو دھوکا نہیں دے‌سکتے اور انھیں اسباب سے وہ اپنے کو بھی دھوکا نہیں دے‌سکتے - وہ سوچنے کا سائنسی رویہ رکھتے ھیں اور واقعی باتوں کے شیدائی ھیں -

حصول اطلاعات کےلئے ان کی لائنیں ھر سمت پھیلی ھوئی تھیں جو ان کےلئے کثیر تعداد واقعات فراھم کرتی تھیں - ان کو وہ تولتے ، چھانتے اور جانچتے تھے - پھر وہ ان کو حکمت عملی کے ماھر ، ایک ایسے ماھر کیمیاداں کی حیثیت سے جو سماجی عناصر میں کام کر رھا ھو ، ایک ریاضی‌داں کی حیثیت سے استعمال کرتے تھے - وہ کسی موضوع کو اس طرح لیتے تھے :

” ھمارے لئے اھم واقعات یہ ھیں — ایک ، دو ، تین ، چار ... “ اس طرح وہ مختصر طور سے ان کا شمار کرتے تھے - ” اور ھمارے خلاف عناصر یہ ھیں “ - اور اسی طرح وہ ان کو بھی گنتے تھے : ” ایک ، دو ، تین ، چار — کیا اور کوئی بھی ھیں ؟ “ وہ سوال کرتے - ھم کوئی اور واقعہ سوچنے کےلئے اپنے دماغ پر زور دیتے لیکن عام طور پر یہ بے‌سود ھوتا - وہ دونوں طرف کے نکات کی وضاحت کرتے جو حق میں اور اس کے خلاف ھوتے - وہ اپنے اندازے کو اس طرح لگاتے جیسے ریاضی کا کوئی سوال حل کر رھے ھوں -

کسی واقعے کی تعریف و توصیف میں وہ ولسن * سے بالکل مختلف ہیں۔ ولسن تو الفاظ کے استاد کی حیثیت سے سارے موضوعات کو چمچماتے فقروں سے سج کر لوگوں کو چوندھیا دیتے ہیں اور محو کر لیتے ہیں، ان کو مکروہ حقائق اور بھونڈے معاشی واقعات کی طرف سے اندھا بنا دیتے ہیں۔ لینن ایک سرجن کی طرح اپنا نشتر لیکر آتے ہیں۔ وہ سادے معاشی مقاصد پر سے پردہ اٹھا دیتے ہیں جو سامراجیوں کی شاندار لفاظی کے پیچھے چھپے ہوتے ہیں۔ سامراجیوں کے اعلانوں کو انہوں نے روسیوں کے سامنے بالکل بےنقاب اور عریاں کردیا ہے اور اس کا پردہ فاش کردیا ہے کہ ان کے خوش کن وعدوں کے پیچھے استحصال کرنےوالوں کا سیاہ اور سخت ھاتھ پنہاں ہے۔

وہ دائیں بازو کے لفاظوں کے لئے جتنے سخت ہیں اتنے ہی بائیں بازو کے لفاظوں کے بھی جو حقیقت سے بچکر انقلابی نعروں میں پناہ لیتے ہیں۔ وہ اس کو اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ "انقلابی جمہوری شیریں بیانی میں تلخی‌وترشی شامل کر دیں"، اور وہ جذباتی لوگوں اور نعرےبازوں کی خاطر تیز طنزومزاح سے کرتے ہیں۔

جب جرمن سرخ دارالحکومت پر دھاوا بول رہے تھے تو تاروں کا ایک سیلاب پورے روس سے اسمولنی آرہاتھا۔ ان تاروں میں لوگ حیرت، دھشت اور غم‌وغصے کا اظہار کرتے تھے۔ وہ ان تاروں کو ایسے نعروں سے ختم کرتے تھے "ناقابل تسخیر روسی پرولتاریہ زندہ باد!"، "سامراجی لٹیرے مردہ باد!"، "ہم اپنے آخری قطرۂ خون تک انقلاب کے دارالحکومت کی حفاظت کریں گے!"

لینن نے ان تاروں کو پڑھا اور پھر تمام سوویتوں کو تار بھیجے جن میں ان سے درخواست کی کہ وہ مہربانی کرکے پیٹروگراد کو انقلابی جملے نہیں بلکہ سپاہی بھیجیں اور یہ بھی بالکل ٹھیک بتائیں کہ کتنے رضاکار انہوں نے بھرتی کئے ہیں اور اسلحہ، سامان جنگ اور غذائی حالات کے بارے میں ٹھیک ٹھیک رپورٹ روانہ کریں۔

---

* ولسن، و — ۲۱ — ۱۹۱۳ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کا صدر تھا۔

جرمنوں کی پیش قدمی کے ساتھ غیرملکی فرار ہونے لگے۔ روسیوں کو اس بات پر ذراحیرت ہوئی کہ وہی لوگ جو چیخ چیخ کر یہ کہہ رہے تھے کہ ''ھنوں کو مار دو !''، جب ھن اتنے قریب آگئے کہ ان کو قتل کیا جا سکے تو یہ سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اچھا ہوتا اگر میں اس هجرت میں شریک ہو جاتا لیکن بکتربند گاڑی پر جو عہد میں نے کیا تھا اس نے میرا دامن تھاما اور میں سرخ فوج میں شامل ہو گیا۔ بائیں بازو کے بالشویک بوخارین نے زور دیا کہ مجھے لینن سے ملنا چاہئے۔

''مبارک، مبارک !''، لینن نے کہا۔ ''ابھی تو ہماری حالت بہت خراب معلوم ہوتی ہے۔ پرانی فوج نہیں لڑیگی اور نئی فوج محض کاغذ پر ہے۔ پسکوف مزاحمت کے بغیر دشمن کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ تو جرم ہے۔ وہاں کی سوویت کے صدر کو گولی مار دینا چاہئے۔ ہمارے مزدور بڑے پرایثار اور جوانمرد ہیں۔ لیکن نہ تو کوئی فوجی تربیت ہے اور نہ ڈسپلن۔''

اس طرح انہوں نے تقریباً بیس مختصر جملوں میں صورت‌حال بتائی اور آخر میں کہا ''میں امن کے سوا اور کوئی راستہ نہیں دیکھتا۔ بہرحال سوویت جنگ کے حق میں ہوسکتی ہے۔ پھر بھی انقلابی فوج میں شامل ہونے کے لئے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ روسی زبان سے آپ کی جدوجہد کے بعد اب آپ کو جرمنوں سے لڑنے کی اچھی ٹریننگ حاصل ہو گئی ہوگی۔''، پھر ایک لمحہ تک کچھ سوچکر انہوں نے یہ اضافہ کیا :

''ایک بدیسی تو زیادہ لڑ نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ آپ اور بھی ڈھونڈ نکالیں''۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ایک دستہ منظم کرنے کی کوشش کرونگا۔

لینن راست اقدام کرنےوالوں میں سے تھے۔ ایک بار کوئی منصوبہ بن جائے تو وہ اس کو فوراً عمل میں لاتے تھے۔ وہ سوویت کمانڈر کریلینکو کو ٹیلی‌فون کرنے کے لئے مڑے۔ اسمیں کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے قلم لیا اور ان کو ایک پرچہ لکھا۔

رات ہوتے ہوتے ہم نے بین اقوامی دستہ منظم کر لیا اور اسمیں شامل ہونے کے لئے غیرملکی زبانیں جاننےوالے تمام لوگوں سے اپیل جاری کر دی - لیکن لینن نے معاملے کو یہیں نہیں چھوڑا- وہ شاندار طریقے سے کسی چیز کا محض افتتاح کرکے مطمئن ہو جانےوالے نہیں تھے - وہ اس کو متواتر اور تفصیل کے ساتھ جاری رکھتے تھے - دو بار انھوں نے ''پراودا،، کو ٹیلی‌فون کرکے اس اپیل کو روسی اور انگریزی میں چھاپنے کی ھدایت کی اور پھر اس کو سارے ملک میں بذریعہ تار نشر کرنے کا حکم دیا - اس طرح جنگ کی مخالفت کرتے ہوئے، خصوصاً ان لوگوں کی جو اس کے بارے میں اپنے کو انقلابی جملوں سے مست بنا رہے تھے ، لینن اس کی تیاری کے لئے ہر طاقت کو مجتمع بھی کر رہے تھے -

انھوں نے سرخ گارڈوالوں کے ساتھ ایک موٹر پیٹر اور پال کے قلعہ بھیجکر انقلاب مخالف فوجی عملے کے مقید لوگوں کو بلوایا -

جب جنرل ان کے دفتر میں آئے تو لینن نے کہا ''حضرات میں نے آپ کو ماہرانہ مشورہ حاصل کرنے کے لئے یہاں بلایا ھے - پیٹروگراد خطرے میں ھے - کیا آپ اس کے دفاع کے لئے فوجی طریقۂ کار مرتب کریں گے ؟،، وہ لوگ تیار ہو گئے -

''یہ رہیں ہماری فوجیں،، لینن نے نقشے پر اپنی فوجوں، فوجی سامان اور ریزرو کی جگہ بتاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی - ''اور یہ ھیں دشمن کی فوجوں کی تعداد اور تعیناتی کے بارے میں ہماری تازہ‌ترین خبریں - اب اگر جنرلوں کو اور کسی بات کی ضرورت ہو تو وہ مانگ سکتے ھیں - ،،

انھوں نے کام شروع کر دیا اور شام ہوتے ہوتے انھوں نے اپنے بحث‌مباحثے کے نتائج پیش کر دئے - پھر جنرلوں نے ملتجی انداز میں کہا ''کیا اب وزیراعظم مہربانی کر کے ہمیں زیادہ اچھی رہائش دے سکیں گے ؟،،

''مجھے بہت افسوس ھے،، لینن نے جواب دیا ''کبھی اور، اس وقت نہیں - حضرات، ممکن ھے کہ آپ کی رہائش‌گاہ آرام‌دہ نہ ہو لیکن اس‌کی خوبی یہ ھے کہ وہ بہت محفوظ ھے،،- فوجی عملے کے لوگوں کو پیٹر اور پال کے قلعہ واپس کر دیا گیا-

یہ صاف ہے کہ مدبر اور دوراندیش کی حیثیت سے لینن کی صلاحیت کسی پراسرار وجدان یا ملکوتی طاقت کا نتیجہ نہ تھی بلکہ ان کی اس قابلیت سے پیدا ہوتی تھی کہ وہ معاملے کے سارے واقعات کو یکجا کر لیتے تھے اور پھر ان کو استعمال کرتے تھے۔ انھوں نے یہ قابلیت اپنی تصنیف ”روس میں سرمایہ‌داری کا ارتقا“ میں دکھائی ہے۔ اسمیں انھوں نے اپنے زمانے کے معاشی نظرئیے کو اس بات پر زور دیکر چیلنج کیا ہے کہ آدھے روسی کسان پرولتاریہ بن‌چکے ھیں اور اس کے باوجود کہ ان کے پاس کچھ زمینیں ھیں یہ کسان عملی طور پر ”چھوٹا قطعۂ زمین رکھنےوالے اجرتی مزدور ھیں“۔ یہ ایک زوردار دعوی تھا جس کی تصدیق بعد کے برسوں میں تفتیش سے ہوئی۔ لینن نے اس کے بارے میں محض قیاس‌آرائی نہیں کی تھی۔ انھوں نے زیمستوا اور دوسرے شعبوں سے اعدادوشمار حاصل کئے تھے۔

ایک بار پیٹرس کے ساتھ لینن کے وقار کے بارے میں بات‌چیت ہو رہی تھی۔ پیٹرس نے کہا ”اکثر ھماری پارٹی کے بند اجلاسوں میں لینن نے صورت حال کے اپنے تجزئے کی بنیاد پر بعض تجاویز پیش کیں۔ ہم نے ان کو نامنظور کر دیا۔ بعد کو ایسا ہوا کہ لینن کی بات ٹھیک نکلی اور ھماری غلط“۔ طریقۂ کار کے سوال پر لینن اور پارٹی کے دوسرے ممبروں کے درمیان طویل بحث‌مباحثے چلتے رہے جن میں بعد کے واقعات نے عام طور پر لینن کے اندازے کو صحیح ثابت کیا۔

کامینیف اور زینوویف جیسے ممتاز بالشویکوں کا خیال تھا کہ مجوزہ نومبر انقلاب میں کامیابی نا ممکن ہے۔ لینن نے کہا ”ناکامیابی نا ممکن ھے“۔ لینن کی بات ٹھیک نکلی۔ بالشویکوں نے ایک قدم اٹھایا اور سرکاری اقتدار ان کے ھاتھ میں آ گیا۔ جس آسانی سے اس کی تکمیل ہوئی اسپر بالشویکوں سے زیادہ کسی کو حیرت نہیں ہوئی۔

دوسرے بالشویک لیڈر یہ کہتے تھے کہ وہ اقتدار تو حاصل کر سکتے ھیں لیکن اس کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ لینن نے کہا ”ہر دن ھمارے لئے نئی طاقت لائےگا“۔ لینن کی بات ٹھیک تھی۔

دشمنوں کے خلاف دو سال تک لڑتے ہوئے جو ان کو ہر طرف سے گھیرے تھے سرخ فوج ہر محاذ پر بڑھ رہی تھی۔

تروتسکی جرمنوں کے ساتھ کرشمہ سازی کرتے اور ان کو جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے رہے لیکن معاہدے پر دستخط سے انکار کر گئے۔ لینن نے کہا ”ان کے ساتھ کھلواڑ مت کرو۔ معاہدے کی پہلی پیش کش پر دستخط کر دو، معاہدہ چاہے جتنا برا کیوں نہ ہو، نہیں تو ہمیں اس سے بھی بدتر پر دستخط کرنے پڑیں گے۔“ پھر لینن کی بات ٹھیک نکلی۔ روسیوں کو بریست کی ”قزاقانہ“ اور ”لٹیری“ صلح کرنی پڑی۔

۱۹۱۸ء کی بہار میں جبکہ ساری دنیا جرمن انقلاب کے خیال کا مذاق اڑا رہی تھی اور قیصر کی فوج فرانس میں اتحادیوں کی لائن کو توڑ پھوڑ رہی تھی اینن نے مجھ سے ایک گفتگو میں کہا ”قیصر کا زوال اسی سال ہوگا۔ یہ بالکل یقینی ہے“۔ نو مہینے بعد قیصر نے خود اپنے لوگوں سے فرار اختیار کیا۔

اپریل ۱۹۱۸ء میں لینن نے مجھسے کہا ”اگر آپ امریکہ واپس جا رہے ہیں تو آپ کو جلد روانہ ہو جانا چاہئے۔ ورنہ امریکی فوجیں آپ کو سائبیریا میں ہی ملیں گی“۔ یہ ایک حیرت‌انگیز بیان تھا کیونکہ اس وقت ماسکو میں ہم لوگ یہ یقین کرنے لگے تھے کہ امریکہ نئے روس کے لئے صرف زبردست خیرسگالی کا حامل ہے۔ میں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا تھا ”یہ ناممکن ہے اور ریمنڈ روبنس کا تو خیال ہے کہ سوویت حکومت کو مان لینے تک کا امکان ہے“۔

”ہاں“ لینن نے کہا ”لیکن روبنس تو امریکہ کی اعتدال‌پرست بورژوازی کے نمائندے ہیں۔ وہ تو امریکی پالیسی کا تعین نہیں کرتے۔ یہ تو مالیاتی سرمایہ کرتا ہے اور مالیاتی سرمایہ سائبیریا پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے وہ امریکی فوجیں بھیجے گا“۔ میرے خیال میں یہ نقطۂ نظر ناقابل قبول تھا۔ لیکن بعد میں ۲۹ جون ۱۹۱۸ء کو میں نے اپنی آنکھوں سے ولادی‌واستوک میں امریکی فوجیں اترتے دیکھا جبکہ زار کے حامیوں، چیک، برطانوی، جاپانی اور دوسرے اتحادیوں نے سوویت ریپبلک کا جھنڈا اتار کر پرانی زارشاہی کا جھنڈا بلند کیا۔

لینن کی اکثر پیش گوئیوں کی تصدیق واقعات نے اس طرح کی ہے کہ مستقبل کے متعلق ان کے خیالات کو کم ازکم دلچسپ تو کہا ھی جا سکتا ہے ۔ یہاں اس مشہور انٹرویو کا خلاصہ دیا جا رہا ہے جو لینن نے نادو کو دیا تھا اور جو اپریل ۱۹۱۹ء میں پیرس کے اخبار «Temps» میں شایع ہوا تھا ۔

”دنیا کا مستقبل ؟“ لینن نے کہا ”میں پیغمبر تو ہوں نہیں لیکن اتنا یقینی ہے کہ سرمایہ‌دار ریاست جس کی ایک مثال انگلستان ہے مر رہی ہے ۔ پرانے نظام کا زوال یقینی ہے ۔ جنگ سے جو معاشی حالات پیدا ہوئے ہیں وہ ہمیں نئے نظام کی طرف لئے جا رہے ہیں ۔ انسانیت کا ارتقا ناگزیر طور پر سوشلزم کی طرف جارہا ہے ۔

”چند سال پہلے کون اس پر یقین کر سکتا تھا کہ امریکہ میں ریلوے کو قومی بنانا ممکن ہے ؟ اور ہم نے دیکھا کہ حکومت نے سارا اناج بھی خریدا تاکہ اس کو ریاست کے زیادہ سے زیادہ فائدے کے لئے استعمال کر سکے ۔ ریاست کے خلاف جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے اس سے یہ ارتقا نہیں رکا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ کنٹرول کے نئے طریقے نکالنا اور مرتب کرنا چاہئے تاکہ خرابیوں کو دور کیا جاسکے ۔ لیکن ریاست کو اقتدار اعلی حاصل کرنے سے روکنے کی کوشش بےسود ہے ۔ کیونکہ ناگزیر تو ہو کر رہے گا اور خود اپنے زور سے ہوگا ۔ انگریز کہتے ہیں : «The proof of the pudding is in the eating» (مٹھائی کا مزا تو اس کو کھا کر ھی جانا جاتا ہے) ۔ اب آپ سوشلسٹ مٹھائی کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں لیکن اس کو ساری قومیں کھاتی ہیں اور زیادہ کھاتی جائیں گی ۔

”آخر میں خلاصہ یہ ہے ۔ تجربہ ثابت کرتا ہے کہ ہر قوم سوشلزم کی طرف اپنے خاص طریقے سے جا رہی ہے ۔ اس کی بہت سی عبوری شکلیں اور مختلف صورتیں ہونگی لیکن یہ ایک ھی انقلاب کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ھی مقصد کی طرف جاتی ہیں ۔ اگر فرانس یا جرمنی میں سوشلسٹ حکومت قائم ہوجائے تو بمقابلہ روس کے اس کو وہاں مستحکم بنانا کہیں زیادہ آسان ہوگا کیونکہ مغرب میں سوشلزم کو ایسے ڈھانچے ، تنظیمیں ، ہر طرح کے ذہنی ذرائع اور مواد مل جائیں گے جو روس میں نہیں ہیں ۔“

” ہر ایک ایماندار بالشویک پر ۳۹ بدمعاشوں اور ٦٠ احمقوں کا اوسط ھے ،،- یہ جملہ لینن سے منسوب کر کے بڑے پیمانے پر پھیلایا جاتا تھا تاکہ لینن کو ایک بڑے امیر کی حیثیت سے پیش کیا جائے جو عوام پر حقارت کے ساتھ اعتبار نہیں کرتا - اس عجیب الزام کی حمایت میں پندرہ سال پہلے کے ایک بیان کو کھود کر نکالا گیا ھے - اسمیں کہا گیا ھے کہ مزدور طبقوں نے اپنے آپ صرف ٹریڈ یونین کے شعور کو فروغ دیا یعنی تنظیم ، مل مالکوں کے خلاف ھڑتال ، آٹھ گھنٹے کے کام کے وقت کی مانگ وغیرہ کا شعور - لیکن مزدوروں کو سوشلزم کے خیالات زیادہ تر باھر سے ، دانش وروں سے ملے ھیں -

یہ سچ ھے کہ لینن اور سوویت حکومت نے اپنے تمام اقدامات اور فرمانوں میں یہ دکھایا ھے کہ وہ ماھرین کی کتنی قدر کرتے ھیں - ھر شعبے میں لینن ماھر کی عزت کرتے ھیں - وہ جنرلوں کو ، خواہ وہ زار کے زمانے کے ھی کیوں نہ ھوں ، فوجی امور میں مستند سمجھتے ھیں - اگر جرمن مارکس لینن کے لئے انقلابی طریقۂ کار میں مستند ھے تو پیداوار کی کارکردگی میں وہ امریکی ٹیلر کو مستند مانتے ھیں - انھوں نے ھمیشہ اچھے محاسبوں ، بڑے انجنیروں اور ھر شعبے میں ماھروں پر زور دیا - انھیں یقین تھا کہ سوویتیں ایسا مقناطیس بن جائیں گی کہ وہ پوری دنیا سے ماھرین کو اپنی طرف کھینچیں گی - ان کو یقین تھا کہ یہ لوگ سوویت نظام میں اپنی تخلیقی قابلیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے بمقابلہ کسی اور نظام کے زیادہ وسیع میدان پائیں گے -

کہا جاتا ھے کہ ھیری‌مان کو اپنی زبردست ریلوے لائن چالو کرنے میں اتنی پریشانی نہیں ھوئی تھی جتنی کہ اس کے لئے پیسہ فراھم کرنے میں - سوویت نظام کے تحت اس کو اپنی قوت عمل انتظامی معاملات سے پیسہ فراھم کرنے کی طرف نہ منتقل کرنی پڑتی - کیونکہ سوویت نظام کے تحت معاشی اختیارات اس طرح ناظم اعلی کو سپرد ھوتے ھیں جیسے ھم سیاسی اختیارات اپنی امریکی کانگرس کے نمائندے کو دیتے ھیں - اس کو روس کے پورے وسائل بروئے کار لانے کے لئے سپرد کر دئے جاتے ھیں - اس کے علاوہ سوویت نظام کے تحت روس

میں انجنیر یا ناظم کو نہ صرف اس کی زبردست دولت کو بروئے کار لانے کا کام سپرد کیا جاتا ھے بلکہ اس کو محنت کی پرجوش اور جاندار طاقت بھی دی جاتی ھے تاکہ وہ اس دولت کو کام میں لاسکے۔

مؤخرالذکر صورت حال سرمایہ‌دار نظام میں نہیں پائی جاتی ھے جہاں مزدور کی سب سے بڑی دلچسپی اس کی اجرت ھوتی ھے نہ کہ کام اور جہاں انتظامی محکمے اور محنت کی طاقت میں متواتر ٹکراؤ ھوتا رھتا ھے۔ سوویت نظام کے تحت، لوگوں کی عملی قوتیں پیداوار کی تقسیم کے لئے جھگڑا کرنے میں ضایع ھونے کے بجائے اور زیادہ پیداوار کرنے کے فریضے کے لئے آزادی پاتی ھیں۔ لینن کو یقین تھا کہ سوویت نظام زبردست نتائج کا حامل ھوگا کیونکہ وہ عوام کی سرگرم اور نئی تخلیقی قوتوں کو بیدار کرتا ھے اور ساتھ ھی عالموں اور ماھروں کو عمل کی پوری آزادی عطا کرتا ھے۔

سماجی طاقتوں کا جائزہ لیتے ھوئے لینن نے ھر طرح کے عناصر کی اقداربندی کی ھے۔ دانش‌وروں کا انقلاب سے پہلے اور بعد میں بھی اپنا رول رھا ھے۔ ایجی‌ٹیشن کرنے‌والوں کی حیثیت سے انھوں نے انقلاب کو ممکن بنایا اور ماھرین کی حیثیت سے وہ اپنے ھنر اور ٹکنیک کے ذریعہ انقلاب مستقل اور مستحکم بنا سکتے ھیں۔

لینن کا رویہ امریکیوں، سرمایہ‌داروں اور مراعات کی طرف

لینن امریکی ماھرین ٹکنیک، انجنیروں اور ناظموں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہ ایسے پانچ ھزار لوگ فوراً چاھتے تھے اور ان کو سب سے زیادہ اونچی تنخواھیں دینے کے لئے تیار تھے۔ امریکہ کی طرف خاص طور سے جھکے ھونے کے لئے ان پر برابر حملے کئے جاتے تھے۔ درحقیقت ان کے دشمن حقارت کے ساتھ ان کو "وال سٹریٹ کے بینکروں کا ایجنٹ" کہتے تھے اور گرما گرم بحثوں میں انتہائی بائیں بازووالے یہ الزام ان کے منہ پر کھینچ مارتے تھے۔

دراصل امریکی سرمایہ‌دار نظام لینن کے لئے دوسرے ملکوں کے سرمایہ‌دار نظام سے کم برا نہ تھا۔ لیکن امریکہ اتنی دور تھا کہ وہ سوویت روس کی زندگی کے لئے براہ راست خطرناک نہ تھا۔ اور پھر اس

نے سوویت روس کی ضرورتوں کے مطابق ماہر اور سامان بھی دیا۔ ” تو پھر دونوں ملکوں میں ایک مخصوص سمجھوتہ باہمی مفاد کے لئے کیوں نہ کیا جائے ؟ ،، لینن نے سوال کیا۔

لیکن کیا کسی کمیونسٹ ریاست کے لئے ایک سرمایہ‌دار ریاست سے کاروباری تعلقات رکھنا ممکن ہے ؟ کیا ریاست کی یہ دو شکلیں پہلو بہ پہلو رہ سکتی ہیں ؟ یہ سوالات فرانسیسی صحافی‌نادو نے لینن سے کئے۔

” کیوں نہیں ؟ ،، لینن نے جواب دیا۔ ” ہم ماہرین ٹکنیک ، سائنس‌داں اور نوع بنوع صنعتی سامان چاہتے ہیں۔ یہ بات صاف ہے کہ ہم خود اس ملک کے وسیع وسائل کو ترقی دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ایسے حالات میں ، خواہ یہ ہمارے لئے ناخوشگوار ہی کیوں نہ ہو ، ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ روس میں رائج ہمارے اصول اپنی سرحدوں کے پار نکل‌کر سیاسی سمجھوتوں کو جگہ دیں۔ ہم بڑے خلوص کے ساتھ اپنے غیرملکی قرضوں پر سود دینے کو تیار ہیں اور نقد کی غیرموجودگی میں ہم اناج ، تیل اور ایسی خام اشیا کی صورت میں ادائیگی کریں‌گے جن میں ہم دولت‌مند ہیں۔

” ہم نے اتحاد ثلاثہ کی طاقتوں کے شہریوں کو جنگلات اور کانوں کی مراعات دینے کا فیصلہ اس لابدی شرط کے ساتھ کیا ہے کہ سوویت روس کے بنیادی قوانین کا احترام کیا جائے‌گا۔ اس کے علاوہ ہم اس بات پر بھی راضی ہو جائیں‌گے (یہ سچ ہے کہ خوشی سے نہیں بلکہ ضرورت سے مجبور ہوکر) کہ بعض اتحاد ثلاثہ کی طاقتوں کے حق میں ہم پرانی روسی سلطنت کے کچھ علاقوں سے بطور مراعات دستبردار ہو جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ برطانوی ، جاپانی اور امریکی سرمایہ‌دار ایسی مراعات کی بڑی خواہش رکھتے ہیں۔

” ہم نے ایک بین‌اقوامی ایسوسی‌ایشن کو ویلیکی سیویرنی پوت (عظیم شمالی لائن) کی تعمیر کی رعایت دی ہے۔ کیا آپ نے اس کے بارے میں سنا ہے ؟ یہ تقریباً تین ہزار ورسٹ لمبی ریلوے لائن ہے جو خلیج اونیگا کے قریب سوروکا سے شروع ہوتی ہے اور کوٹلاس کے پاس اور اورال کے پہاڑوں سے گذرتی ہوئی دریائے اوب تک آتی ہے۔ زبردست اچھوتے جنگلات جو ۸۰ لاکھ ہیکٹر کے رقبے میں

پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرح کی اچھوتی کانیں اس تعمیری کمپنی کے حدود میں ہونگی۔

''یہ ریاستی جائداد کچھ وقت کے لئے، غالباً ۸۰ سال کے لئے دی جا رہی ہے اور اسے معاوضہ دیکر واپس لینے کا حق بھی ہے۔ ہم ایسوسی ایشن سے کوئی سخت مطالبہ نہیں کرتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ سوویت حکومت کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرے مثلاً آٹھ گھنٹے کا کام کا دن اور مزدوروں کی تنظیموں کا کنٹرول۔ یہ سچ ہے کہ یہ سب کمیونزم سے بہت دور ہے۔ یہ ہمارے نصب العین سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اور میں یہ بتا دوں کہ اس سوال نے سوویت پریس میں گرما گرم بحث اٹھادی ہے۔ لیکن ہم نے اس کو ماننے کا فیصلہ کیاھے جو عبوری دور ضروری بناتا ہے۔''

''اچھا تب آپ یہ یقین کرتے ہیں'' نادو نے کہا ''کہ ان خطرات کے باوجود جو غیرملکی سرمایہ‌داروں کو یہاں ہیں — ایسے خطرات جو دور نہیں کئے گئے ہیں اور جنکے بڑھ جانےکا ڈر ہے، آپ یقین کرتے ہیں کہ سرمایہ لگانےوالے روس آنے کی ہمت کریں‌گے اور اس کو نئے خزانے ہڑپ کرنے دیں‌گے؟ وہ ایسا کام اپنے ملک کی مسلح طاقتوں کے زیر حفاظت ہی کریں‌گے۔ کیا آپ ایسے قبضے کی اجازت دیں‌گے؟''

''یہ بالکل فضول بات ہوگی'' لینن نے حواب دیا ''کیونکہ سوویت حکومت ان پابندیوں پر پوری طرح عمل کریگی جو اس نے اپنے اوپر عائد کی ہیں۔ پھر بھی تمام نقطہٴ ہائے نظر کا لحاظ کرنا چاہئے۔''

ماسکو میں واقع اعلی معاشی کونسل کی جون ۱۹۱۹ء کی رپورٹیں دکھاتی ہیں کہ لینن اور چیچیرین امریکہ کے ساتھ معاشی اتحاد کی پالیسی کے لئے لڑ رہے تھے جبکہ اسکے خلاف انجنیر کراسین جرمنی کے ساتھ معاشی اتحاد کی لڑائی کی سربراہی کر رہاتھا۔

پرولتاریہ پر لینن کا زبردست اعتماد

لینن کے لئے انقلاب کی محرک طاقت، اس‌کی روح اور جان پرولتاریہ ہی تھا۔ عوام ہی نئے سماج کی واحد امید تھے۔ یہ مقبول عام رائے

نہ تھی۔ روسی عوام کے بارے میں پھیلا ہوا موجودہ تصور ان کو دھرتی کی مفلوک الحال مخلوق، کاہل، ان پڑھ، تاریک خیال، وادکا کا لتی، عقل اور استقلال سے عاری لوگوں کی حیثیت سے پیش کرتا تھا۔

اس کے خلاف ان "جاہل" عوام کا وہ اندازہ تھا جو لینن نے لگایا تھا۔ طویل برسوں کے دوران لینن نے متواتر ان کے عزم، مستقل مزاجی، قربانی، صبر و تحمل، بڑے بڑے سیاسی خیالوں کو سمجھنے کی قابلیت اور ان زبردست تخلیقی اور تعمیری طاقتوں پر زور دیا جو ان عوام کے اندر پنہاں تھیں۔ یہ تو عوام کے کردار میں تقریباً ایک اندھادھند اعتماد معلوم ہوتا تھا۔ لیکن لینن نے روسی محنت کش پر اعتماد کرنے کی جو جرأت کی تھی اس کو نتائج نے کس حد تک حق بجانب ٹھہرایا؟

عوام کی بڑے بڑے سیاسی خیالات سمجھنے کی قابلیت نے ان سارے مشاہدین کو حیرت میں ڈال دیا جو روس میں ذرا گہرائی میں گئے۔ روٹ مشن * کے ایک ممبرنے تو حیرت سے پوچھا "روسی لوگوں کی کثیر تعداد نے جنکو سچے صاحبان علم جاہل اور بیوقوف سمجھتے ہیں، کیسے اس سماجی فلسفے کو اپنا لیا جو باقی دنیا کے لئے ایسا نیا اور ابھی تک اس سے آگے ہے؟"، وائی۔ ایم۔ سی۔ اے** اور دوسری ایجنسیوں نے جو سیکڑوں نوجوان بھیجے تھے وہ روسی محنت کشوں کے لئے معمہ تھے۔ "یہ تعلیم دینے والے"، امریکی یونیورسٹیوں کے گریجویٹ تھے، پھر بھی وہ سوشلزم، سنڈیکالزم اور انارکزم کے درمیان فرق نہیں جانتے تھے جو لاکھوں روسی محنت کشوں کی تعلیم میں حروف ابجد کی حیثیت رکھتے تھے۔

---

* روٹ مشن — یہ مخصوص امریکی مشن ۱۹۱۷ء میں روس آیا۔ اس کا مقصد روس کو جنگ کے باہر آنے سے روکنا اور عارضی حکومت کو انقلابی تحریک کے خلاف جدوجہد میں مدد دینا تھا۔ اس کی قیادت ای۔ روٹ (۱۸۴۵ء سے ۱۹۳۷ء تک) کر رہے تھے۔

** وائی۔ ایم۔ سی۔ اے (Y.M.C.A.) — نوجوانوں کی بورژوا تنظیم جنکے نمائندے روس میں مذہبی اور سوویت دشمن پروپیگنڈا کرتے تھے۔

امریکی پروپیگنڈا ایجنٹوں نے صدر امریکہ ولسن کی ۱۴ نکاتی تقریر کی لاکھوں کاپیاں روس میں تقسیم کیں۔

مزدوروں یا کسانوں کو یہ کاپیاں دیکر وہ پوچھتے تھے "اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"پڑھنے میں تو یہ اچھی لگتی ہے"، وہ عام طور پر یہی جواب دیتے۔ "لیکن اس کے پیچھے کچھ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خیالات صدر ولسن کے دماغ میں ہوں لیکن یہ خیالات معاهدۂ امن میں نہ ہونگے جب تک حکومت پر مزدوروں کا کنٹرول نہ ہو۔"

ایک ممتاز امریکی پروفیسر روسیوں کے یہ شبہات سنکر ہنسا تھا۔ لیکن آج وہ اپنے بھولےپن پر ہنستا ہے اور اس پر حیرت کرتا ہے کہ پسماندہ روس کے دوردراز حصوں کی چھوٹی چھوٹی سوویتوں میں ان "تاریک خیال لوگوں"، کو بین‌اقوامی سیاست پر بمقابلہ خود اس کے کیسے زیادہ عبور تھا۔

انگریزوں کا خیال تھا کہ صرف عوام کے فوری مفادات کو پورا کرنا کافی ہے۔ وہ آرخانگیلسک میں مربہ، وھسکی اور عمدہ آٹا لیکر پہنچے تاکہ عوام کو ورغلا سکیں۔ فاقہ زدہ لوگوں نے ان تحائف سے بڑا لطف اٹھایا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یہ ان کو اندھا بنانے کے لئے رشوت تھی اور ان چیزوں کی قیمت روس کی سالمیت اور آزادی دیکر ادا کرنی ہے تو وہ حملہ‌آوروں پر لوٹ پڑے اور ان کو ملک سے نکال باہر کیا۔

وقت نے بھی روسی عوام کے استقلال اور عزم میں لینن کے اعتماد کو حق بجانب ٹھہرایا۔ ۱۹۱۷ء کی پرہول پیش گوئیوں سے آج کے واقعات کا مقابلہ کیجئے۔ "تین دن میں انکا اقتدار ہوا ہو جائیگا" اس وقت سوویت حکومت کے دشمن بھونک رہے تھے۔ تین دن کیا چھہ دن گذر گئے اور اب یہ چیخ اٹھی "بس تین ھفتے سے زیادہ سوویت نظام نہیں چل سکتا"۔ پھر ان کو اپنی چیخ پکار بدلنی پڑی۔ اس بار انھوں نے اس کو "تین مہینے"، کر دیا اور اب تین مہینوں کا آٹھ گنا وقت گذرنے کے بعد سوویت حکومت کے دشمن اپنے حامیوں کو "تین سال"، کے سوا اور کیا پیش کر سکتے ہیں۔

سوویت حکومت کی طاقت اور استحکام کا انحصار تمام قوانین کی خلاف‌ورزی اور فہم و ادراک سے بالاتر کسی پروردگار کی انوکھی ترنگ پر نہیں ھے جیسا کہ کچھ لوگ سمجھتے ھیں - انکا انحصار ٹھیک لینن کے قول کے مطابق مزدوروں اور کسانوں کے ٹھوس کارناسوں پر ھے -

معاشی شعبے میں انھوں نے کتان اور دیاسلائیاں بنانے اور روس کے دلدلی کوئلے کے بڑے بڑے ذخیروں کے استعمال کے لئے نئے عوامل شروع کئے ھیں - انھوں نے وسیع پیمانے پر انجنیرنگ سے متعلق تعمیرات بھی کی ھیں جن میں بجلی گھروں سے لیکر بحر بالٹک اور دریائے والگا کے درسیان بڑی نہر اور سیکڑوں کلومیٹر لمبی ریلوے لائنوں تک کی تعمیر ھے -

فوجی میدان میں مزدوروں اور کسانوں نے سخت فوجی ڈسپلن کی پابندی کی جس نے سرخ فوج کو دنیا کی ایک بہت ھی طاقتور جنگی مشینری بنا دیا - یہ پرولتاری امتیازی اخلاقی رویے اور اسپرٹ کے حامل ھیں - ابھی تک تو وہ ھمیشہ کسی نہ کسی برتر ذات‌والے لوگوں کے لئے لڑتے رھے ھیں - اب پہلی مرتبہ وہ شعوری طور پر اپنے مفادات کے لئے اور دنیا کے محنت‌کش اور استحصال کے شکار لوگوں کےلئے لڑرھے ھیں -

لیکن تہذیب کے شعبے میں ان ”تاریک لوگوں“ کی فتوحات سب سے زیادہ اھم رھی ھیں - آدمی کو آزاد کر دیجئے اور وہ تخلیقات شروع کر دیگا - نئی انقلابی سرگرمی کے کارآمد اثر کی وجہ سے دسیوں نئی یونیورسٹیاں، درجنوں تھیٹر، ھزاروں لائبریریاں اور لاکھوں عام اسکول وجود میں آئے ھیں -

انھیں حقائق نے میکسم گورکی کو سوویت نظام کا طرفدار بنا دیا ھے - وہ لکھتے ھیں : ”روسی مزدور حکومت کا تہذیبی تخلیقی کام، جو انتہائی دشوار حالات میں کیا جا رہا ھے اور جس کے لئے جرأت‌آمیز کوششیں درکار ھیں، رفتہ رفتہ ایسی وسعت اور شکل اختیار کر رھا ھے جس کی نظیر ابھی تک تاریخ انسانی میں نہیں ملتی ...“

گورکی نے آگے چلکر لکھا ھے " تھوڑے عرصے پہلے تک حکومت کا نکتہ‌چین ھونے کی حیثیت سے میں جانتاھوں کہ مستقبل کے مؤرخ روسی مزدوروں کے ایک سال کے کام کے نتائج اخذ کرتے ھوئے ان شاندار کارناموں کی تعریف سے گریز نہیں کر سکتے جو مزدوروں نے کلچر کے شعبے میں کئے ھیں۔"

یہ کارنامے اور زیادہ زبردست اور اھم ھو جاتے ھیں جب ان پران رکاوٹوں کو سامنے رکھکر غور کیا جاتا ھے جو عوام کو درپیش تھیں۔ جب انھوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو ان کو وراثت میں ایسے لوگ ملے جو زبون حال اور صدیوں تک غربت اور جبروتشدد کے شکار رھے تھے۔ جنگ عظیم نے ان کے مضبوط جسم‌والے بیس لاکھ لوگوں کی جان لی تھی، تیس لاکھ آدمی زخمی اور اپاھج بنائے تھے اور ان کے لئے لاکھوں یتیم اور لاکھوں اندھے، بہرے اور گونگے چھوڑے تھے۔ ریلوے لائنیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، کانوں میں پانی بھرا تھا اور غذا اور ایندھن کا ذخیرہ تو تقریباً ختم ھی ھو گیا تھا۔ معاشی نظام پر جسمیں جنگ کی وجہ سے انتشار پیدا ھو گیا تھا اور جس کو انقلاب نے اور توڑ پھوڑ دیا تھا، اچانک ایک کروڑ سپاھیوں کو فوجی خدمات سے سبکدوش کرنے کا بوجھ آن پڑا تھا۔ محنت‌کشوں نے اناج کی بھری پری فصل پیدا کی لیکن چیکوں* نے جن کی حمایت جاپانی، فرانسیسی، برطانوی اور امریکی کر رھے تھے ان کو سائبیریا کے کھیتوں سے محروم کر دیا اور دوسرے انقلاب دشمنوں نے یوکرین میں یہی کیا۔ انھوں نے کہا " اب بھوک کا ھڈیالا ھاتھ لوگوں کا گلا دبا کر ان کے ھوش و حواس ٹھکانے لگا دیگا"۔ چونکہ انھوں نے چرچ کو ریاست سے الگ کر دیا تھا اس‌لئے وہ مرتد قرار پائے تھے۔ پرانے افسر ان کے خلاف توڑ پھوڑ کرتے تھے، دانش‌وروں نے ان کو

---

* چیک اور سلوواک جنگی قیدیوں نے پہلی عالمی جنگ کے دوران روس میں چیک دستے بنا لئے تھے۔ مئی ۱۹۱۸ء میں فرانسیسی، برطانوی اور امریکی سامراجیوں نے روسی سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی سرگرم حمایت سے والگا کے علاقے اور سائبیریا میں ان چیک دستوں کی انقلاب دشمن بغاوت شروع کر دی۔

چھوڑ دیا تھا اور اتحادیوں نے ان کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اتحادیوں نے ہر طرح کی دھمکیوں، رشوتوں اور قتل و غارت سے ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی۔ برطانوی ایجنٹوں نے ریلوے کے پل اڑائے تاکہ بڑے شہروں تک سامان رسد نہ پہنچ سکے اور فرانسیسی ایجنٹوں نے اپنے ملک کے قونصل خانوں کی حفاظت میں رہتے ہوئے انجنوں کی بیرنگ میں ریت ڈالکر ٹرانسپورٹ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

ان واقعات کا سامنا کرتے ہوئے لینن نے کہا "ہاں ہمارے دشمن زبردست ہیں لیکن ان کے خلاف ہمارے پاس پرولتاریہ کے فولادی بٹالین ہیں۔ زبردست اکثریت ابھی تک صحیح شعور نہیں رکھتی اور ابھی سرگرم عمل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صاف ہے۔ لوگ جنگ سے تھک چکے ہیں، بھوکے اور ہلکان ہیں۔ انقلاب تو ابھی کافی تیزی سے نہیں پھیل رہا ہے لیکن جلد ہی ایک بڑی نفسیاتی تبدیلی ہوگی۔ اگر یہ بروقت ہوئی تو سوویت ریپبلک جاں بر ہوگی"۔

لینن کے ذہن میں نومبر ۱۹۱۷ء کا واقعہ، جس میں عوام نے شاندار طریقے سے اقتدار پر قبضہ کرلیا، انقلاب کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن عوام نے اپنے مشن کا شعور حاصل کرکے، ڈسپلن اور باضابطہ کام کے تحت آکر، اپنی عظیم تخلیقی اور تعمیری طاقتوں کو میدان میں لاکر اس کو انقلاب بنا دیا۔

ان ابتدائی دنوں میں لینن سوویت ریپبلک کو کبھی بھی سلامت نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے کہا "دس دن اور، پھر ہم اتنے ہی دن تک چلتے جتنے دن پیرس کمیون چلا تھا"۔ پیٹروگراد میں سوویتوں کی تیسری کل روس کانگرس میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے کہا "رفیقو، یہ سوچئے کہ پیرس کمیون ۷۰ دن تک قائم رہا تھا اور ہم اب اس سے دو دن اور زیادہ برقرار ہیں۔"

۷۰ دنوں سے دس گنے سے بھی زیادہ عظیم روسی کمیون دشمنوں کی دنیا کے خلاف برقرار رہا ہے۔ لینن پرولتاریہ کے استقلال، صبروتحمل، عزم، بہادری اور معاشی، فوجی اور تہذیبی صلاحیتوں پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ پرولتاریہ کے کارنامے محض ان کے پرجوش اعتماد کی تصدیق نہیں ہیں۔ وہ لینن کے لئے حیرت کا باعث ہیں۔

لینن اور روسی انقلاب کی کامیابیاں

جبکہ لینن روس میں بلند ہوکر عالمی اسٹیج پر آرہے ہیں ان کے بارے میں بحث کا ایک طوفان برپا ہوگیا ہے۔

خوفزدہ بورژوازی کےلئے وہ قہر آسمانی، قدرت کی ایک خوفناک علامت اور عالمی تباہی کی وبا ہیں۔

پراسرار ذہنیت رکھنےوالوں کے لئے وہ ''منگولیائی سلاف،، ہیں جس کا ذکر جنگ سے پہلے کی عجیب طرح پوری ہونےوالی پیش گوئی میں کیا گیا ہے اور جو تالستائے سے منسوب کی جاتی ہے۔ جنگ عظیم کے چھڑنے، اس کے اسباب اور جگہ کی پیش گوئی کرتے ہوئے اس میں کہا گیا ہے ''میں سارے یورپ کو شعلوں اور خون میں لپٹا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ میں بڑے بڑے جنگی میدانوں کی آہوبکا سن رہا ہوں۔ لیکن تقریباً ۱۹۱۵ء میں شمال سے ایک عجیب ہستی، ایک نیا نپولین اس خونی ڈرامہ کے اسٹیج پر نمودار ہوتا ہے۔ وہ بہت کم فوجی تربیت رکھتا ہے، مصنف یا صحافی ہے لیکن ۱۹۲۵ء تک اس کی گرفت میں زیادہ‌تر یورپ رہےگا۔،،

رجعت‌پرست چرچ کےلئے لینن عیسی کے دشمن ہیں۔ پادری یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسانوں کو مقدس پرچموں اور شبیہوں کے گرد جمع کرکے ان کو سرخ فوج کےخلاف لائیں۔ لیکن کسان کہتے ہیں ''ممکن ہے کہ وہ عیسی کے دشمن ہوں لیکن وہ ہمارےلئے زمین اور آزادی لاتے ہیں۔ تو ہم ان کےخلاف کیوں لڑیں ؟،،

عام آدمی کےلئے لینن فوق الانسان اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ روسی انقلاب کے خالق، سوویت اقتدار کے بانی اور جو کچھ روس اس وقت ہے اس کا سبب ہیں۔ ''لینن اور تروتسکی کو ماردو تو تم انقلاب اور سوویت نظام کو مار دوگے۔،،

یہ تاریخ کو بڑے آدمیوں کی پیداوار کی حیثیت سے دیکھنا ہے جیسے عظیم واقعات اور ادوار کا تعین بڑے لیڈر کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ایک پورا دور اپنا اظہار واحد ہستی میں کر سکتا ہو اور کوئی بڑی عوامی تحریک اپنے کو ایک فرد میں مرکوز کر سکتی ہو۔ لیکن زیادہ سے زیادہ اسی حد تک کارلائل کے نظرئے کو مانا جا سکتا ہے۔

یقیناً تاریخ کی اس طرح ترجمانی کہ وہ روسی انقلاب کو کسی ایک شخص یا گروپ پر منحصر کردے گمراہ کن ہوگی۔ لینن اس خیال کا مذاق اڑانے والی پہلی ہستی ہونگے کہ روسی انقلاب کی تقدیر ان کے ہاتھ میں یا ان کے رفیقوں کے ہاتھ میں ہے۔

روسی انقلاب کی تقدیر اس سرچشمے میں ہے جہاں سے اس کا نمود ہوا ہے یعنی کثیر تعداد عوام کے دلوں اور ہاتھوں میں۔ یہ ان معاشی طاقتوں میں پنہاں ہے جن کے دباؤ نے عوام کو متحرک بنایا ہے۔ صدیوں سے یہ عوام صبر و تحمل کےساتھ مصیبتیں جھیلتے رہے ہیں۔ روس کے سارے طویل و عریض علاقے میں، ماسکو کے میدانوں میں، یوکرینی استیپی میں اور سائبیریا کے بڑے بڑے دریاؤں کے کنارے یہ غربت کے مارے، توہمات میں گرفتار محنت مشقت کرتے تھے۔ ان کی حالت تقریباً جانوروں جیسی تھی۔ لیکن سب چیزوں کی کوئی نہ کوئی حد تو ہوتی ہی ہے — حتی کہ غریبوں کے صبر کی بھی۔

فروری ۱۹۱۷ء میں ایک تڑاخے کے ساتھ جس کی گونج دنیا بھر میں ہوئی شہر کے عوام نے اپنی زنجیریں توڑ ڈالیں۔ سپاہیوں کی فوجیں کی فوجیں ان کی مثال کی پیروی کرتی اور بغاوت کا اعلان کرتی گئیں۔ پھر انقلاب دیہاتوں میں در آیا، وہ زیادہ گہرائیوں میں اترتا گیا، اس نے انتہائی پسماندہ پرتوں میں بھی انقلابی شعلہ بھڑکا دیا یہاں تک کہ ۱۶ کروڑ انسانوں پر مشتمل ساری قوم جو فرانسیسی انقلاب کے مقابلے میں سات گنی تھی سر سے پیر تک اس سے متاثر ہوگئی۔

کسی عظیم خیال سے متاثر ہوکر پوری قوم عمل پیرا ہوجاتی ہے اور نئے نظام کی تعمیر کےلئے میدان میں آجاتی ہے۔ انسانی جذبات کی یہ زبردست تحریک کہیں صدیوں میں ایک بار ہوتی ہے۔ عوام کے معاشی مفاد کی ٹھوس بنیاد پر قائم یہ تاریخ میں انصاف کے لئے انتہائی باعزم ضرب ہوتی ہے۔ ایک عظیم قوم مجاھد بن جاتی ہے اور نئی دنیا کے نظرئے سے وفاداری کرتے ہوئے بھوک، جنگ، ناکہ بندی اور موت کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔ وہ آگے بڑھتی جاتی ہے اور ان لیڈروں کو اپنے راستے سے ہٹا دیتی ہے جو

اس کے ساتھ غداری کرتے ھیں اور ان کی پیروی کرتی ھے جو اس کی ضرورتوں اور تمناؤں کے مطابق عمل کرتے ھیں ۔

روسی انقلاب کی تقدیر خود عوام کے ھاتھوں میں ھے — ان کے ڈسپلن اور ایثار میں ۔ قسمت یقیناً ان پر بہت مہربان رھی ھے ۔ اس نے ان کو ایسا رھنما اور ترجمان دیا ھے جو زبردست دماغ اور فولادی قوتارادی رکھنےوالا انسان ، وسیع علوم کا مالک اور بےخوف اقدام کرنےوالا انسان ، اعلیترین خیالات اور انتہائی ٹھوس اور عملی دانائی رکھنےوالا انسان ھے ۔

دنیا میں سب سے بڑا ملاقاتی ہال

چودہ سال ہوئے امریکہ کو میری واپسی سے پہلے لینن نے اپنے کریملن کے دفتر میں مجھسے ملاقات کی۔ میں وہاں پہلی بار نہیں گیا تھا۔ بہت مرتبہ مجھے ان سے ملنے کا موقع نصیب ہوا تھا اور انھوں نے میرے ساتھ احسانات کئے تھے کیونکہ انقلاب کے انتہائی نازک اور طوفانی دنوں میں بھی ان کےلئے کچھ بھی بہت معمولی نہ تھا۔

انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں روسی کیسے سیکھوں۔ جب میں نے پیٹروگراد میں بکتربند موٹر گاڑی پر کھڑے ہوکر تقریر کی تھی تب انھوں نے میرے مترجم کی حیثیت سے بھی کام کیا تھا۔ انھوں نے ٹرنک بھر کتابچے اور کتابیں اکٹھا کرنے میں مجھے مدد دی۔ انھوں نے خود سائبیریا کے ریلوے مین کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ یہ ٹرنک

کھونے نہ پائے - انھوں نے بڑی خوشی سے مجھے سرخ فوج میں شامل ہونے کی مبارکباد دی اور تجویز کی کہ میں بین‌اقوامی دستہ بناؤں -

مجھے لینن کے پیش کمرے میں جانے کا بہت بار اتفاق ہوا - یہاں ہمیشہ طرح طرح کی اہم شخصیتیں ان سے ملاقات کی منتظر ہوتی تھیں - ان میں مدبر ، افسر ، پرانی بورژوا دنیا کے لوگ اور نامہ‌نگار تھے ... ان سب سے حتی کہ کمیونزم کے سخت دشمنوں سے بھی لینن اخلاق اور توجہ سے ملتے تھے -

لینن ان تعلقات سے کوئی ذاتی خوشی نہیں حاصل کرسکتے تھے - لیکن یہ ان کا سرکاری فرض تھا جس کو وہ ادا کرتے تھے - اور وہ اس سے جتنی جلد ممکن ہو سکتا تھا چھٹکارا پا لیتے تھے - ان کے قدرتی روابط اپنے پارٹی کے ساتھیوں سے ، مزدوروں اور کسانوں سے تھے - وہ ان لوگوں کےساتھ وقت گزارنے کو ترجیح دیتے تھے - اور جب وقت کی تقسیم کی جاتی تھی تو انھیں لوگوں کو اول درجہ ملتا تھا - یہ بات آخری انٹرویو میں میرے سامنے زوروں سے آئی -

پیش کمرے میں بہت سے لوگ کافی دیر سے انتظار کررہے تھے - یہ غیرمعمولی بات تھی کیونکہ لینن اپنے اوقات کے بےحد پابند تھے - اس‌لئے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی غیرمعمولی ریاستی کام ، کسی غیرمعمولی ممتاز ہستی کی وجہ سے ان کو دیر ہورہی ہے - آدھہ گھنٹہ ، ایک گھنٹہ اور ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا - ہم لوگ انتظار کر رہے تھے اور ان کے دفتر کے کمرے سے ان کے ملاقاتی کی بھرائی ہوئی سپاٹ آواز سنائی دے رہی تھی - یہ کون اعلی ہستی تھی جو لینن سے اتنی طویل گفتگو میں مصروف تھی ؟ آخرکار دروازہ کھلا اور پیش کمرے میں موجود سب لوگ یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے کہ وہاں نہ تو کوئی افسر تھا نہ مدبر اور کوئی اعلی عہدےدار بلکہ ایک جھبرے بالوں‌والا دیہاتی تھا جو بھیڑ کی کھال کا کوٹ اور چھال کے جوتے پہنے تھا — ایک نمونے کا غریب کسان جیسے کہ پورے سوویت دیس میں لکھوکھا دیکھے جا سکتے ہیں -

”میں معافی چاہتا ہوں،، لینن نے کہا جب میں ان کے دفتر میں داخل ہوا - ”یہ کسان تامبوف سے آیا تھا اور میں بجلی‌کاری ، اجتماعیت اور نئی معاشی پالیسی (NEP) کے بارے میں اس کی رائے

جاننا چاہتا تھا۔ اور وہ اتنی دلچسپ تھی کہ میں وقت کو بالکل بھول گیا۔ ،،

ظاہر ہے کہ اپنی یونیورسٹی کی تعلیم ، اپنے سیروسفر اور اپنی تیس جلدوں کی تصانیف کی وجہ سے لینن بمقابلہ اس تامبوف کے دیہاتی کے نظریاتی اور تعلیمی لحاظ سے کہیں زیادہ جانتے تھے۔ لیکن دوسری طرف اس دیہاتی نے تلخ زندگی اور محنت کے جاں‌فشاں اسکول سے بہت کچھ عملی طور سے حاصل کیا تھا۔ اس میں دھرتی کی دانائی موجود تھی اور جوکچھ وہ جانتا تھا لینن اس کو جاننے کے مشتاق تھے۔ واقعی بڑے آدمیوں کی طرح لینن یہ سمجھنے کےلئے کافی خاکسار تھے کہ انتہائی ان‌پڑھ آدمی بھی ان کو کچھ نہ کچھ دے سکتا ہے۔ اس طرح ان کی اطلاعات حاصل کرنے کی لائنیں انتہائی نوع بنوع جگہوں اور لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور جو ہزاروں واقعات جمع ہوجاتے تھے ان کو وہ احتیاط کےساتھ تولتے اور چھانتے تھے اور ان کا تجزیہ کرتے تھے۔ اور اس طرح سے لینن کو دشمنوں پر برتری حاصل ہوتی تھی اور وہ ان کو دلائل اور چالوں دونوں میں شکست دیتے تھے۔ ان کو سائبیریا کے کسان ، سرخ فوج کے سپاہی یا دون کے کزاک کے رویے اور خیالات کے بارے میں قیاس آرائی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ان کےلئے یہ کوئی راز نہ تھا کہ لینن گراد کا ڈھلائی کرنےوالا ، والگا کا ملاح یا ماسکو کی گھریلو عورت کیا سوچتی ہے اور محسوس کرتی ہے۔ وہ ان لوگوں سے خود بات‌چیت کرتے تھے یا کسی ایسے متعبر رفیق سے جو ان لوگوں سے تبادلۂ خیال کرتا تھا۔

ان معمولی لوگوں سے لینن کچھ نہ کچھ حاصل کرلیتے تھے اور اس وجہ سے بھی وہ ان لوگوں سے ملنے کےلئے ہمیشہ تیار ہوجاتے تھے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو بھی کچھ دیتے تھے — سماجی طاقتوں اور انقلاب کی حکمت عملی کے بارے میں اپنی معلومات ، سوشلزم کی تعمیر کے بارے میں منصوبے اور پروجکٹ۔ ایک اور انتہائی اہم سبب یہ تھا کہ لینن ان معمولی لوگوں کو پسند کرتے تھے — بنیادی طور پر ان کو پسند کرتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے لینن طفیل‌خوروں اور سرمایہ‌داروں کے پٹھوؤں — دلالوں ، سٹہ‌بازوں، دولت کو کھینچنے اور اس سے کھیلنےوالوں

کو خاص طور سے ناپسند کرتے تھے۔ دوسری طرف وہ دولت پیدا کرنےوالوں، کوئلہ، پتھر اور دھاتیں نکالنےوالے مزدوروں، کھیتوں اور جنگلوں میں محنت کرنےوالوں سے خاص قسم کی محبت رکھتے تھے۔

چودہ سال پہلے ھی لینن نہ صرف اس تامبوف کے دیہاتی سے بلکہ لکھوکھا دیہاتیوں سے ملنے کےلئے تیار تھے۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو وہ ساری دنیا کے مزدوروں اور کسانوں کو اپنے دفتر میں خوش آمدید کہتے۔

آج جب میں لینن کے مقبرے پر گیا تو اچانک میرے دماغ میں یہ بات کوندی کہ لینن آج یہی کررھے ھیں۔ وہ ماسکو، سوویت یونین اور ساری دنیا کے لوگوں سے مل رھے ھیں۔ اور چودہ سال پہلے کی ملاقاتوں سے یہ منظر بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ یہ سچ ھے کہ جس عمارت میں لینن کی موجودہ ملاقاتیں ھورھی ھیں وہ اپنے گہرے بھورے اور گہرے سرخ رنگ کے سنگ خارا کی وجہ سے زیادہ عظمت اور شان و شوکت کی حامل ھے۔ یہ سچ ھے کہ وہ پیش کمرہ جہاں لوگ اب لینن کے پاس جانے کےلئے اپنی باری کا انتظار کرتے ھیں کہیں زیادہ وسیع ھے — یہ اب لال چوک ھے — جس کے پس منظر میں کریملن کی دندانےدار دیوار اور پہلو میں اسپاسکایا مینار ھے جس کی گھڑیاں ''انٹرنیشنل،، ترانہ بجاتی ھیں اور یہیں انقلاب کے ھیروؤں کی قبریں بھی ھیں۔

یہ دنیا کا سب سے بڑا پیش کمرہ ھے۔ اور جو لوگ اندر جانے اور لینن کو دیکھنے کےلئے انتظار کرتے ھیں ان کی تعداد سیکڑوں بلکہ ہزاروں گنی بڑھ گئی ھے۔ یہ ھیں وہ تبدیلیاں جو چودہ سال کے دوران ھوئی ھیں۔

لیکن ایک پہلو، جو انتہائی اہم اور بنیادی ھے بالکل پہلے جیسا ھے یعنی لینن کو اندر جاکر دیکھنے کےلئے انتظار کرنےوالے لوگوں کی قسم وھی ھے۔ وہ زبردست قطار جو دوپہر کے بعد بننے لگتی ھے زیادہ‌تر مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل ھوتی ھے۔ یہی وہ لوگ ھیں جن کو لینن پسند کرتے تھے، وہ لوگ جن کی توانائی، پسینے اور خلوص پر سوشلزم کی تعمیر میں وہ بھروسہ کرتے تھے۔ اس طویل دوھری قطار میں جو بڑی تیزی سے بڑھتی جاتی ھے زیادہ‌تر ایسے

ہی لوگ ہیں۔ دو بجے سے پہلے ہی ، جو مقبرے کے کھلنے کا وقت ہوتا ہے یہ قطار مقبرے سے میل بھر یا اس سے زیادہ دور تک پھیل جاتی ہے اور چوک کے برف سے ڈھکے ہوئے سفید فرش پر لہراتی رہتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ بعض لوگ یہاں محض یہ ڈینگ مارنے کی غرض سے آتے ہیں کہ انھوں نے لینن کا چہرہ واقعی دیکھا ہے۔ یہ سچ ہے کہ کچھ لوگ یہاں محض اپنے شوق تجسس کی تکمیل کےلئے آتے ہیں۔ یہ ہیں بورژوا لوگ ، جن میں بہت سے غیر ملکی بھی ہوتے ہیں ، جو اس انسان کو مجسم دیکھنا چاہتے ہیں جس کا نام خواب پریشاں کی طرح ان کو سونے نہیں دیتا ، جس نے سامراجیوں اور دنیا کے رجعت پرستوں کی نیندیں حرام کردی ہیں۔ لیکن اس قطار میں وہ اتنے کم ہوتے ہیں کہ ان کو کسی شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔ سوائے چند کے یہاں سب لوگ اپنے لیڈر کےلئے ادب ، احترام اور محبت کے جذبات کے ساتھ آتے ہیں۔ ایسے شدید جاڑے میں ان کو سچے اور پرخلوص جذبات ہی یہاں کھڑا رکھ سکتے ہیں۔

میں قطار کےپاس گزرتا ہوں اور جابجا رک کر سوال کرلیتا ہوں : '' آپ کہاں سے آئے ہیں ؟ ،، ، '' آپ کیا کرتے ہیں ؟ ،، ، '' آپ یہاں کیوں آئے ہیں ؟ ،، ، '' آپ نے لینن کے بارے میں پہلی بار کب سنا تھا ؟ ،،

یہ ذرا گستاخی کی بات ہے کہ ایک اجنبی جس کا لہجہ بھی اجنبی ہو ان کی زندگی کو کریدے — ان کو برا ماننے کا حق ہے۔ لیکن میں اپنے سوالوں کےساتھ یہ بتاتا جاتا ہوں '' میں لینن کو جانتا تھا۔ میں نے ان سے باتیں کی ہیں۔ ان سے ہاتھ ملایا ہے ،،۔ اس طرح سب ٹھیک ہوجاتا ہے۔ اس طرح ان کی نگاہ میں میرا احترام پیدا ہوتا ہے اور وہ آزادی سے بات‌چیت کرتے ہیں۔

یہ رہے موردوویا کے پانچ آدمی جو چھال کے جوتے پہنے تھے۔ ان کو اس بات پر فخر تھا کہ ان کی اپنی ریپبلک اور اپنا لیڈر ہے جس نے ۱۹۰۵ء میں ہی لینن کے بارے میں سنا تھا۔

ایک بوریات یہ سنکر ذرا بےچین ہوگیا کیونکہ اس کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ اس نے ۱۹۲۰ء سے پہلے لینن کے بارے میں نہیں

سنا تھا لیکن اب ہر بوریات گھر میں لینن کی تصویر ضرور ہوتی ہے اور پچھلے سال انھوں نے برف سے ان کا ایک بڑا مجسمہ تراشا تھا۔ شمال بعید میں جہاں سے وہ آیا تھا جاڑے کا موسم اتنا شدید اور طویل ہوتا کہ ماسکو اس کو کچھ گرم خطے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ وہ تو اس کی شکایت کرنے پر تلا ہوا تھا۔

لیکن اس ازبک کی یہ صورت نہ تھی۔ وہ اپنے زردی مائل سبز خلعت کو اپنے گرد خوب لپیٹے تھا جو سفید چوک پر ایک رنگا رنگ پھول کی طرح نظر آرہا تھا۔ اس کی خواہش تھی: کاشکہ لینن زندہ ہوتے اور قدیم بخارا آکر ان کے پروان چڑھتے ہوئے پنچائتی فارم کو دیکھتے جسے ریگستان کو بحال کرکے سرسبز باغوں اور چمنوں میں تبدیل کردیا گیا ہے۔

اس کے برعکس ولادیمیر سے آئے ہوئے پنچائتی فارم میں کام کرنے والوں کا ایک سرغنہ یہ بتاتا ہے کہ اس کا پنچائتی فارم خوشحال نہیں ہے۔ کھیتوں میں آلو کھودے نہیں جا سکے ہیں اور سڑ رہے ہیں اور گٹھوں میں ڈھیر جو میں انکھوے نکل رہے ہیں کیونکہ وہ مانڈ کر الگ نہیں کیا جا سکا ہے۔ لیکن اس کو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اگر وہ لینن کو دیکھ لیگا تو اس کی ہمت بندھ جائے گی اور وہ مشکلات سے زیادہ کامیابی کے ساتھ نبٹ سکے گا۔

ایک اور پنچائتی کسان اسمولنسک کے میخائل ایوانوویچ اورلوف ہیں۔ سرخ فوج کے سپاہی کی حیثیت سے کریملن سے گزرتے ہوئے انھوں نے لینن کی جھلک کئی بار دیکھی تھی۔ یہ چودہ سال پہلے کی بات ہے اور ابھی تک ان کو پھر ماسکو آنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ سارے بڑے بڑے محاذوں پر لڑ چکے تھے۔ وہ کئی کئی دن محض کچے آلو کھا کر زندہ رہے تھے اور ایک بار ایک گولہ پھٹنے سے زمین میں دفن تک ہوگئے تھے۔ پھر وہ خندق سے نکل کر سیدھے سوویت میں آگئے۔ لیکن انھوں نے مقامی لٹیروں، نوکرشاہوں اور ناجائز طور پر شراب کشید کرنے والوں کے خلاف لڑائی جاری رکھی۔ پھر انھوں نے ’’نووی بیت،، (نیا طرز زندگی) نامی پنچائتی فارم منظم کیا جو اب ۳۰ ایسے خاندانوں پر مشتمل ہے جن کے پاس زمین تھی ہی نہیں۔ اب ان کے پاس اول درجے کی سن اور مویشیوں کا چارہ

پیدا کرنے والی آٹھ سو ایکڑ زمین ، ۱۲ گھوڑے اور ۷۰ مویشی ھیں۔ اورلوف نے اپنے خلوص اور جوش میں وسیع تجربے کا اضافہ کیا ھے۔ وہ جانتے ھیں کہ ملک میں پنچائتی فارموں کی کیا صورت ھے۔ جو بری طرح منظم کئے گئے ھیں ان کی حالت خراب ھے۔ لیکن ان کا پنچائتی فارم اعلی درجے کا ھے۔ وہ خود لینن کو بھی یہ فارم دکھانے سے نہ شرماتے۔

سوویت یونین کے دور دراز کونوں اور دنیا کے دوسرے سروں سے لوگ لینن سے اس طرح ملاقات کرنے آتے ھیں۔ یہاں ایک امریکی ملاح بھی تھا جو سات سمندروں کا سفر کرچکا تھا اور بعد کو ساحلی حمال کی حیثیت سے اس نے سان‌فرانسیسکو کی گودیوں میں اپنی ٹریڈیونین کی طرف سے طویل جدوجہد کی تھی۔ برلن کا ایک کمیونسٹ طالب‌علم بھی اس قطار میں تھا جس نے جرمن زبان میں ترجمہ کی ھوئی لینن کی ساری تصانیف پڑھی تھیں اور ایک چینی چھاپہ‌مار بھی جو سائبیریا کے گھنے جنگلوں میں سرخ دستوں میں لڑچکا تھا۔

اس قطار میں جو اپنے سرمائی لباس میں لپٹی ھوئی بھوری اور روکھی پھیکی لگ رھی تھی محنت ، لڑائی اور زبردست مہموں کی ایسی درجنوں بلکہ سیکڑوں کہانیاں موجود ھیں اور یہ کہانیاں ایسی دلچسپ ھیں کہ اس قطار میں تیز آگے بڑھنا مشکل ھے۔

والگا کا ایک حمال جو اولیانوف خاندان‌والوں کے مکان سے سیمبرسک میں صرف تیس ورسٹ کے فاصلے پر رھتا ھے اپنے پڑوسیوں سے ساری زندگی اولیانوف خاندان‌والوں کےبارے میں قصے سنتا رھا لیکن آج اس کو ان میں سے سب سے بڑی شخصیت کو دیکھنا نصیب ھورھا تھا۔ ایک کم سن اور پرجوش ینگ کمیونسٹ لیگ (کمسومول) کا ممبر ھے جو وقت سے فائدہ اٹھا کر اجتماعیت اور اسی طرح کے دوسرے موضوعات پر لینن کے حوالے پیش کررھا ھے۔ اور پھر چھال کے جوتے اور جھبری بھیڑ کی کھال کا کوٹ پہنے تامبوف کے اسی کسان کی طرح کا ایک اور کسان ھے جو لینن کے دفتر میں چودہ سال پہلے تھا۔ وہ اپنی بھرے بھرے سینےوالی بیوی کے ساتھ جو ریازان کی رھنےوالی ھے لینن کو دوسری بار دیکھنے آیا ھے۔ نیژنی‌نوگورود سے کام کے اگواکار جتھے کے دو ممبر پہلی بار یہاں آئے ھیں۔ اسی طرح

ترکستان سے ریلوے قلیوں کا ایک جتھہ آیا ہے - لیکن اس کے علاوہ کہ دنیا کے ہر سرے سے لوگ یہاں چلے آرہے ہیں ایک اور خاص بات یہ ہے کہ وہ ماسکو پہنچتے ہی لینن کے مقبرے کو ہی اپنی پہلی منزل بناتے ہیں - بہرحال ان کو سب سے پہلے مقبرے میں داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا - یہ رعایت بچوں کے لئے ہے -

یہ اسکولوں میں چھٹیوں کا زمانہ ہے اور ہزاروں کی تعداد میں بچے یہاں آگئے ہیں - شدید جاڑا ان کے خون کو جھنجھنا کر گالوں میں دوڑا دیتا ہے اور وہ انہیں پرچموں کی طرح سرخ ہوجاتے ہیں جو ان کے ہاتھوں میں ہیں - ایک پرچم پر لکھا ہے " سب کچھ پنجسالہ منصوبے کے لئے ! " اور " ہم مضبوط بنیں گے اور جب بڑے ہوجائیں گے تو ہم بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ مشینیں بنائیں گے " - یہ رہا تین سالہ بچوں کا ایک گروپ - وہ کاغذ کا ایک زبردست سورج مکھی کا پھول اونچا کئے ہیں جس کی پنکھڑیاں سفید ہیں اور بیچ میں لینن کے بچپن کی معروف شبیہہ ہے -

" ان کو لینن کے بارے میں کیا معلوم ؟ " میں نے ان کے ٹیچروں سے پوچھا -

" بچوں سے خود ہی پوچھ لیجئے " انھوں نے پرفخر اعتماد کے ساتھ کہا - اور یہ اعتماد بجا بھی تھا - ہفتوں سے وہ لینن کے بارے میں سیکھ رہے تھے اور آج اس پڑھائی لکھائی کا عروج یہ ہے کہ وہ لینن کو دیکھنے آئے ہیں - مقبرے کے کھلنے سے بہت پہلے کانسے کے پھاٹک کھول دئے جاتے ہیں اور ایک گھنٹے تک ہم بچوں کو اندر جاتے ہوئے دیکھتے ہیں -

اب ہماری باری آئی ہے - برابر دو کی قطار میں مجمع مقبروں کے زینوں پر چڑھتا جاتا ہے - ٹوپیاں اتر جاتی ہیں اور خاموشی کے ساتھ ہم ہلکی سی روشن گذرگاہ میں داخل ہوتے ہیں اور چوبیس زینے اتر کر ایک بڑے سنگ خارا کے ہال میں پہنچتے ہیں جو اسی طرح بلا سجاوٹ اور سادہ ہے جیسے وہ انسان جو وہاں لیٹا ہے - قطار بلا رکے گزرتی رہتی ہے ، نہ صرف کھلے تابوت کے پاس سے بلکہ پانچ قدمچوں کی بلندی پر ہوتے ہوئے قطار کے لوگ ایک ابھرے ہوئے چبوترے کا پورا چکر لگا لیتے ہیں اور اس طرح ہر ایک کو کافی وقت مل جاتا

ہے کہ وہ اپنے لیڈر کو بلا کسی رکاوٹ کے براہ‌راست دیکھ سکے۔ پھر دائیں گھوم کر ہم ان زینوں پر چڑھتے ہیں جو شمال مغرب کے باہر جانےوالے دروازے کو جاتے ہیں اور پھر لال چوک پر آجاتے ہیں۔

میں رک جاتا ہوں اور لوگوں کو باہر آتے دیکھنے لگتا ہوں اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ مقبرے سے باہر سوگ منانےوالوں کی طرح، رنجیدہ اور غمگین حالت میں نہیں نکلتے بلکہ اس طرح جیسے ان کا سارا بوجھ اترگیا ہو۔ وہ ایک نیا عزم لے کر آتے ہیں اور ان کے چہروں پر سکون اور ھلکاپن ہوتا ہے اور ہونٹوں پر بھی۔

" بہرحال، ان کو دیکھ کر دل پر اتنا بوجھ نہیں محسوس ہوتا"، ریازان سے آئی ہوئی کسان عورت کہتی ہے۔

" بالکل ویسے ہی لگتے ہیں جیسا کہ میں نے ان کو دس سال پہلے دیکھا تھا"، اسمولنسک کا پنچائتی کسان کہتا ہے۔ " بالکل اس طرح جیسے وہ ذرا سو رہے ہوں اور کسی وقت بھی جاگ کر ہم سے باتیں کرنے لگیں گے۔"

" میں لینن کی ساری تصانیف خریدونگا اور ان جاڑوں میں ان کو پڑھنا شروع کردونگا"، کمسومول کے نوجوان ممبر نے زور دیکر کہا۔

یہ سچ ہے کہ کبھی کوئی مختصر سی افسوس کی بات بھی کرتا ہے جیسے نیژنی کے دو اگواکار مزدوروں نے کہا " ارے، کاشکہ وہ آج زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ہم کیا کررہے ہیں — تعمیر، تعمیر، تعمیر"۔ اور دو بوڑھوں کی آنکھوں میں آنسو ہیں، ایک کے بازو نہیں ہے اور دوسرے کی ٹانگ غائب ہے۔ یہ خانہ‌جنگی کی قربانیاں ہیں، لینن کے خیالات کےلئے لڑائی میں۔ بہرحال یہاں اپاہج، سفید بالوں‌والے اور بوڑھے بہت ہی کم ہیں۔ زیادہ‌تر لوگ تندرست، نوجوان اور قوت‌ور ہیں جو اب لینن کے خیالات کےلئے لڑ رہے ہیں۔

کچھ لوگ لینن کو ایک بار دیکھ کر مطمئن نہیں ہوتے اور پھر جاکر قطار میں کھڑے ہوجاتے ہیں جو لامتناھی، کبھی نہ ختم ہونےوالی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں نئے نئے لوگوں کے آنے سے اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے جو ماسکو کے دفتروں، فیکٹری اور ملوں سے،

پہاڑوں اور کانوں سے ، سوویت سرزمین کے دوردراز استیپی میدانوں اور گاوؤں سے اور دنیا کے ہر کونے سے آتے ھیں - وہ اپنے متوفی لیڈر کو اپنی وفاداری کا نیا قول دینے اور اس سے نئی اور بہتر جدوجہد کےلئے ولولہ حاصل کرنے آتے ھیں -

یہ انسان اپنی زندگی میں بڑا اور طاقتور تھا اور اب اور زیادہ طاقتور ھے - اگر آپ ان کی یادگار دیکھنا چاھتے ھیں تو چاروں طرف دیکھئے — یہ پنجسالہ منصوبہ جس میں دنیپروستروئے*، میگنیتوستروئے ، ٹریکٹرستروئے اور ریاستی فارم ''گیگانت،، ھیں — یہ سب انسان کے عقل و تصور کےلئے متحیر کن ھیں - یہ سب اس کے سوا کیا ھیں کہ لینن کے خیالات اور سائنس ٹھوس شکل اختیار کر رھے ھیں ؟ لینن انسٹی ٹیوٹ اور ان کے نام کے کتب‌خانے آپ کو ھر ملک میں ملیں گے - لینن کی تصانیف بےشمار زبانوں میں اور لکھوکہا جلدوں کی تعداد میں شایع ھو چکی ھیں - یہ خیالات کے تخم کےسوا کیا ھیں ؟ لینن کے خیالات جو اگ رھے ھیں اور بڑی اور پرافراط فصلیں دے رھے ھیں -

سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی اور ساٹھ ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں کے جھنڈوں تلے کروڑوں لوگ لینن کی جاندار تحریک کے سوا کیا ھیں جو دنیا بھر میں سرمایہ‌دار نظام کی جگہ لینے کےلئے آگے بڑھ رھی ھے ؟

جس طرح چودہ سال پہلےوالے کریملن میں لینن کی ملاقاتیں اب مقبرے میں کہیں زیادہ بڑی ملاقاتوں تک پہنچ گئی ھیں اسی طرح لینن کی طاقت اور اثر میں بھی اضافہ ھوا ھے اور اس میں سوویت یونین اور ساری دنیا میں سوشلزم کی فتح تک اضافہ ھوتا رھےگا -

۱۹۳۲ء

---

* دنیپروستروئے سے مطلب دریائے دنیپر پر زبردست پن بجلی گھر کی تعمیر ھے -



البرٹ ریس ولیمس (بائیں سے دوسرے) انٹرنیشنل دستے کے دوسرے ممبروں کے ساتھ

روسی انقلاب کے دوران

روس کے ان مزدوروں اور کسانوں کے نام
جو انقلاب کی حفاظت کرتے ہوئے کام آئے

”مٹھی بھر لوگوں کے لئے دولت، اقتدار
اور علم کے خلاف تم نے جنگ کی اور عزت
کے ساتھ اس کے لئے کام آئے کہ دولت،
اقتدار اور علم عام ہو جائیں“ *

---

* یہ کتبہ لینن گراد کے مارسووا پولے (میدان مریخ) میں انقلاب کے مجاھدوں کی یادگار پر لکھا ہوا ہے - اس کی عبارت لوناچارسکی (۱۸۷۵ء سے ۱۹۳۳ء تک) نے لکھی تھی جو سوویت حکومت میں تعلیم کے پہلے عوامی کمیسار (وزیر) تھے -

دیباچہ

میں نے ماسکو میں دو کسان سپاہی دیکھے جو ایک چھوٹی سی دوکان پر لگے ہوئے پوسٹر کو پڑھ رہے تھے۔

"ہم تو اس کا ایک لفظ بھی نہیں پڑھ پاتے"، انھوں نے ناراضگی سے کہا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "زار تو صرف یہ چاہتا تھا کہ ہم کھیتی باڑی کریں، لڑیں اور اس کو ٹیکس ادا کریں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہم پڑھیں لکھیں۔ اس نے تو ہماری آنکھیں نکال لی تھیں۔"

عوام کی "آنکھیں نکال لینا"، ان کے دماغ وضمیر کو ماؤف کردینا یہ روسی شخصی حکومت کی سوچی سمجھی پالیسی تھی۔ صدیوں سے لوگ جہالت میں غرق تھے، چرچ نے ان کو نشے میں مبتلا کرر کھا تھا، سیاہ صد* نے ان کو دہشت زدہ کر دیا تھا اور کزاکوں نے ان کو اپنے جبروتشدد کا نشانہ بنالیا تھا۔ احتجاج کرنے والوں کو کال کوٹھریوں میں ڈال دیا جاتا تھا، سائبیریا کی کانوں میں جان لیوا کام کے لئے بھیج دیا جاتا تھا اور پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا۔

۱۹۱۷ء میں ملک کا سماجی اور معاشی ڈھانچہ چور چور ہوچکا تھا۔ ایک کروڑ کسان اپنے ہلوں سے جدا کردئے گئے تھے اور لڑائی کے مورچوں پر اپنی جانیں دے رہے تھے۔ ان کے علاوہ لکھو کھا آدمی شہروں میں جاڑے اور بھوک سے مر رہے تھے جبکہ رشوت خور وزیر جرمنوں سے سازش کر رہے تھے اور شاہی دربار میں بدنام زمانہ پادری

---

* سیاہ صد — یہ انقلاب دشمن رجعت پرست قتل وغارت کرنے والوں کے گروہ تھے جو روس میں ۱۹۰۵ - ۷ء کے انقلاب سے وجود میں آئے تھے۔

راسپوتین * کے ساتھ شراب کے بدمست جشن منائے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ کیڈیٹ ** میلیوکوف بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگیا "تاریخ میں ایسی احمق، بے ایمان، بزدل اور غدار حکومت کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔"

تمام حکومتوں کا انحصار عوام کے صبر و تحمل پر ہوتا ہے۔ وہ ابدی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا بند بھی ٹوٹ جاتا ہے جو روس میں فروری ۱۹۱۷ء میں ہوا۔

عوام نے محسوس کیا کہ پیٹروگراد میں ان کا زار برلن میں قیصر سے زیادہ برا تھا۔ ان کی تلخی کا جام لبریز ہو چکا تھا۔ انھوں نے محلوں کے خلاف دھاوا بول دیا تاکہ یہ سب ختم کردیں۔ سب سے پہلے ویبورگ ضلع میں عورتوں نے میدان میں آکر روٹی کے لئے آواز بلند کی۔ اس کے بعد مزدوروں کی لمبی قطاریں تھیں۔ پولیس نے پلوں کے پاٹ اٹھا دئے تاکہ وہ شہر کے اندر نہ داخل ہوسکیں لیکن وہ برف پر سے چل کر آگئے۔ لال جھنڈوں والے زبردست مجمع کو اپنی کھڑکی سے دیکھ کر میلیوکوف چلایا تھا "یہ رہا روسی انقلاب — اور اس کو پندرہ منٹ کے اندر کچل دیا جائیگا!"

لیکن مزدور کزاک گارڈ کے باوجود نیفسکی سڑک پر آگے بڑھنے لگے۔ وہ مشین گنوں سے گولیوں کے بوچھار کے باوجود آرہے تھے۔ وہ آتے رہے یہاں تک کہ سڑکیں لاشوں سے بھرگئیں۔ پھر بھی وہ آتے رہے۔ وہ گا رہے تھے اور سپاہیوں اور کزاکوں سے پرجوش اپیلیں کررہے تھے۔ اور آخرکار یہ لوگ عوام کے ساتھ آملے گئے اور ۲۷ فروری (۱۲ مارچ) کو رومانوف خاندان کا، جس نے ۳۰۰ سال تک روس پر جبروتشدد کا سکہ چلایا تھا، تختہ الٹ دیا گیا۔ روس کے لوگ خوشی سے پاگل ہو رہے تھے اور ساری دنیا زار کے زوال پر تالیاں بجا رہی تھی۔

---

* گریگوری راسپوتین — یہ مہم باز پادری زار نکولائی ثانی اور اس کی ملکہ کا بڑا پسندیدہ شخص تھا۔

** کیڈیٹ — دستوری جمہوری پارٹی کے ممبر جو روس میں سامراجی بورژوازی کی خاص پارٹی تھی۔

مزدوروں اور سپاھیوں نے خاص طور پر انقلاب کیا تھا - انھوں نے اس کے لئے اپنا خون بہایا تھا اور اب حسب دستور ان سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ معاملات کو اپنے سے بالاتر لوگوں کے ھاتھ میں دے کر ھٹ جائیں گے - عوام نے زارپرستوں سے اقتدار چھینا تھا - اب بینکر ، وکیل ، پروفیسر اور سیاست داں میدان میں کود پڑے کہ وہ عوام سے اقتدار لے لیں - انھوں نے کہا :

'' عوام الناس ! تم نے شاندار فتح حاصل کی ھے - اب آئندہ کا فریضہ ، ریاست کی تشکیل ھے - یہ بہت ھی مشکل فریضہ ھے لیکن خوش قسمتی سے ھم پڑھے لکھے لوگ حکمرانی کے گر جانتے ھیں - ھم ایک عارضی حکومت قائم کریں گے - ھماری ذمے داری بھاری ھے لیکن سچے محبان وطن کی حیثیت سے ھم اس کو سنبھالیں گے - شریف سپاھیو ، مورچوں پر واپس جاؤ - بہادر مزدورو ، اپنی مشینوں پر لوٹ جاؤ اور کسانو ، تم اپنے کھیتوں کو جاؤ - ،،

روسی عوام مطیع اور معقول تھے - اس لئے انھوں نے بورژوا حضرات کو اپنی '' عارضی حکومت ،، بنانے دی - لیکن روسی عوام سمجھدار تھے - اگرچہ وہ تعلیم یافتہ نہ تھے اور ان میں سے زیادہ تر پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے پھر بھی وہ سوچ سکتے تھے - اس لئے انھوں نے مورچوں ، ورکشاپوں اور کھیتوں کی طرف جانے سے پہلے اپنی چھوٹی چھوٹی تنظیمیں قائم کردیں - ھر جنگی سامان کی فیکٹری میں مزدوروں نے اپنے میں سے ایک قابل اعتبار چن لیا - جوتوں اور کپاس کی فیکٹریوں کے لوگوں نے بھی یہی کیا - اینٹیں بنانے والے بھٹوں ، شیشہ ساز اور دوسری صنعتوں میں بھی ایسا ھی ھوا - براہ راست اپنی کام کی جگہوں سے چنے ھوئے نمائندوں کی تنظیمیں مزدور نائبین کی سوویتیں (کونسلیں) کہلائیں -

اسی طرح فوجوں میں سپاھیوں کے نائبین کی سوویتیں اور دیہاتوں میں کسان نائبین کی سوویتیں قائم کی گئیں -

ان نائبوں کا انتخاب پیشوں کے لحاظ سے کیا گیا تھا نہ کہ علاقے کے لحاظ سے - جس کا نتیجہ یہ ھوا کہ سوویتوں میں چرب زبان سیاست داں نہیں بلکہ ایسے آدمی پہنچے جو اپنے کام سے بخوبی واقف تھے — کان کن جو کان کنی کو سمجھتے تھے ، مشینوں کے ماھر جو مشینوں کے بارے

میں بخوبی جانتے تھے ، کسان جو زمین کو اور سپاہی جو لڑائی کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور ایسے استاد بھی جو بچوں کو خوب جانتے تھے ۔

سوویتیں سارے روس کے ہر شہر ، قصبے ، گاؤں اور رجمنٹ میں نمودار ہونے لگیں ۔ زارشاہی کی ریاستی مشینری کے پارہ پارہ ہونے کے چند ہفتے بعد ہی دنیا کے چھٹے حصے پر ان نئی سماجی تنظیموں کے نقطے نظر آنے لگے ۔ تاریخ میں اس سے زیادہ کوئی اور حیرت‌انگیز واقعہ نہ تھا ۔

روسی جنگی جہاز " پیری‌سویت "، کے کمانڈر نے مجھے اپنی کہانی بتائی "جب یہ خبر پہنچی تو میرا جہاز اٹلی کے ساحل پر تھا ۔ جیسے ہی میں نے زار کے خاتمے کا اعلان کیا کچھ ملاحوں نے " سوویت زندہ‌باد ! "، کا نعرہ لگایا ۔ اور اسی دن جہاز پر ایک سوویت بنائی گئی جو اپنے تمام پہلوؤں میں پیٹروگراد کی سوویت جیسی تھی ۔ میں سوویت کو روسی عوام کی قدرتی تنظیم سمجھتا ہوں جس کی جڑیں گاؤں کے میر (کمیون) اور شہر کے آرٹیل (کوآپریٹیو سنڈیکیٹ) میں تھیں ۔ "

دوسرے سوویت کا خیال پرانے نیو انگلینڈ کے شہروں کے جلسوں یا قدیم یونان کی شہری اسمبلیوں سے لیتے ہیں ۔ لیکن روسی مزدور کا سوویت سے رابطہ بمقابلہ اس کے زیادہ براہ راست تھا ۔ اس نے ۱۹۰۵ء کے ناکام انقلاب میں ہی سوویت قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور اس نے اس کو اچھا آلۂ‌کار پایا تھا ۔ اب وہ اس کو استعمال کررہا تھا ۔

زار کا تختہ الٹنے کے بعد تمام طبقوں کے درمیان خیرسگالی کا ایک مختصر لیکن اچھا موسم گزرا جس کو " انقلاب کا ماہ عسل "، کہا جاتا ہے ۔ پھر لڑائی ٹھن گئی ۔ بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان روس میں اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے زوردار لڑائی ہوئی ۔ ایک طرف سرمایہ‌دار ، جاگیردار اور آخر میں دانش‌ور عارضی حکومت کی پشت پر تھے ۔ دوسری طرف مزدور ، سپاہی اور کسان تھے جو سوویتوں کی حمایت کررہے تھے ۔

میں اس زبردست تصادم کے بیچوں‌بیچ کھڑا تھا ۔ چودہ مہینے تک میں روسی گاؤں میں کسانوں کے ساتھ ، خندقوں میں سپاہیوں کے ساتھ

اور فیکٹریوں میں مزدوروں کےساتھ رہا۔ میں نے انقلاب کو ان کی آنکھوں سے دیکھا اور انتہائی ڈرامائی واقعات میں حصہ لیا۔

میں نے کمیونسٹ اور بالشویک کے الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال کئے ہیں اگرچہ پارٹی نے ۱۹۱۸ء تک سرکاری طور پر اپنا نام بدل کر کمیونسٹ پارٹی نہیں رکھا تھا۔

فرانسیسی انقلاب میں لفظ «Citizen» (شہری) کی بڑی اہمیت تھی اور روسی انقلاب میں لفظ تواریش (رفیق) کی۔

یہاں میں اپنے بعض آرٹیکل استعمال کرنے کے حق کےلئے ایشیا، یئیل ریویو، دی ڈائل، دی نیشن، دی نیو ریپبلک اور دی نیویارک ایوننگ پوسٹ کے ایڈیٹروں کا شکر گذار ہوں۔

سوویت روس کو آنےوالا فیکٹریوں، بارکوں، دیواروں، ریلوے کے ڈبوں اور ٹیلیفون کے کھمبوں پر — غرض ہر جگہ کثیر تعداد پوسٹر دیکھ کر متحیر ہوتا ہے۔ سوویت جو کچھ کرتی ہے اس کا سبب لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر ہتیار اٹھانے کےلئے نئی اپیل کی جاتی ہے، اگر راشن میں کمی کرنا ہے، اگر کوئی نیا اسکول یا ہدایتی کورس کھولا گیا ہے تو فوراً ایک پوسٹر یہ بتانے کےلئے نکالا جاتا ہے کہ کیوں اور کیسے عوام کو تعاون کرنا چاہئے۔ ان میں بعض پوسٹر بھونڈے اور عجلت کےساتھ تیار کئے جاتے ہیں اور کچھ آرٹ کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ان میں دو پوسٹر تقریباً اصلی رنگوں میں اس کتاب میں پیش کئے جارہے ہیں۔ ان کے اخراجات روس کے دوستوں نے برداشت کئے ہیں اور قارئین کو اس کےلئے مسز جیسی کیمبال اور مسٹر آرون بیرکمان کا شکرگذار ہونا چاہئے۔

پہلا حصہ

انقلاب کے خالق

کسانوں، مزدوروں اور سپاہیوں کے درمیان

پہلا باب

بالشویک اور شہر

ابتدائی جون ۱۹۱۷ء کی ایک سفید رات تھی جب میں پیٹروگراد پہنچا۔ یہ شہر تقریباً دائرۂ منجمد قطب‌شمالی میں ہے۔ اگرچہ آدھی رات آچکی تھی لیکن اس کے وسیع چوک اور شاہراہیں جو اس شمالی رات کی ہلکی طیفی روشنی سے نہائی ہوئی تھیں بڑی دلکش تھیں۔

نیلے گنبدوالے چرچوں اور لہراتی ہوئی نقرئی کیتھرین نہر سے گزرتے ہوئے ہم دریائے نیوا کے کنارے کنارے جا رہے تھے جبکہ دریا کے پار پیٹر اور پال کے قلعہ کا نازک مینار کسی طلائی سوئی کی طرح بلند تھا۔ پھر ہم سرما محل، سینٹ اسحاق چرچ کے چمکدار گنبد اور ان بےشمار ستونوں اور مجسموں کے پاس سے گزرے جو ان زاروں کی یادگار تھے جن کا خاتمہ ہوچکا تھا۔

لیکن یہ سب تو ماضی کے حکمرانوں کی یادگاریں تھیں - ان کا میرے اوپر کوئی اثر نہ تھا کیونکہ مجھے تو موجودہ حکمرانوں سے دلچسپی تھی - میں عظیم کیرینسکی * کی تقریر سننا چاھتا تھا جس کا دلکش زور بیان اس زمانے میں عروج پر تھا - میں عارضی حکوست کے وزیروں سے ملنا چاھتا تھا - میں ان میں سے بہتوں سے ملا ، ان کی باتیں سنیں اور ان سے باتیں کیں - وہ قابل ، دلکش اور خوش تقریر تھے - لیکن مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ عوام کے سچے نمائندے نہیں تھے ، کہ وہ " گزرتے ہوئے لمحات کے حکمراں " تھے -

میں نے اپنے جبلی احساس سے مستقبل کے حکمراں تلاش کرلئے ، یہ تھے وہ لوگ جو سوویتوں میں براہ راست مورچوں ، فیکٹریوں اور فارموں سے چنے گئے تھے - یہ سوویتیں روس کی تقریباً ہر فوج ، شہر اور گاؤں میں پیدا ہوگئی ہیں ، دنیا کے چھٹے حصے پر - یہ مقامی سوویتیں اب اپنے نمائندے سوویتوں کی پہلی کل روس کانگرس ** میں پیٹرو گراد بھیج رہی تھیں -

سوویتوں کی پہلی کل روس کانگرس

سوویتوں کی کانگرس فوجی اکادمی میں ہورھی تھی - یہاں اس واقعہ کا ایک کتبہ کہ " اعلی حضرت شہنشاہ نکولائی ثانی نے ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ ء کو اپنی تشریف آوری سے اس جگہ کو عزت بخشی تھی " ، ابھی تک دیوار سے لٹک رہا تھا جو شان و شوکت والے ماضی کی ایک یادگار تھا -

سنہری پٹیوں والے افسر ، مسکراتے ہوئے درباری اور خدمتگار ان ہالوں سے نکالے جا چکے تھے - اعلی حضرت زار بھی تشریف لے جا چکے تھے - اب ریپبلک کے اعلی حضرت یعنی انقلاب کی فرماں روائی تھی جس کا خیرمقدم سیاہ قمیصوں اور خاکی کپڑوں میں ملبوس سیکڑوں مندوبین کررہے تھے -

---

* کیرینسکی ا - ف - وزیر اور رجعت پرستوں کے مختلف پرتوں پر مشتمل روس کی ۱۹۱۷ ء کی عارضی حکومت کا صدر -

** یہ کانگرس ۱۶ جون سے ۷ جولائی ۱۹۱۷ ء تک ہوئی -

یہاں دنیا کے ہر کونے سے لوگ آرہے تھے ، منجمد آرکٹک اور تپتے ہوئے ترکستان سے - ان میں ترچھی آنکھوں والے تاتار ، بھورے بالوں والے کزاک ، بڑے اور چھوٹے روسی ، پولستانی ، لتویا اور لتھوانیا کے لوگ تھے - طرح طرح کی زبانیں بولی جا رہی تھیں اور ہر وضع کے لباس نظر آرہے تھے - یہاں محنت کی بھٹی میں تپے ہوئے مندوب تھے جو کانوں ، کارخانوں اور کھیتوں سے آئے تھے ، جنگ کے آزسودہ کار سپاھی خندقوں سے اور پانچ روسی بیڑوں کے سمندری آب و ھوا سے سنولائے ہوئے ملاح تھے - یہاں وہ فروری والے '' انقلابی ،، بھی تھے جو فروری کے اس طوفان سے پہلے بے رنگ اور خاموش تھے جس نے زار کو تخت سے اتار پھینکا لیکن اب وہ سرخ انقلابی رنگ میں نظر آرہے تھے اور اپنے کو سوشلسٹ کہتے تھے - یہاں وہ پرانے انقلابی بھی تھے جو بھوک اور سائبیریا میں جلاوطنی کے طویل برسوں کے باوجود اپنے مقصد سے وفادار رہے تھے اور مصیبتوں نے ان کو اچھی طرح جانچ اور آزما لیا تھا -

سوویتوں کی کانگرس کے صدر چخیئدزے نے مجھ سے پوچھا کہ میں روس کیوں آیا ہوں - '' ظاھر ھے میں جرنلسٹ کی حیثیت سے آیا ھوں ،، میں نے جواب دیا - '' لیکن اصل وجہ انقلاب ھے - یہ میرے لئے بےحد دلکش ھے اور مجھے مقناطیس کی طرح کھینچ لایا - میں یہاں آگیا کیونکہ میں دور نہیں رہ سکتا تھا - ،،

انھوں نے مجھسے کانگرس کو خطاب کرنے کےلئے کہا - ۸ جولائی کے '' ایزویستیا ،، اخبار میں میری تقریر یوں شائع ھوئی ھے :

رفیقو ! میں امریکی سوشلسٹوں کی طرف سے پیغام خیرسگالی لایا ھوں - ھم آپ سے یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتے کہ انقلاب کو کیسے چلانا ھے - بلکہ ھم یہاں اس کا سبق لینے اور آپ کے زبردست کارناموں کی تعریف کرنے آئے ھیں -

انسانیت پر ھراس اور تشدد کا گھرا بادل چھایا ھوا تھا اور مشعل تہذیب کو خون کے سیلاب میں غرق کردینے کی دھمکی دے رھا تھا - لیکن رفیقو ، آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ مشعل پھر روشن ھوگئی - آپ نے ھر جگہ تمام دلوں میں آزادی کا ایک نیا یقین پھر جگا دیا ھے -

مساوات، اخوت اور جمہوریت عظیم اور حسین الفاظ ھیں - لیکن لکھوکھا بے روزگار لوگوں کےلئے یہ محض الفاظ ھیں - نیویارک کے ایک لاکھ ۶۰ ہزار بھوکے بچوں کےلئے یہ محض خالی‌خولی الفاظ ھیں - فرانس اور برطانیہ کے استحصال کے شکار طبقوں کےلئے یہ مضحکہ‌خیز الفاظ ھیں - آپ کا فرض یہ ھے کہ آپ ان الفاظ کو حقیقت میں بدل‌دیں -

آپ نے سیاسی انقلاب کرلیا ھے - جرمن عسکریت کے خطرے سے آزاد ھوکر آپ کا اگلا فریضہ سماجی انقلاب کرنا ھے - پھر دنیا کے مزدور مغرب کی طرف نہیں مشرق کی طرف، عظیم روس کی طرف، پیٹروگراد کے اس میدان سریخ کی طرف دیکھیں‌گے جہاں آپ کے انقلاب کے پہلے شہید ابدی نیند سو رھے ھیں -

"آزاد روس زندہ‌باد !"، "انقلاب زندہ‌باد !"، "امن عالم زندہ‌باد !"

اپنے جواب میں چھیئدزے نے تمام قوموں کے مزدوروں سے اپیل کی کہ وہ "اس خوفناک قتل وغارت کو جو انسانیت کےلئے شرمناک ھے اور روسی آزادی کی پیدائش کے عظیم دنوں کو گہنا رھا ھے"، روکنے کےلئے اپنی اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں -

طوفانی تالیاں بجیں اور پھر کانگرس نے اپنا ایجنڈا شروع کیا : یوکرین، تعلیم‌عامہ، سپاھیوں کی بیوائیں اور یتیم بچے، محاذ کو رسد پہنچانا اور ریلوے کی مرمت وغیرہ - یہ کام عارضی حکومت کو کرنا تھا - لیکن وہ حکومت کمزور اور نالائق تھی - اس کے وزیر تقریریں اور بحث‌مباحثے اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے رھتے تھے اور مدبروں کی خاطر داریوں میں لگے رھتے تھے - لیکن کسی کو تو یہ مشکل کام کرنا ھی تھا اور اب یہ کام عوام کی سوویتوں کے ھاتھ میں آرھا تھا -

بالشویک آگے آتے ھیں

سوویتوں کی پہلی کانگرس پر دانش‌ور — ڈاکٹر، انجنیر، جرنلسٹ حاوی تھے - یہ لوگ ان سیاسی پارٹیوں کے تھے جو منشویک اور

سوشلسٹ انقلابی * کہلاتی ھیں ۔ انتہائی بائیں سرے پر ۱۰۵ مندوبین بیٹھے تھے جو فیصلہ کن پرولتاری رجحان کے تھے ۔ یہ سیدھے سادے سپاھی اور مزدور تھے ۔ وہ پرجوش اور متحد تھے اور بڑی ایمانداری کے ساتھ بولتے تھے ۔ اکثر ان کی ھنسی اڑائی جاتی تھی اور غل شور ھوتا تھا ۔ ان کی تجاویز کو ھمیشہ مسترد کیا جاتا تھا ۔ ” یہ بالشویک ھیں “، میرے بورژوا گائڈ نے زھر بھرے انداز میں بتایا ” ان میں سے زیادہ تر احمق، کٹر اور جرمنوں کے ایجنٹ ھیں “۔ بس اتنا ھی ۔ اس سے زیادہ کسی کو ھوٹل کی گذرگاھوں، ھالوں اور سفارتی حلقوں سے نہیں معلوم ھو سکتا تھا ۔

خوش قسمتی سے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک اور جگہ پہنچ گیا ۔ میں فیکٹریوں کے ضلع میں گیا ۔ نیژنی میں میری ملاقات ایک مشین‌ساز سارتوف سے ھوگئی اور وہ مجھے اپنے گھر لے گیا ۔ بڑے کمرے کے ایک کونے میں لمبی سی رائفل کھڑی تھی ۔

” ھر مزدور کے پاس اب بندوق ھے “، سارتوف نے بتایا ۔ ” کسی زمانے میں ھم اس کو زار کے لئے لڑنے میں استعمال کرتے تھے ۔ اب ھم اپنے لئے لڑ رھے ھیں ۔ “

ایک اور کونے میں سینٹ نکولائی کی شبیہہ لٹکی ھوئی تھی اور ایک چھوٹا سا چراغ اس کے سامنے روشن تھا ۔

” میری بیوی ابھی تک مذھبی ھیں “، سارتوف نے معافی کے انداز میں کہا ۔ ” وہ اس سینٹ میں یقین کرتی ھیں ۔ اس کا خیال ھے کہ یہی مجھے انقلاب سے سلامتی کے ساتھ گزاریں گے ۔ بھلا کوئی سینٹ بالشویک کی مدد کر سکتا ھے “، اس نے ھنسکر کہا ۔ ” خدا سمجھے اس سے ! اس میں کوئی ھرج نہیں ۔ یہ سینٹ بھی عجیب ھوتے ھیں ۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کون کیا کر بیٹھے گا ۔ “

---

* سوشلسٹ انقلابی اس پیٹی بورژوا پارٹی کے ممبر تھے جو ۱۹۰۱ – ۲ ء میں بنائی گئی تھی ۔ وہ کسانوں کے اندر طبقاتی تضاد اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کو نہیں مانتے تھے ۔ انقلاب کے فروغ کے ساتھ سوشلسٹ انقلابی گرتے گئے اور ایک انقلاب دشمن پارٹی میں تبدیل ھوگئے ۔

پورا خاندان فرش پر سویا اور مجھے اصرار کرکے پلنگ دیا گیا کیونکہ میں امریکی تھا۔ میں نے اسی کمرے میں ایک اور امریکی دیکھا۔ شبیہہ والے چراغ کی دھندلی روشنی میں مجھے دیوار پر ابراھم لنکن کا بڑا، جانا پہچانا اور کھردرا چہرہ نظر آیا۔ ایلی نوئس کے جنگلوں میں پائنیر کی جھونپڑی سے لنکن اس مزدور کے گھر تک آگئے تھے جو دریائے والگا کے کنارے رہتا تھا۔ نصف صدی اور نصف دنیا کے پار لنکن کے دل میں بھڑکتے ہوئے شعلوں نے لپک کر ایک روسی مزدور کے دل کو چھولیا تھا جو روشنی کی تلاش میں ادھر ادھر ٹٹول رہا تھا۔

مزدور کی بیوی جس طرح صاحب اعجاز سینٹ نکولائی کو خراج عقیدت پیش کرتی تھی اسی طرح مزدور نجات دھندہ لنکن کی عزت کرتا تھا۔ اس نے لنکن کی تصویر کو اپنے گھر میں عزت کی جگہ دی تھی۔ اور اس نے ایک انوکھی بات کی تھی۔ اس نے لنکن کے کوٹ کے اوٹ کالر پر ایک کپڑے کا پھول لگا دیا تھا، ایک بڑا سرخ پھول جس پر لکھا تھا "بالشویک"۔

لنکن کی زندگی کے بارے میں سارتوف کو بہت کم معلوم تھا۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ لنکن نے ناانصافی کے خلاف جدوجہد کی، غلاموں کی آزادی کا اعلان کیا، کہ ان کی توہین کی گئی اور بدنام کیا گیا۔ سارتوف کے لئے بالشویکوں سے لنکن کی رشتےداری کی یہی بنیاد تھی۔ لنکن کو بڑا خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس نے اس لال نشان سے ان کو زینت دی تھی۔

میں نے دیکھا کہ فیکٹریاں اور شاھراھیں دو مختلف قسم کے عالم ھیں۔ اور ان دونوں جگہوں پر جس طرح لفظ "بالشویک" ادا کیا جاتا تھا اس میں بھی بڑا فرق تھا۔ شاھراھوں پر اس کو حقارت اور برائی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور مزدوروں کی زبان پر یہ تعریف اور احترام سے آتا تھا۔

بالشویکوں نے بورژوازی کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ اپنے پروگرام کی وضاحت مزدوروں میں کررھے تھے۔ اس پروگرام کے بارے میں مجھے روسی فوج کے ان مندوبین سے براہ راست معلوم ہوا تھا جو فرانس میں تھے اور سوویتوں کی کانگرس میں شرکت کے لئے آرھے تھے۔

”ہمارا مطالبہ ہے کہ جنگ نہ جاری رکھی جائے لیکن انقلاب جاری رکھا جائے،، ان بالشویکوں نے زوروں سے کہا تھا۔

”اب آپ انقلاب کی بات کیوں کرتے ہیں ؟،، میں نے شیطان کی وکالت کا رول ادا کرتے ہوئے پوچھ لیا۔ ”آپ نے انقلاب حاصل کر لیا۔ زار اور اس کا ٹیم ٹام سب ختم ہوچکا ہے۔ صدیوں سے یہی آپ کا مقصد تھا۔ ہے نا ؟،،

”ہاں،، انھوں نے جواب دیا ”زار تو ختم ہوچکا ہے لیکن انقلاب ابھی شروع ہوا ہے۔ زار کا خاتمہ صرف ایک اتفاقی واقعہ تھا۔ مزدوروں نے ایک حکمراں طبقے یعنی شاہ پرستوں کے ہاتھ سے حکومت اس لئے نہیں لی تھی کہ وہ ایک اور حکمراں طبقے یعنی بورژوازی کے ہاتھ میں اس کو دے دیں۔ آپ اس کو چاہے جو نام دیں غلامی تو ابھی وہی ہے۔،،

میں نے کہا کہ عام طور پر دنیا میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ روس کا فریضہ اب فرانس یا امریکہ جیسی ریپبلک بنانا، روس میں مغرب جیسے ادارے قائم کرنا ہے۔

”لیکن یہی تو ہم نہیں کرنا چاہتے،، انھوں نے جواب دیا۔ ”ہم آپ کے اداروں یا حکومتوں کے زیادہ مداح نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کے یہاں غربت، بے روزگاری اور جبروتشدد ہے۔ ایک طرف غریبوں کے گندے محلے ہیں اور دوسرے طرف محل۔ ایک طرف سرمایہ دار لاک آؤٹ، سیاہ فہرست، جھوٹے پریس اور غنڈوں کے ذریعہ مزدوروں سے لڑ رہے ہیں اور دوسری طرف مزدور ہڑتالوں، بائیکاٹ اور بموں کے ذریعہ جدوجہد کرتے ہیں۔ ہم طبقوں کی اس لڑائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم غریبی کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور صرف مزدور ہی، صرف ایک کمیونسٹ نظام ہی اس کو کرسکتا ہے۔ اور ہم روس میں اسی کو اپنانے جا رہے ہیں۔،،

”دوسرے الفاظ میں،، میں نے کہا ”آپ ارتقا کے قوانین سے گریز کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کسی جادو کے ذریعہ روس کو پسماندہ زرعی ریاست سے اعلی درجے کی کوآپریٹیو دولت مشترکہ میں تبدیل کردینا چاہتے ہیں۔ آپ ۱۸ ویں صدی سے ۲۲ ویں صدی میں چھلانگ لگانا چاہتے ہیں۔،،

'' ہم ایک نیا سماجی نظام اپنانے جا رہے ہیں ،، انھوں نے جواب دیا '' لیکن ہم چھلانگ لگانے یا جادو ٹونے پر تکیہ نہیں کرتے۔ ہمارا بھروسہ مزدوروں اور کسانوں کی اجتماعی طاقت پر ہے۔ ،،

'' لیکن یہ سب کرنے کے لئے دماغ کہاں ہیں ؟ ،، میں نے لقمہ دیا۔ '' عوام کی زبردست جہالت کے بارے میں تو سوچئے۔ ،،

'' دماغ ! ،، انھوں نے گرم ہو کر کہا۔ '' تو کیا آپ سوچتے ہیں کہ ہم اپنے سے '' برتر ،، دماغوں کے سامنے سر جھکا رہے ہیں ؟ بھلا اس لڑائی سے زیادہ بددماغی ، حماقت اور جرم کیا ہوگا ؟ اور اس کے مجرم کون ہیں ؟ مزدور طبقے نہیں بلکہ ہر ملک کے حکمراں طبقے۔ یقیناً مزدوروں اور کسانوں کی جہالت اور ناتجربےکاری اس سے زیادہ گڑبڑ کا باعث نہیں ہوسکتیں جتنی کہ جنرل اور سیاست‌داں اپنے تمام دماغ اور تہذیب کے باوجود کرتے ہیں۔ ہم عوام میں یقین رکھتے ہیں۔ ہم ان کی تخلیقی طاقتوں میں یقین رکھتے ہیں اور ہمیں کسی نہ کسی طرح سماجی انقلاب کرنا چاہئے۔ ،،

'' اور کیوں ؟ ،، میں نے سوال کیا۔

'' کیونکہ یہ نسل انسانی کے ارتقا میں دوسرا قدم ہے۔ کسی زمانے میں غلامی تھی۔ اس کی جگہ جاگیرداری نے لی اور اس نے اپنی باری میں سرمایہ‌داری کو جگہ دی۔ اب سرمایہ‌داری کو میدان سے ہٹنا چاہئے۔ وہ اپنا کام پورا کرچکی۔ اس نے بڑے پیمانے کی پیداوار ، عالمی صنعت‌کاری کو ممکن بنایا۔ لیکن اب اس کو ختم ہونا چاہئے۔ یہ سامراج اور جنگ کی پرورش کرتی ہے ، محنت کا گلہ گھونٹتی ہے اور تہذیب کو تباہ کرتی ہے۔ اس کو اپنی باری میں دوسرے مرحلے کو جگہ دینی چاہئے یعنی کمیونسٹ نظام کو۔ مزدور طبقے کا یہ تاریخی مشن ہے کہ وہ اس نئے سماجی نظام کا نقیب بنے۔ اگرچہ روس ایک پسماندہ ملک ہے لیکن ہمیں سماجی انقلاب شروع کرنا ہے اور دوسرے ملکوں کے مزدور طبقے کو اسے جاری رکھنا ہے۔ ،،

دنیا کی تعمیرنو — ایک جرأت‌آمیز پروگرام ہے۔

اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ جیمس ڈنکن کے خیالات جو روٹ مشن کے ساتھ یہاں آئے تھے حقیر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ وہ حرفتی ٹریڈیونینوں ، ٹریڈیونینوں کے مارکے اور آٹھ گھنٹے کے کام کے

بارے میں بے کیف باتوں کےلئے یہاں آئے تھے۔ ان کے سامعین یا تو ہنستے تھے یا بدمزہ ہوتے تھے۔ پچھلے دن ایک اخبار نے ان کی دو گھنٹے کی تقریر اس طرح رپورٹ کی ''پچھلی رات امریکی لیبر فیڈریشن کے نائب صدر نے سوویتوں کو خطاب کیا۔ بحرالکاہل کی طرف سے آتے ہوئے انھوں نے بظاہر دو تقریریں تیار کی تھیں۔ ایک روسی لوگوں کےلئے اور دوسری جاہل اسکیمو لوگوں کےلئے — کل شام کو وہ بلا شبہ اپنے خیال میں اسکیمو لوگوں کو خطاب کر رہے تھے۔''

بالشویکوں کےلئے کوئی بڑا انقلابی پروگرام پیش کرنا ایک بات تھی اور پوری ۱۶ کروڑ لوگوں پر مشتمل قوم سے اس کو منظور کرانا دوسری بات — خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اس وقت بالشویکوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ* سے زیادہ نہ تھی۔

امریکہ کے تربیت یافتہ بالشویک

بہت سے عناصر کے توڑ جوڑ سے بالشویک خیالات کا وقار عوام میں پیدا ہو رہا تھا۔ اول تو بالشویک عوام کو سمجھتے تھے۔ بالشویکوں کا اثر زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کے پرتوں مثلاً ملاحوں میں کافی تھا اور وہ شہروں کے حرفت پیشہ لوگوں اور مزدوروں پر زیادہ‌تر مشتمل تھے۔ وہ براہ راست عوام سے آئے تھے اور عوام کی ھی زبان میں باتیں کرتے تھے، ان کے غم‌ورنج میں شریک تھے اور ان کےساتھ سوچتے بھی تھے۔

یہ کہنا کافی نہیں ھے کہ بالشویک عوام کو سمجھتے تھے بلکہ وہ خود عوام تھے۔ اسی‌لئے ان پر اعتبار کیا جاتا تھا۔ روسی مزدور جس کو اس سے اوپروالے طبقوں نے مدتوں تک دھوکا دیا ھے اب صرف اپنے پر ھی اعتماد رکھتا ھے۔

---

* مصنف نے اس وقت کے بارے میں نہیں لکھا جو ان اعداد و شمار سے تعلق رکھتا ھے۔ درحقیقت پارٹی کی چھٹی کانگرس کے وقت (جولائی ۱۹۱۷ء) پارٹی کے ممبروں کی تعداد دو لاکھ ۴۰ ہزار تھی۔

اس بات کا ثبوت میرے ایک دوست کو عجیب طریقے سے ملا۔ ان کا نام کراسنوشچیکوف ہے اور اب وہ مشرق بعید کی عوامی کمیساروں کی کونسل * کے صدر ہیں۔ انتقال وطن کے زمانے میں انھوں نے امریکہ میں شیکاگو کے ورکرس انسٹی ٹیوٹ کی تعلیم ختم کی اور پھر مزدوروں کے لئے جدوجہد شروع کردی۔ وہ لائق آدمی اور اچھے مقرر تھے اور وطن آنے کے بعد ان کو نکولسک اوسوریئسک کی شہری سوویت کا صدر چن لیا گیا۔ وہاں کے بورژوا اخبار نے فوراً کراسنوشچیکوف پر "تارک وطن آوارہ گرد" کہہ کر حملہ کیا۔ اخبار نے سوال کیا: "عظیم روس کے شہریو! کیا آپ کو اس بات پر شرم نہیں آتی کہ ایک قلی آپ پر حکومت کرے جو شیکاگو میں کھڑکیاں صاف کرتا تھا؟"

کراسنوشچیکوف نے اس کا سخت جواب لکھا اور امریکہ میں قانون داں اور ماہر تعلیم کی حیثیت سے اپنے نمایاں کاموں کا ذکر کیا۔ اس مضمون کو اخبار کے دفتر لے جاتے وقت وہ راستے میں سوویت کے دفتر یہ دیکھنے چلے گئے کہ اس اخباری حملے نے مزدوروں کی نگاہ میں ان کو کتنا ذلیل کیا ہے۔

"کامریڈ کراسنوشچیکوف!" جیسے ہی انھوں نے دروازہ کھولا کوئی زور سے چلایا۔ لوگ تالیاں بجاتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ "ناش! ناش!" (ہمارے! ہمارے!) وہ ان سے ہاتھ ملا کر زور زور سے کہہ رہے تھے۔ "کامریڈ، ابھی ہم نے اخبار پڑھا۔ اس سے ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ ہم آپ کو ہمیشہ پسند کرتے تھے اگرچہ ہمارا خیال تھا کہ آپ بورژوا ہیں۔ اب ہمیں پتہ چلا کہ آپ ہم میں سے ہی ہیں، واقعی مزدور ہیں۔ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔ ہم آپ کے لئے سب کچھ کریں گے۔"

بالشویک پارٹی میں ۹۶ فیصدی لوگ مزدور تھے۔ یہ سچ ہے کہ پارٹی کے بعض دانش ور براہ راست مزدوروں میں سے نہیں تھے۔

---

* مشرق بعید کی عوامی کمیساروں کی کونسل اس وقت روسی فیڈریشن کے عوامی کمیساروں کی کونسل کے ماتحت تھی۔

لیکن لینن جیسے لوگ تقریباً غریبی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اور غریبوں کے خیالات کو جانتے تھے۔

بالشویک زیادہ‌تر نوجوان تھے اور ذمے‌داری لیتے ہوئے نہیں جھجکتے تھے، مرنے سے نہیں ڈرتے تھے اور اوپری طبقوں کے بالکل برعکس، کام کرنے سے بھی نہ ڈرتے تھے۔ ان میں بہت سے میرے دوست بن گئے، خصوصاً وہ جلاوطن جو امریکہ سے تارکین وطن کے واپس آنےوالے دھارے میں تھے۔

ان میں یانیشیف تھے جن کو ساری دنیا کا مزدور کہا جا سکتا ہے۔ دس سال پہلے ان کو روس سے اس جرم میں نکال دیا گیا تھا کہ انھوں نے اپنے ساتھی کسانوں کو زار کے خلاف بھڑکایا تھا۔ وہ ہیمبرگ کی گودیوں میں آبی چوہے کی طرح رہتے تھے، انھوں نے آسٹریا کی کوئلے کی کانوں میں کان کنی کی تھی اور فرانس میں فولاد کی ڈھلائی کی بھٹیوں میں فولاد انڈیلا تھا۔ امریکہ کے کھال تیار کرنےوالے حوضوں میں کام کرکے ان کا رنگ تپا تھا، اور ٹکسٹائل ملوں میں یہ رنگ ڈھل گیا تھا۔ ہڑتالوں میں انھوں نے ڈنڈے بھی کھائے تھے۔ انھوں نے اپنے سفروں میں چار زبانوں سے واقفیت اور بالشویزم میں پرجوش یقین حاصل کیا تھا۔ یہ کسان اب صنعتی پرولتاریہ بن گیا تھا۔

بعض طنزنگاروں نے پرولتاریہ کو "باتونی مزدور" کہا ہے۔ یانیشیف فطری طور پر باتونی نہیں تھے۔ لیکن اب ان کو بولنا پڑتا تھا۔ ان کے لکھوکہا ساتھی مزدوروں کی روشنی کےلئے پکار الفاظ کو ان کے ہونٹوں تک کھینچ لاتی تھی اور ملوں اور کانوں میں وہ اس طرح بولتے تھے جیسے کوئی دانش‌ور نہیں بول سکتا۔ دن رات وہ کام کرتے رہے اور جب گرمیوں کا موسم آیا تو وہ مجھے گاؤں کے یادگار دورے پر لے گئے۔

ایک اور کامریڈ وسکوف تھے جو نیویارک کے بڑھئیوں کی ایک ٹریڈیونین کے کارکن رہ چکے تھے اور اب سیستروریتسک میں اس رائفل فیکٹری کی مزدور کمیٹی کے ممبر ہیں جو اس فیکٹری کا انتظام کرتی ہے۔ ایک اور کامریڈ وولوداسکی تھے جو سوویت حکومت کے لئے انتھک کام کرتے تھے اور اس سے بےحد خوش تھے۔ ایک بار انھوں‌نے مجھسے کہا "مجھے ان چند ہفتوں میں اس سے زیادہ سچی خوشی حاصل ہوئی

ہے جتنی پچاس آدمیوں کو اپنی ساری زندگی میں مل سکتی ہے۔،، اور ہاں، نیئبوت بھی تھا جس کے پاس کتابوں کا ایک بنڈل تھا اور وہ انگریزی میں بریلسفورڈ کی کتاب ”فولاد اور سونے کی لڑائی،، اپنی آنکھوں سے لگائے رہتا تھا۔ بالشویک پروپیگنڈے میں ان تارکین وطن نے مغربی رفتار اور طریقے کا اضافہ کیا۔ یہ پرجوش نوجوان کارکردگی اور جوش کے مثالی نمونے تھے۔

بالشویک سرگرمیوں کا مرکز پیٹروگراد تھا۔ اس میں تاریخ کا بڑا لطیف طنز ہے! یہ شہر عظیم زار پیٹر کے لئے فخروعزت کا باعث تھا۔ اس نے دلدل میں شاندار دارالحکومت کی تعمیر کی۔ اس کی بنیاد قائم کرنے کے لئے اس نے درختوں کے جنگل کے جنگل اور پتھروں کی پوری کی پوری کانیں اس میں ڈھکیل دیں۔ یہ پیٹر کے آہنی عزم کی زبردست یادگار ہے اور ساتھ ہی زبردست ظلم کی بھی کیونکہ اس کی تعمیر نہ صرف لکھوکھا لکڑی کے لٹھوں پر ہوئی تھی بلکہ لکھوکھا انسانی ہڈیوں پر بھی - ان دلدلوں میں مزدور جانوروں کی طرح جمع کئے جاتے تھے اور سردی، بھوک اور خارش کی بیماری کا شکار ہوجاتے تھے۔ جتنی ہی تیزی سے ان کو دلدل نگل لیتی تھی اتنی ہی تیزی سے اور کسان غلام ان کی جگہ لائے جاتے تھے۔ وہ خالی ہاتھوں اور لکڑیوں سے مٹی کھودتے تھے اور اس کو ٹوپیوں اور سرپوشوں میں لےجاتے تھے۔ گھنوں کی گرج، کوڑوں کی ٹراق پڑاق گونج اور مرتے لوگوں کی کراہوں کے درمیان اہرام مصری کی طرح پیٹروگراد بھی غلاموں کے آنسوؤں اور کرب و تکلیف میں نمودار ہوا تھا۔

اب ان غلاموں کی اولاد نے بغاوت کردی تھی۔ پیٹروگراد انقلاب کا سربراہ بن گیا۔ ہر دن وہ اپنے تبلیغ کرنےوالوں کو دور دور کے دوروں پر روانہ کررہا تھا۔ ہر دن وہ ڈھیروں بالشویک لٹریچر شائع کر رہا تھا۔ جون میں پیٹروگراد سے ”پراودا،،، ”سپاہی،، اور ”دیہاتی غریب،، نامی اخباروں کی لاکھوں کاپیاں شایع ہورہی تھیں۔ ”یہ سب جرمن پیسے سے کیا جا رہا ہے،، اتحادی طاقتوں کے مشاہدین کہہ رہے تھے۔ وہ پارکوں کے کیفوں میں بیٹھ کر اور شترمرغوں کی طرح اپنے سر ریت میں ٹھونس کر جو چاہتے اندھا دھند یقین کرتے تھے۔ اگر وہ ذرا موڑ پر آکر دیکھتے تو ان کو ایک ڈسک کے سامنے سے

لمبی قطار گزرتی دکھائی دیتی - ان میں سے ہر ایک دس کوپک، دس روبل اور ممکن ہے کہ ۱۰۰ روبل چندہ دے رہا تھا - یہ تھے مزدور، سپاہی اور کسان جو بالشویک پریس کے لئے اپنی دین پیش کرر ہے تھے -

بالشویکوں کی کامیابی جتنی زیادہ ہوتی تھی اتنا ہی ان کے خلاف شوروغل مچتا تھا - بورژوا پریس دوسری پارٹیوں کی عقل اور اعتدال کی تعریفیں کرتا تھا اور بالشویکوں کے لئے آہنی مکے کا نسخہ پیش کرتا تھا - جبکہ کیرینسکی اور زار کے ایوان کے لوگوں کو سرما محل میں شاہی شان‌وشوکت سے رہنے کی جگہیں ملی تھیں بالشویکوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا تھا -

ماضی میں سبھی پارٹیوں کو اپنے اصولوں کے لئے مصیبتیں جھیلنا پڑی تھیں لیکن اب خاص طور سے بالشویک ہی ان کو برداشت کرر ہے تھے - وہی آج کے شہیدوں میں تھے - اس کی وجہ سے ان کی ساکھ قائم ہوئی - ان کے خلاف جبر و تشدد نے ان کو نمایاں کیا - عوام نے اب بالشویک نظرئے کی طرف توجہ کی تو اس کو اپنی خواہشات کے عین مطابق پایا -

لیکن بالشویکوں کی قربانیاں اور جوش‌وخروش ہی عوام کو آخرکار ان کے جھنڈے تلے نہیں لایا بلکہ ان کی معاون اس سے بھی زیادہ طاقتور چیزیں تھیں اور سب سے زیادہ معاون تھی تہری بھوک : روٹی، امن اور زمین کے لئے کثیرتعداد لوگوں کی بھوک -

دیہاتی سوویتوں میں کسانوں کی قدیم پکار پھر بلند ہوئی ”زمین خدا اور عوام کی ہے“ - شہری مزدوروں نے اس سے خدا کو علحدہ کردیا اور نعرہ لگایا ”فیکٹریاں مزدوروں کی ہیں“ - محاذ جنگ پر سپاہیوں نے اعلان کیا : ”جنگ شیطانی چیز ہے - ہم اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتے - ہم امن چاہتے ہیں -“

عوام میں ایک خمیر سا پک رہا تھا - اس کی وجہ سے انھوں نے آراضی کمیٹیاں، فیکٹری کمیٹیاں اور محاذجنگ کی کمیٹیاں بنائیں - اس نے عوام کو بولنے پر اکسایا اور روس لکھوکھا مقرروں کا ملک بن گیا - اسی جوش نے ان کو بڑے بڑے عوامی جلوسوں کی شکل میں سڑکوں پر بھیجا -

دوسرا باب

پیٹرو گراد میں مظاہرے

۱۹۱۷ء کی بہار اور گرمیوں میں یکے بعد دیگرے مظاہرے ہوتے رہے۔ روس اس سلسلے میں ہمیشہ آگے رہا ہے۔ اب جلوس زیادہ لمبے ہوتے تھے اور ان کی رہنمائی پادری نہیں بلکہ عوام کرتے تھے، مذہبی شبیہوں کے بجائے سرخ پرچم لیکر اور مذہبی گیتوں کے بجائے انقلابی گیت گا کر۔

یکم جولائی کے پیٹروگراد کو کون بھول سکتا ہے! بادامی اور زیتونی رنگوں کی وردیوں میں سپاہی، نیلے اور سنہرے لباس میں گھڑسوار، بحری بیڑے کے سفید جیکٹوں والے ملاح، ملوں کے سیاہ جیکٹوں والے مزدور اور رنگارنگ لباسوں والی لڑکیاں شہر کی بڑی بڑی سڑکوں پر قطار در قطار نظر آرہی تھیں۔ جلوس میں ہر حصہ لینے والے کے پاس ایک پرچم، ایک پھول، ایک لال فیتہ، عورتوں کے سروں پر سرخ رومال اور مردوں کے جسم پر سرخ قمیصیں تھیں اور ان کے اوپر سرخ جھاگ کی طرح ہزاروں سرخ جھنڈے چمک اور لہرا رہے تھے۔ یہ انسانی سیلاب اسنڈ رہا تھا اور اس سے نغمے ابل رہے تھے۔

تین سال پہلے میں نے جرمنی کی جنگی مشین کو پیرس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے وادیٔ میوز میں دیکھا تھا۔ اس وقت پہاڑیاں دس ہزار توانا جرمن آوازوں سے گونج رہی تھیں جو "ہمارا وطن جرمنی سب سے برتر ہے" گا رہی تھیں۔ ساتھ ہی ہزاروں بوٹ ایک ساتھ ملکر زمین پر تال دے رہے تھے۔ یہ اقدام طاقتور لیکن میکانیکی تھا، ان بھوری قطاروں کے دوسرے اقدامات کی طرح جو اوپر کے احکام کے مطابق ہی کئے جاتے تھے۔

لیکن ان سرخ صفوں کے نغموں سے عوام کی روح ابلی پڑ رہی تھی۔ کوئی انقلابی گیت شروع کرتا اور سپاہیوں کی گونجتی ہوئی آوازیں گیت کو اٹھا لیتیں، ان میں مزدور عورتوں کی پرسوز آوازیں بھی شامل ہوجاتیں۔ گیت کے تال سر اونچے نیچے ہوتے اور کھوجاتے اور

پھر صفوں میں گیت یکایک پھوٹ پڑتا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے ساری سڑک ایک ساتھ ملکر گا رہی ہے۔

سینٹ اسحاق کے گرجا گھر کے سنہرے گنبد اور اسلامی مسجد کے میناروں کے پاس سے چالیس مختلف عقائد اور نسلوں کے لوگ گزر رہے تھے جن کو انقلاب کی آگ نے تپا کر آپس میں متحد کر دیا تھا۔ ان کے ذہنوں سے کانیں، ملیں، غربت زدہ محلے اور جنگی خندقیں دور ہو چکی تھیں۔ یہ دن خود ان لوگوں کی تخلیق تھی۔ وہ اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور خوش تھے۔

لیکن اس خوشی میں وہ ان لوگوں کو نہیں بھولے تھے جو اس دن کو لانے کے لئے قیدوبند میں گرفتار اور اپنا خون بہا کر سائبیریا کے میدانوں میں جلاوطنی اور موت کا سامنا کرنے گئے تھے۔ قریب ہی فروری کے انقلاب کے شہید بھی سیکڑوں کی تعداد میں ''میدان مریخ'' میں ابدی نیند سو رہے تھے۔ یہاں ''مارسیلز'' کے فوجی تال سر کی جگہ شوپین کے ''جلوس جنازہ کے مارچ'' کے پرشکوہ نغمے نے لے لی۔ طبلوں کی آواز پست کر دی گئی، پرچم جھک گئے اور لوگ سر جھکائے، روتے یا خاموش لمبی قبر کے پاس سے گزر گئے۔

ایک چھوٹے سے واقعہ نے جو مثالی تھا سارے سکون کو درہم برہم کردیا۔ یہ واقعہ سادوایا پر ہوا جہاں میں الکساندر گامبرگ کے ساتھ کھڑا تھا جو روسی امریکی تھے اور انقلاب کے زمانے میں بہت سے امریکیوں کے دوست اور ترجمان تھے۔ ملاحوں اور مزدوروں کے غصے کو ایک سرخ پرچم نے بھڑکا دیا جس پر لکھا تھا ''عارضی حکومت پائندہ باد!'' انھوں نے اس کو نوچ کر پھینک دیا اور اس جھگڑے میں کسی نے غل مچا کر کہا ''کزاک آرہے ہیں!''

عوام کے ان قدیم دشمنوں کے نام نے ہی مجمع میں دہشت پیدا کردی۔ ان کے چہرے سفید پڑگئے اور مجمع گرے ہوئے لوگوں کو پاگلوں کی طرح روندتا اور چیختا ہوا بدحواس ہوکر بھاگا۔ خوش قسمتی سے یہ الارم غلط تھا۔ صفیں پھر بن گئیں اور گیتوں اور تالیوں کے درمیان پھر آگے بڑھنے لگیں۔

لیکن یہ جلوس محض جذبات کا سیلاب نہیں تھا۔ یہ بہت ہی پیش گویانہ کردار رکھتا تھا۔ اس کے پرچموں پر لکھا تھا ''فیکٹریاں

مزدوروں کو ! زمین کسانوں کو ! امن ساری دنیا کو ! جنگ مردہ‌باد ! خفیہ معاهدے مردہ باد ! سرمایہ‌دار وزیر مردہ‌باد ! ،،

یہ تھا بالشویک پروگرام جو عوام کےلئے ان نعروں میں مرکوز کر دیا گیا تھا ۔ ہزاروں پرچم تھے ، اتنے کہ خود بالشویکوں کو حیرت تھی ۔ یہ پرچم آنےوالے بڑے طوفان کی علامت تھے ۔ ہر شخص اس کو دیکھ سکتاتھا اور دیکھ رہا تھا ، سوائے ان لوگوں کے جن کو خاص طور سے روس یہ دیکھنے کےلئے بھیجا گیا تھا مثلاً روٹ مشن‌والے ۔ انقلابی روس میں قیام کے دوران یہ حضرات انقلاب سے بالکل اس طرح کٹے رھے جیسی کہ روسی کہاوت ھے کہ ،، چڑیا گھر گئے لیکن ھاتھی نہیں دیکھا ۔ ،،

اس یکم جولائی کو امریکی کازان گرجاگھر کی ایک مخصوص عبادت میں مدعو کئے گئے ۔ گرجاگھر میں وہ پادریوں کے بوسے اور دعائیں لینے کےلئے گھٹنوں کے بل جھکے جبکہ باھر سڑکیں پرجوش لوگوں کے زبردست جلوس کے گیتوں اور تالیوں سے گونج رھی تھیں ۔ ان اندھے حضرات نے یہ نہیں دیکھا کہ اس دن عقیدہ و یقین ان بوسیدہ دیواروں میں نہیں بلکہ باھر عوام میں پایا جا سکتا تھا ۔

پھر بھی یہ ان مدبروں سے زیادہ اندھے نہیں تھے جنھوں نے مشرقی محاذجنگ پر کیرینسکی کے حکم کے مطابق دھاوے کی پہلی شاندار رپورٹوں پر تالیاں بجائیں ۔ یہ دھاوا ، اپنے لیڈر کی طرح پہلے پہل تو بہت کامیاب رھا لیکن پھر ایک افسوسناک ناکامی میں تبدیل ھوگیا ۔ اس نے ۳۰ ہزار روسیوں کی جانیں لیں ، فوج کی ہمت کو پست کیا اور لوگوں میں غم و غصے کی لہر اور کابینہ میں بحران پیدا کردیا جس کا نتیجہ پیٹروگراد میں تباہ‌کن جبروتشدد اور ۱۶ جولائی کا مسلح ہنگامہ ھوا ۔

مسلح مظاھرہ

یکم جولائی نے آنےوالے طوفان کا انتباہ کیا اور ۱۶ جولائی کو یہ طوفان پورے زوروں کے ساتھ پھوٹ پڑا ۔ پہلے معمر کسان سپاھیوں کی قطاریں یہ پوسٹر لئے ھوئے نکلیں ،، چالیس سالہ لوگوں کو گھر جا کر

فصل اکٹھا کرنے دو ،،۔ پھر بارکوں ، غریب محلوں اور فیکٹریوں سے ہتھیار سنبھالے ہوئے لوگوں کا سیلاب امڈا جو توریچسکی محل کی طرف چلا اور دو راتوں اور ایک دن تک اس کے پھاٹکوں میں گرجتا رہا ۔ چیختے ہوئے سائرنوں‌والی بکتربند موٹرگاڑیاں جن کے اوپر سرخ جھنڈے لہرا رہے تھے سڑکوں پر ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں ۔ سپاہیوں سے بھری ہوئی موٹر ٹرکیں جن کے پہلوؤں سے سنگینیں اس طرح نکلی ہوئی تھیں کہ وہ بپھری ہوئی بڑی بڑی خارپشتوں کی طرح معلوم ہوتی تھیں ۔ موٹرکار کے بازوؤں پر مشاق نشانہ‌باز پھیل کر لیٹے ہوئے تھے ، رائفلیں موٹر کے لیمپوں سے آگے نکلی ہوئی تھیں اور آنکھیں مخالفانہ اشتعال پیدا کرنے‌والوں کو غور سے تلاش کر رہی تھیں ۔

یہ سیلاب اس دریا سے کہیں بڑا تھا جو سڑکوں پر یکم جولائی کو رواں نظر آیا تھا اور یہ زیادہ خطرناک بھی تھا کیونکہ فولاد سے چمک رہا تھا اور لعنتوں سے بھرا ہوا تھا — یہ سخت غصے میں بھری ایک طویل بھوری قطار تھی ۔ لوگ اچانک حکمرانوں کے خلاف پھوٹ پڑے تھے ۔ وہ خطرناک ، نڈر اور غضب‌ناک ہو رہے تھے ۔

انارکسٹوں کا ایک گروہ سیاہ جھنڈا لئے درزی یارچوک کی قیادت میں چلا جا رہا تھا ۔ سخت محنت نے اس کے اوپر اپنا ٹھپہ لگا دیا تھا ۔ سلائی کے کام پر مدتوں جھکے رہنے سے اس کے نشو و نما میں کمی ہوئی تھی ۔ اب وہ سوئی کی جگہ ریوالور سنبھالے تھا جو اس کے لئے سوئی کی غلامی سے نجات کی نشانی بن گیا تھا ۔

گامبرگ نے اس سے پوچھا ” آپ کے سیاسی مطالبات کیا ہیں ؟ ،،

” ہمارے سیاسی مطالبات ؟ ،، یارچوک جھجک گیا ۔

” سرمایہ‌داروں کا ستیاناس ہو ! ،، ایک بڑے قدوالے ملاح نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا ۔ ” اور ہمارے دوسرے سیاسی مطالبات ہیں ،، اس نے اضافہ کیا ” جنگ اور ساری کابینہ جہنم میں جائے ۔ ،،

ایک گلی میں ٹیکسی کھڑی تھی ۔ اس کی کھڑکیوں سے دو مشین گنوں کے دہانے باھر نکلے ہوئے تھے ۔ ہمارے پوچھنے پر ڈرائیور نے ایک جھنڈے کی طرف اشارہ کردیا جس پر لکھا تھا ” سرمایہ‌دار وزیر مردہ‌باد ! ،،

,, ہم ان سے اس کی التجا کرتے کرتے عاجز آچکے ہیں کہ لوگوں کو بھوکوں نہ مارا جائے اور قتل نہ کیا جائے،، ڈرائیور نے وضاحت کی۔ ,, جب ہم کہتے ہیں تو وہ ہماری بات نہیں سنتے۔ لیکن جب یہ کتے بھونکیں گے،، اس نے مشین گنوں کو محبت سے سہلایا ,, تب وہ ٹھیک سے سننے لگیں گے۔،،

ایک ایسے مجمع کو جس کے اعصاب میں فوری پھوٹ پڑنے والا ہیجان ہو اور اس کے ہاتھ میں ایسے اسلحہ ہوں اور اس کی روح ایسی کیفیت سے بھر گئی ہو اس کو زیادہ اشتعال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اشتعال دلانے والے ہر جگہ تھے۔ صد سیاہ کے ایجنٹ مجمع کے درمیان اپنے نفاق و انتشار پھیلانے والے کاروبار میں مصروف تھے۔ وہ ہنگاموں اور قتل و غارت کےلئے لوگوں کو مشتعل کر رہے تھے۔ انھوں نے کریستی کے جیل سے ۲۰۰ مجرموں کو لوٹ مار کرنے کےلئے رہا کر دیا تھا۔ ہونےوالی بربادی میں وہ انقلاب کے ختم ہوجانے اور زار کی بحالی کی توقع کرتے تھے۔ بعض جگہوں پر انھوں نے دہشت ناک قتل وغارت کیا بھی۔

ایک بہت ہی کشیدہ لمحے میں توریچسکی محل کے پاس کھچا کھچ مجمع میں اشتعال انگیز گولی چلادی گئی اور اس کے بعد سیکڑوں گولیاں چل گئیں۔ مجمع چیخا، جا کر ستونوں سے ٹکرایا اور پھر ایک لہر میں پیچھے لوٹا اور زمین پر لیٹ گیا۔ جب گولی چلنا بند ہوئی تو ۱۶ آدمی زمین سے نہ اٹھ سکے۔ ایک قتل وغارت کے دوران دو بلاک دور پر ایک فوجی بینڈ ,, مارسیلز،، بجا رہا تھا۔

سڑکوں پر لڑائی سے خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے۔ راتوں کو خفیہ سوراخوں، اوپر چھتوں اور نیچے تہہ‌خانوں سے، ان دیکھے دشمن کی طرف سے اور دوستوں پر دوستوں کی گولیوں کی بوچھار سے، مجمع آگے پیچھے بھاگتا ہے، ایک سڑک پر گولیوں کی بوچھار سے بچنے کےلئے دوسری میں گھستا ہے اور وہاں بھی اسی طرح گولیوں کی بارش کا شکار بن جاتا ہے۔

اس رات تین بار ہمارے پیر خون‌آلود فٹ‌پاتھ پر پھسلے۔ نیفسکی بھر میں ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں اور لٹی ہوئی دوکانوں کی قطاریں چلی گئی تھیں۔ لڑائی، اشتعال دلانےوالوں کی کمین گاہوں کی چھوٹی

جھڑپوں سے لیکر لیتیئنی کی جنگ تک جاری تھی جس میں کزاکوں کے بارہ گھوڑے کام آئے تھے۔ (ان گھوڑوں کے پاس ایک اونچے قد کا گاڑیبان کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ انقلاب کے زمانے میں ٥٦ آدمیوں کا قتل اور ٦٥٠ آدمیوں کا زخمی ہونا برداشت کیا جا سکتا تھا لیکن کسی گاڑیبان کے دل کےلئے بارہ اچھے گھوڑوں کا نقصان ناقابل برداشت تھا۔)

بالشویک شورش کو کنٹرول کرتے ھیں

صرف پیٹروگراد کی سڑکوں پر مورچہ‌بندی اور لڑائی کے طویل تجربے اور مقامی لوگوں کے عقل و شعور کی وجہ سے جھڑپیں اتنی خون‌آشام نہیں ہوئیں۔ منتشر اور غیرمنظم باغی عوام پر ہزارہا مزدوروں کی استحکام پیدا کرنےوالی طاقت اثرانداز ہوئی جس کی پشت پر بالشویک پارٹی کا رہنمائی کرنےوالا دماغ تھا۔ بالشویکوں نے یہ صاف دیکھ لیا کہ یہ شورش ہنگامی اور طوفانی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ عوام زوروں کی چوٹ کرر ہے ھیں لیکن اس کو اندھادھند کرر ہے ھیں۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ عوام کو کسی مقصد سے چوٹ کرنا چاھئے۔ بالشویکوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مظاھرے کی پوری طاقت کو سوویتوں کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی تک پہنچنا چاھئے۔ یہ کمیٹی ٢٥٦ اشخاص پر مشتمل تھی جن کو سوویتوں کی پہلی کل‌روس کانگرس نے اپنے التوا سے پہلے منتخب کیا تھا۔ توریچسکی محل مں اس کمیٹی کا اجلاس مستقل جاری تھا اور سارے عوام وھیں جمع ہو رہے تھے۔

صرف بالشویک ھی عوام پر اثر رکھتے تھے۔ تمام پارٹیوں نے ان سے اس اثر کو استعمال کرنے کی التجا کی۔ انھوں نے اپنے مقرر مرکزی داخلے پر متعین کردئے جو ھر رجمنٹ اور وفد کو مختصر طور سے خطاب کرتے تھے۔

ھم اپنی اچھی جگہ سے سارے مجمع کو دیکھ رہے تھے جس میں لوگ کھچاکھچ بھرے ہوئے تھے، کہیں کہیں کوئی توپخانے کا سپاھی اپنے گھوڑے پر بھی نظر آجاتا تھا اور کثیر تعداد پرچم اس ٹھوس مجمع کےدرمیان ایک سرخ لہر سی معلوم ہوتے تھے۔

ہمارے نیچے اوپر اٹھے ہوئے چہروں کا سمندر تھا۔ ان پر خوف، امید اور غصے کی علامتیں تھیں جو سفید رات کی افقی روشنی میں دھندلی سی نظر آرہی تھیں۔ دور سڑک پر مارچ کرتے ہوئے لوگوں کی آوازوں کی گرج سنائی دے رہی تھی جو بکتربند گاڑیوں کا خیرمقدم کر رہے تھے۔ ایک موٹر گاڑی کی روشنیاں مقرر پر مرکوز تھیں اور اس کا سیاہ دیوپیکر سایہ محل کی دیواروں پر لہرا رہا تھا۔ اس کی ہر حرکت دس گنی بڑھکر سفید عمارت پر ایک اڑتا ہوا سایہ بناتی تھی۔

''رفیقو،، یہ دیوپیکر بالشویک کہہ رہا تھا ''آپ انقلابی اقدام چاہتے ہیں۔ اس کے حصول کا واحد طریقہ انقلابی حکومت کے ذریعہ ہے۔ کیرینسکی کی حکومت تو محض نام کو انقلابی ہے۔ اس نے ہم سے زمین کا وعدہ کیا لیکن زمین ابھی زمینداروں کی ملکیت ہے۔ اس نے روٹی دینے کا وعدہ کیا لیکن روٹی اب بھی نفع خوروں کے پاس ہے۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اتحادیوں سے جنگ کے مقاصد کا اعلان حاصل کرے گی لیکن اتحادی صرف ہم سے لڑائی جاری رکھنے کے لئے ہی کہتے ہیں۔

''کابینہ میں سوشلسٹ اور بورژوا وزیروں کے درمیان ایک بنیادی کشمکش جاری ہے۔ اس کا نتیجہ بحران ہے اور کچھ نہیں کیا جا رہا ہے۔

''آپ پیٹروگراد کے لوگ سوویتوں کی انتظامی کمیٹی کے پاس آکر یہ کہتے ہیں ''آپ حکومت لیجئے۔ یہ رہیں آپ کی حمایت کے لئے سنگینیں!،، آپ سوویتوں کو حکومت دینا چاہتے ہیں اور ہم بالشویک بھی یہی چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد ہے کہ پیٹروگراد سارا روس نہیں ہے۔ اس لئے ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مرکزی انتظامیہ کمیٹی پورے روس سے مندوبین بلائے اور یہ کام اس نئی کانگرس کا ہوگا کہ وہ سوویتوں کے روس کی حکومت ہونے کا اعلان کرے۔،،

ہر مجمع اس اعلان کا تالیوں اور ایسے زوردار نعروں سے خیرمقدم کرتا ''کیرینسکی مردہ باد!،،، ''بورژوا حکومت مردہ باد!،،، ''سارا اقتدار سوویتوں کو!،،

''ہر طرح کے تشدد اور خون خرابے سے پرہیز کرو،، ہر

دستے کو یہ انتباہ کیا جاتا تھا۔ " اشتعال دلانے والوں کی بات نہ سنو۔ ایک دوسرے کو قتل کرکے اپنے دشمن کو خوش ہونے کا موقع نہ دو۔ تم نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کافی کردیا۔ اب سکون کے ساتھ گھر جاؤ اور جب طاقت کی ضرورت ہوگی ہم تم کو بلائیں گے ! "

اس سیلاب میں انارکسٹوں، سیاہ‌صد، جرمن ایجنٹوں، غنڈوں اور ان متلون عناصر کی مخالف لہریں بھی تھیں جو اس طرف ہوتے ہیں جدھر زیادہ مشین گنیں ہوتی ہیں۔ بالشویکوں کے لئے اب ایک بات صاف تھی یعنی پیٹروگراد کے ارد گرد کے انقلابی مزدور اور سپاہی زبردست اکثریت میں عارضی حکومت کے خلاف اور سوویتوں کے حق میں تھے۔ وہ سوویتوں کو بطور حکومت چاہتے تھے لیکن بالشویک ڈرتے تھے کہ یہ قدم قبل‌ازوقت ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے کہا " پیٹروگراد روس نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے شہر اور محاذ کی فوج ایسے سخت اقدام کے لئے تیار نہ ہو۔ صرف پورے روس کی سوویتوں کے مندوبین ہی اس کو طے کر سکتے ہیں۔ "

توریچسکی محل کے اندر بالشویک، انتظامیہ کمیٹی کے ممبروں کو یہ ترغیب دینے کے لئے ہر دلیل استعمال کررہے تھے کہ دوسری کل روس کانگرس طلب کی جائے۔ توریچسکی محل کے باہر وہ بے چین عوام سے سکون اور امن کی پرزور اپیل کررہے تھے۔ یہ ایسا کام تھا جس نے بالشویکوں کی ساری طاقت اور وسائل پر زبردست بار ڈالا تھا۔

ملاحوں کا مطالبہ " سارا اقتدار سوویتوں کو ! "

بعض دستے بڑے جنگی موڈ میں توریچسکی محل آئے تھے۔ کرونشتاد کے ملاح خاص طور سے بہت ہی بدمزاج ہو رہے تھے۔ وہ آٹھ ہزار کی تعداد میں دریا کے ذریعہ بجروں پر یہاں پہنچے تھے۔ ان میں سے دو راستے میں مارے گئے تھے۔ وہ کوئی چھٹیوں کی سیر و تفریح میں نہیں آئے تھے، محل کی دیواروں کو دیکھنے کا اشتیاق نہیں رکھتے تھے اور صحن کو بے‌سود غل غپاڑے سے بھر کر گھر واپس جانا نہیں چاہتے تھے۔ انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ان کے پاس کوئی سوشلسٹ وزیر بھیجا جائے اور یہ فوراً کیا جائے۔

وزیر زراعت چیرنوف باھر آیا اور اس نے اپنی تقریر کےلئے ایک گھوڑاگاڑی منتخب کی۔ ''میں تم کو یہ بتانے آیا ھوں کہ تین بورژوا وزیروں نے استعفا دے دیا ھے۔ اب ھم مستقبل کی طرف بڑی امید سے دیکھ رھے ھیں۔ یہ رھے وہ قوانین جو کسانوں کو زمین دیںگے۔''

''بہت اچھے''، سامعین نے چلاکر کہا ''کیا ان قوانین کو فوراً نافذ کیا جائےگا؟''

''جتنی جلد ممکن ھوگا''، چیرنوف نے جواب دیا۔

''جتنی جلد ممکن ھوگا!''، انھوں نے چیرنوف کا مذاق اڑاتے ھوئے کہا۔ ''نہیں، نہیں۔ ھم تو اس کو ابھی، ابھی چاھتے ھیں۔ ساری زمین کسانوں کےلئے ابھی۔ ان تمام ھفتوں آپ کرتے کیا رھے؟''

''میں اپنے کاموں کےلئے تمہارے سامنے جواب‌دہ نہیں ھوں''، چیرنوف نے غصے سے لال پیلے ھوکر جواب دیا۔ ''تم نے مجھے یہ عہدہ نہیں دیا ھے۔ یہ تو کسانوں کی سوویت نے کیا ھے۔ میں تو صرف اس کے سامنے جوابدہ ھوں۔''

اس ڈانٹ پر ملاحوں نے زور سے تمسخر کیا اور اس کے ساتھ ھی یہ آواز بلند ھوئی ''چیرنوف کو گرفتار کرلو! اس کو گرفتار کرلو!''، درجن بھر ھاتھ وزیر کو پکڑ کر نیچے گھسیٹنے کےلئے بڑھے۔ لڑتے ھوئے دوستوں اور دشمنوں کے بھنور میں پھنسکر چیرنوف کے کپڑے پھٹ گئے۔ وزیر کو لےجایا جا رھا تھا۔ لیکن تروتسکی نے آکر اس کو چھڑا لیا۔

اس دوران میں ساکیان گاڑی پر چڑھ گیا۔ اس نے سخت اور حاکمانہ لہجے میں کہا:

''سنو!''، اس نے چلاکر کہا۔ ''جانتے ھو کون تمہارے سامنے بول رھاتھا؟''

''نہیں''، ایک آواز آئی ''اور ھمیں اس کی پروا بھی نہیں۔''

''جو آدمی تمہارے سامنے بول رھا تھا''، ساکیان نے اپنی بات جاری رکھی ''وہ سپاھیوں اور مزدوروں کے نائبین کی سوویتوں کی پہلی کل روس کانگرس کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی کا نائب صدر ھے۔''

اس طویل نام نے مجمع کو متاثر اور خاموش کرنے کے بجائے قہقہوں اور ان آوازوں کا باعث ہوا کہ ”نکالو اس کو، بھگاؤ اس کو!“ لیکن ساکیان تو اس مجمع کو رام کرنے کےلئے آیا تھا اور اس نے بڑے زوروں کےساتھ اس پر مختصر جملوں کی بوچھار شروع کردی:

”میرا نام — ساکیان ہے۔“

”مردہباد!“ مجمع سے شور اٹھا۔

”میری پارٹی — سوشلسٹ انقلابی!“

”مردہ باد!“

”میرا سرکاری مذہب — پاسپورٹ کے مطابق آرمنی — گریگورین ہے۔“

”مردہباد!“

”میرا اصل مذہب — سوشلزم!“

”مردہ باد!“

”جنگ سے میرا واسطہ — میرے دو بھائی مارے گئے۔“

”تیسرے کو بھی مارا جانا چاہئے تھا“، ایک آواز آئی۔

”تم کو میرا مشورہ — ہم پر، اپنے لیڈروں اور بہترین دوستوں پر اعتبار کرو۔ یہ بیوقوفی کا مظاہرہ بند کرو۔ تم اپنے کو ذلیل کررہے ہو، انقلاب کو ذلیل کررہے ہو اور روس کےلئے تباہی لارہے ہو۔“

ملاح پہلے سے ہی غصے میں بھرے تھے اور اس طرح ان کے منہ پر طمانچہ لگانا بڑی حماقت کی بات تھی۔ ہنگامہ ہوگیا۔ تروتسکی پھر آڑے آیا۔

”انقلابی ملاحو، روس کی انقلابی طاقتوں کے لئے باعث فخر!“ اس نے شروع کیا۔ ”سماجی انقلاب کی اس لڑائی میں ہم ساتھ ساتھ لڑ رہے ہیں۔ رفیقو، ہمارے گھونسے ایک ساتھ ملکر اس محل پر اس وقت تک پڑینگے جب تک اس ملک کے آئین میں وہ نظریات نہ شامل ہوں گے جن کےلئے ہمارا خون بہا ہے۔ ہماری جدوجہد سخت اور طویل رہی ہے! لیکن اس سے ہمیں آزاد آدمیوں کے لئے ایک عظیم آزاد ملک میں آزاد زندگی ملےگی۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟“

”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو ، تروتسکی،، مجمع نے شور کیا ۔
تروتسکی ہٹ گیا ۔

”لیکن تم نے ہم کو یہ نہیں بتایا،، مجمع کے لوگ چلائے ”کہ کابینہ کے بارے میں تم کیا کرنےوالے ہو؟،،

ممکن ہے کہ وہ خوشامد کا بھوکا مجمع رہا ہو لیکن وہ اتنا ناسمجھ نہیں تھا کہ الفاظ سے بہلایا جا سکے ۔

”میری آواز پڑ گئی ہے،، تروتسکی نے کہا ”ریازانوف تم کو بتائیں گے ۔ ،،

”نہیں ، تم خود جواب دو ! ،،

تروتسکی پھر گاڑی پر چڑھ گیا ۔ اس نے کہا :

”صرف کل روس کانگرس ہی حکومت کے پورے اختیارات سنبھال سکتی ہے ۔ مزدور شعبہ یہ کانگرس طلب کرنے پر راضی ہوگیا ہے ۔ فوجی شعبہ بلاشبہ اس کی پیروی کریگا ۔ دو ہفتے میں مندوبین یہاں آجائیں گے ۔ ،،

”دو ہفتے میں ! ،، وہ حیرت سے چلائے ”دو ہفتے بہت ہوئے ۔ ہم تو ابھی چاہتے ہیں ! ،،

لیکن تروتسکی کامیاب ہوگیا ۔ ملاحوں نے اس کی بات مان لی اور سوویتوں اور آنےوالے انقلاب کا تالیوں سے خیرمقدم کیا ۔ وہ سکون کے ساتھ اس پر یقین کرکے چلے گئے کہ دوسری کل روس کانگرس طلب کی جائے گی ۔

پہلے مظاہرے کا اور پھر بالشویکوں کا خاتمہ

اس انتظامیہ کمیٹی کے لیڈر یہی تو نہیں چاہتے ہیں ۔ وہ سوویتوں کی حکومت کی تشکیل کے بےحد خلاف ہیں ۔ ان کے پاس اس کےلئے بہت سے اسباب ہیں لیکن اصل سبب انہیں عوام کا خوف ہے جنھوں نے ان کو اوپر اٹھاکر اتنے اعلی مقام تک پہنچا دیا ہے ۔ دانش وروں کو اپنے سے نیچےوالے عوام پر اعتبار نہیں ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے اوپروالی بڑی بورژوازی کی قابلیت اور نیک ارادوں کے بارے میں مبالغے سے کام لیتے ہیں ۔

دانش‌ور یہ نہیں چاہتے کہ سوویتوں کو اقتدار حاصل ہو۔ وہ دوسری کل‌روس کانگرس دو ہفتے، دو مہینے میں یا کبھی بھی بلانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لیکن وہ ان طوفانی مجمعوں سے ڈرتے ہیں جو صحن میں گھس آتے ہیں اور دروازوں کو کھٹکھٹاتے ہیں۔ عوام کے مجمع کو رام کرنا ان کی چال ہے اور اس میں وہ بالشویکوں سے مدد لینا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی دانش‌ور ایک اور کھیل کھیلتے ہیں۔ وہ عارضی حکومت کے ساتھ اس اقدام میں شامل ہوجاتے ہیں کہ محاذ جنگ سے رجمنٹوں کو بلایا جائے تاکہ "وہ بغاوت کو کچل دیں اور شہر میں نظم و نسق کو بحال کریں۔"

تیسرے دن فوجیں آجاتی ہیں۔ بائیسکلوں‌والی بٹالینیں، ریزرو رجمنٹیں اور پھر گھڑسواروں کی خوفناک قطاریں چلی آرہی ہیں اور ان کے نیزوں پر سورج کی کرنیں چمک رہی ہیں۔ وہ کزاک ہیں، انقلابیوں کے پرانے دشمن، مزدوروں کےلئے خوف و دہشت اور بورژوازی کےلئے خوشی لانےوالے۔ اب سڑکیں خوش‌پوش مجمع سے بھری ہوئی ہیں جو کزاکوں کو شہ دینے کےلئے کہہ رہے ہیں: "گولیوں سے بھون دو اس بھیڑیا دھسان کو"، "بالشویکوں کو پھانسی پر چڑھا دو۔"



جولائی کے مظاہرے پر گولیوں کی بوچھار

شہر میں رجعت پرستی کی لہر دوڑ جاتی ھے - باغی رجمنٹوں کو نہتا کردیا جاتا ھے - سزائے موت پھر بحال کردی گئی ھے - بالشویک اخبار ممنوع قرار دئے گئے ھیں - بالشویکوں کو جرمن ایجنٹ ثابت کرنے والے جعلی کاغذات پریس کے حوالے کئے گئے ھیں - زار کا سرکاری وکیل الکساندروف تعزیری قانون کی دفعہ ۱۰۸ کے مطابق بالشویکوں کو عدالت کے سامنے غداری کا مجرم ٹھہراتا ھے - لوناچارسکی اور کولونتائی جیسے لیڈروں کو جیل میں ڈال دیا گیا ھے - لینن اور زینوویئف چھپنے پر مجبور ھوگئے - ھر طرف مزدوروں کو گرفتار کیا جارھا ھے ، ان پر حملے ھو رھے ھیں اور ان کو قتل کیا جا رھا ھے -

۱۸ جولائی کو صبح سویرے میری آنکھ نیفسکی کی طرف سے آتی ھوئی تیز چیخوں سے کھل گئی - غل وشور اور رحم کی التجاؤں اور گالیوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز ملی ھوئی ھے — خون کو کھولا دینے والی ایک چیخ ، پھر آدمی دھڑام سے گرنے کی آواز ، مرتے ھوئے آدمی کی کراھیں سنائی دیں اور خاموشی چھاگئی - ایک افسر نے آکر یہ وضاحت کی کہ کچھ مزدور بالشویک نیفسکی پر پوسٹر لگاتے ھوئے پکڑے گئے - کزاکوں کے ایک دستے نے ان کو جالیا اور کوڑوں اور خنجروں سے ان کی خاطر کی ، ایک آدمی کو کاٹ کر رکھ دیا اور اس کی لاش وھیں فٹ پاتھ پر چھوڑ دی -

واقعات کے اس نئے رخ پر بورژوازی بہت خوش ھے - لیکن یہ خوشی بے بنیاد ھے ! وہ نہیں جانتے کہ اس مقتول مزدور کی چیخیں روس کے کونے کونے تک پہنچ جائیں گی اور اس کے رفیقوں کو غم وغصے سے بھر کر ھتیار اٹھانے کی ترغیب دینگی - جولائی کے اس دن وہ وولنسک رجمنٹ کا تالیوں سے خیرمقدم کرتے ھیں جو بینڈ باجے کے ساتھ شہر میں اس بغاوت کو کچلنے کے لئے داخل ھوتی ھے جس کا مقصد سارا اقتدار سوویتوں کو دینا ھے - یہ تالیاں بدانجام ھیں ! انھیں یہ پتہ نہیں کہ آنے والے نومبر کی ایک رات کو وہ اس رجمنٹ کو بغاوت میں آگے آگے دیکھیں گے جو فاتحانہ سارا اقتدار سوویتوں کو حوالے کر دے گی -

فوجوں کو پیٹروگراد فتح کرنے کے لئے بلایا گیا ھے لیکن آخر میں پیٹروگراد ان کو فتح کر لیتا ھے - بالشویکوں کے اس مضبوط مرکز

کے اثر کو روکا نہیں جا سکتا۔ یہ انقلاب کی ایسی زبردست انجن بھٹی ہے جس میں سارا میل کچیل اور بےاعتنائی جل کر راکھ ہوجاتی ہے۔ لوگ چاہے جتنی سردمہری اور بے پروائی کی حالت میں شہر میں داخل ہوں لیکن جب وہ یہانسے نکلتے ہیں تو انقلاب کے جذبات سے بھرے ہوتے ہیں۔

شہر آنسوؤں اور خون سے، بھوک اور ٹھنڈک سے، ہزارہا بھوکوں مرنےوالے لوگوں کی جبری محنت سے ابھرا تھا۔ ان کی ہڈیاں گہری مٹی میں دفن تھیں۔ ان کے کچلے ہوئے جذبات آج کے پیٹروگراد کے مزدوروں میں پھر زندہ ہوگئے، ایسے جذبات جو طاقتور اور انتقامانہ ہیں۔ پیٹر کے کسان غلاموں نے شہر بنایا تھا اور اب ان کے جانشین اپنے لئے آزادی حاصل کرینگے۔

۱۹۱۷ء کی گرمیوں میں یہ بات ابھی ایسی واضح نہیں ہے۔ رجعت‌پرستی کا منحوس سایہ سب چیزوں پر چھایاہوا ہے۔ لیکن بالشویک وقت کی تاک میں ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ تواریخ ان کے ساتھ ہے۔ ان کے خیالات دیہاتوں، بحری بیڑے اور محاذ جنگ پر پھیل رہے ہیں۔

اور میں انھیں جگہوں کو جا رہا ہوں۔

تیسرا باب

دیہات کا منظر

راجدھانیوں میں گونجتی ہیں
مقرروں کی گرما گرم لفاظیاں
لیکن روس کے دیہاتوں پہ
چھائی ہیں صدیوں کی خاموشیاں

یہ شعر نیکراسوف نے لکھے تھے۔

ہم اس خاموشی کے بہت ہی مشتاق تھے۔ تین مہینے تک ہم نے انقلاب کی گھن گرج سنی تھی۔ میں تو اس سے بھرپور تھا اور یانیشیف کو اس نے تھکا دیا تھا۔ ان کی آواز متواتر تقریریں کرنے

سے پڑگئی تھی اور بالشویک پارٹی نے ان کو دس دن آرام کرنے کےلئے دئے تھے۔ اس لئے ہم والگا بیسن میں واقع چھوٹے گاؤں اسپاسکوئے روانہ ہوگئے جس سے یانیشیف کو ۱۹۰۷ء میں نکالا گیا تھا۔

اگست میں دوپہر کا وقت تھا جب ہم نے ماسکو کی ٹرین چھوڑدی اور اس سڑک پر روانہ ہوگئے جو کھیتوں سے گزرتی تھی۔ موسم گرما کے آخری ہفتوں کی دھوپ میں نہائے ہوئے کھیت سنہرے اناج کے سمندر کی طرح پھیلے ہوئے تھے جن میں جابجا سرسبز جزیرے سے نظر آرہے تھے۔ یہ درختوں سے گھرے ہوئے ولادیمیر صوبے کے گاؤں تھے۔ سڑک کے ایک چڑھاؤ سے ہم ان میں کے ۱۶ گن سکے جن میں سے ہر ایک میں چمکتے گنبدوں والا سفید گرجا گھر نظر آرہا تھا۔ یہ تہوار کا دن تھا اور ان کی گھنٹیاں کھیتوں کو موسیقی کے سیلاب سے اسی طرح بھررہی تھیں جیسے سورج نے ان کو رنگ سے بھر دیا تھا۔

شہروں کے بعد میرےلئے یہ سرزمین امن اور خاموشی کی تھی۔ لیکن یانیشیف کےلئے یہ دلسوز یادوں کی دنیا تھی۔ دس سال کی آوارہ گردی کے بعد جلاوطن گھر لوٹ رہا تھا۔

”وہاں اس گاؤں میں“، یانیشیف نے پچھم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”میرے باپ ٹیچر تھے۔ لوگ ان کی تعلیم کو پسند کرتے تھے لیکن ایک دن پولیس والے آئے، اسکول بند کرکے ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اس دوسرے گاؤں میں ویرا رہتی تھی۔ وہ بہت خوبصورت اور بہت نیک تھی۔ وہ میری محبوبہ تھی۔ اس وقت میں بہت شرمیلا تھا اور اس سے یہ نہیں کہہ پایا اور اب بہت دیر ہوچکی ہے۔ وہ اب سائبیریا میں ہے۔ اور اس پرےوالے جنگل میں ہم چند لوگ مل کر انقلاب کے بارے میں بات چیت کرتے تھے۔ ایک رات کزاک گھڑسوار ہم پر چڑھ آئے۔ یہ رہا وہ پل جہاں انھوں نے یگور کو مارڈالا جو ہمارا سب سے بہادر رفیق تھا۔“

جلاوطن کےلئے گھر کو یہ واپسی خوشگوار نہ تھی۔ ہر موڑ کوئی نہ کوئی یاد تازہ کر دیتا تھا۔ رومال ہاتھ میں لئے یانیشیف چلے جا رہے تھے اور یہ دکھاوا کررہے تھے کہ وہ چہرے سے صرف پسینہ ہی پونچھ رہے ہیں۔

اسپاسکوئے کے سرسبز حصے میں پہنچ کر ہم نے ایک بوڑھے کسان کو شوخ نیلے رنگ کی قمیص پہنے اپنی جھونپڑی کے سامنے بنچ پر بیٹھے دیکھا۔ اس نے آنکھوں پر ھاتھ آڑ کرکے گرد سے اٹے ہوئے دو غیرملکیوں کو دیکھا۔ پھر وہ پہچان کر خوشی سے چیخ اٹھا :
" میخائل پیترووپچ ! "، اور یانیشیف سے لپٹ کر ان کے دونوں رخساروں کو چوم لیا۔ پھر وہ میری طرف گھوما۔ میں نے اس سے کہا کہ میرا نام البرٹ ھے۔

" اور آپ کے باپ کا کیا نام ھے ؟ "، اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

" ڈیوڈ۔ "

" البرٹ داویدوویچ (یعنی البرٹ ابن ڈیوڈ) مہربانی کرکے ایوان ایوانوف کے گھر میں آئیے۔ ھم غریب لوگ ھیں۔ لیکن خدا آپ پر اپنی بہترین رحمتیں نازل کرے گا۔ "

ایوان ایوانوف تیر کی طرح سیدھا تھا۔ اس کی داڑھی لمبی، آنکھیں صاف اور جسم مضبوط تھا۔ لیکن میں نہ تو اس کی جسمانی طاقت سے اور نہ اس کے جذبات کی گرمی یا اس کے رسمی طریقۂ گفتگو سے متاثر ھوا بلکہ اس کے پرسکون وقار سے۔ یہ ایک قدرتی چیز کا وقار تھا، ایسے درخت کا جس کی جڑیں زمین میں بہت گہری اتر گئی ھوں۔ یہ اسی دھرتی کی مٹی تھی جس سے ساٹھ سال سے ایوان ایوانوف اپنا آذوقہ حاصل کررھاتھا جیسا کہ اس کے باپ دادا نسلاً بعد نسلاً کرتے آئے تھے۔ اس کی چھوٹی جھونپڑی لٹھوں سے بنی تھی اور اس کی موٹی پھوس کی چھت اب گھاس سے سبز ھو رھی تھی اور باغ میں پھول کھلے ھوئے تھے۔

ایوان کی بیوی تتیانا اور بیٹی اودوتیا نے ھم سے صاحب سلامت کی اور گھر کے اندر سے ایک میز لائیں اور اس پر ایک سماوار جمادیا اور اس کا ڈھکن کھولکر بھاپ نکلتے ھوئے پہلوؤں میں انڈے رکھدئے۔ ایوان اور اس کے گھروالوں نے صلیب کا نشان بنایا اور ھم میز کے گرد بیٹھ گئے۔

" ھمارے پاس جو کچھ ھے وہ آپ کی خاطر حاضر ھے "، ایوان نے کہا۔

عورتیں ایک بڑے کاسے میں کرم کلے کا شوربہ اور ھر شخص

کے لئے لکڑی کے چمچے لائیں ۔ ہر ایک کو ایک ہی برتن سے شوربہ کھانا تھا ۔ یہ سمجھکر میں نے اپنی باری کا انتظار نہیں کیا اور فوراً اپنا چمچہ اس میں ڈال دیا ۔ جب پہلا کاسہ خالی ہوگیا تو دوسرا لایا گیا جس میں کھیر (کاشا) بھری تھی ۔ اس کے بعد ایک کاسے میں ابلی ہوئی کشمشیں آئیں ۔ ایوان نے سماوار کا کام اپنے ذسے لیا ۔ اس نے چائے ، کالی روٹی اور کھیرے سب کو دئے ۔ یہ خاص دعوت تھی کیونکہ اسپاسکوئے میں آج کوئی تہوار تھا ۔

کوے تک اس کا شعور رکھتے تھے ۔ ان کے بڑے بڑے غول اوپر چکر لگاکر تیز اڑتے ہوئے بادلوں جیسے سائے زمین پر ڈالتے تھے یا پھر گرجاگھر کی چھت پر اتر کر اس کو بالکل ڈھک لیتے تھے ۔ گرجاگھر کے گنبد جو بالکل سبز یا چمکدار سنہرے تھے ایک منٹ میں بالکل کالے ہوجاتے تھے ۔

میں نے ایوان کو بتایا کہ امریکہ میں کسان کوؤں کو مار دیتے ہیں کیونکہ وہ اناج کھاجاتے ہیں ۔

" ہاں "، ایوان نے کہا " ہمارے کوے بھی اناج کھاتے ہیں لیکن وہ کھیتوں کے چوہے بھی کھاتے ہیں ۔ اور وہ کوے ہوتے ہوئے بھی ہم لوگوں کی طرح ہیں ۔ وہ بھی زندہ رہنا چاہتے ہیں ۔ "

تتیانا کا رویہ مکھیوں کی طرف بھی ایسا ہی تھا جو وہاں کثرت سے میز کے اردگرد اڑ رہی تھیں ۔ کسی شکر کے ٹکڑے کو چھاپ کر وہ ایسا ہی سیاہ بنا رہی تھیں جیسے کوے گرجاگھر کو ڈھک کر بنا دیتے تھے ۔

" مکھیوں کی طرف خیال نہ کیجئے "، تتیانا نے کہا " بیچاری ، ایک دو مہینے میں بہرحال ختم ہوجائیں گی ۔ "

گاؤں میں تہوار

یہ معجزۂ تبدیل شکل کی خوشی کا تہوار تھا اور ارد گرد کے دیہاتوں سے سارے محتاج ، اپاہج اور بوڑھے آگئے تھے ۔ باربار ہم چھڑی کی کھٹ کھٹاہٹ اور عیسی مسیح کے نام پر خیرات مانگنے کی ملتجی آواز سنتے ۔ یانیشیف اور میں نے ان کی جھولیوں میں جو وہ سب کے سامنے کر دیتے تھے چند کوپک ڈال دئے ۔ عورتوں نے سیاہ روٹی کے

بڑے بڑے ٹکڑے اور ایوان نے بڑی سنجیدگی کےساتھ ایک ایک بڑا اور سبز کھیرا ان کی جھولیوں میں ڈالا ۔ اس سال کھیروں کی قلت تھی اس‌لئے یہ واقعی محبت‌والا تحفہ تھا ۔ لیکن چاھے ہم ان کو کھیرے دیں یا کوپک یا روٹی بھیک مانگنے والے کی یکساں گڑگڑاتی ، گنگناتی سی آواز سنائی دیتی تھی ۔

انتہائی درشت اور غریب کسان بھی انسانی مصیبت‌وآلام کے مناظر دیکھ کر سخت رحم اور افسوس محسوس کرتا ھے ۔ اس کی اپنی زندگی ھی اس کو درد اور محتاجی کے معنی بتاتی ھے ۔ لیکن اس سے اس کا جذبۂ ھمدردی سرد نہیں ھوتا بلکہ دوسرے کی مصیبتوں کے‌لئے اس کا احساس اور بھی تیز ھوجاتا ھے ۔

ایوان کےلئے شہر کے مزدور اپنی گرم ، غبار آلود سڑکوں میں بند " بیچارے "، لوگ تھے اور جیلوں میں بند مجرم " بدقسمت " ۔ آسٹریائی وردیوں میں جنگی قیدیوں کے ایک جتھے سے ایوان بہت متاثر ھوا ۔ وہ بہت خوش معلوم ھوتے تھے اور ھنسی‌مذاق کرتے آرھے تھے ۔ چنانچہ میں نے یہی کہا ۔ لیکن ایوان نے جواب دیا :

" پھر بھی یہ لوگ اپنے گھر سے اتنی دور ھیں ۔ وہ کیسے خوش ھو سکتے ھیں ؟ "

" اچھا "، میں نے کہا " میں اپنے گھر سے ان سے کہیں زیادہ دور ھوں لیکن میں خوش ھوں ۔ "

" ھاں "، سب نے اتفاق کیا ۔ " یہ ٹھیک ھے ۔ "

" نہیں "، ایوان نے کہا " یہ غلط ھے ۔ البرٹ داویدوویچ یہاں ھیں کیونکہ وہ یہاں آنا چاھتے تھے ۔ اور یہ قیدی یہاں ھیں کیونکہ ھم نے ان کو یہاں آنے پر مجبور کیا ۔ "

ایوان ایوانوف کی میز پر دو غیرملکیوں کی موجودگی سے اسپاسکوئے گاؤں کے باسیوں کے درمیان ھیجان پیدا ھونا قدرتی بات تھی ۔ لیکن بزرگوں نے اپنی کھوج اور جستجو پر وقار کےساتھ ضبط قائم رکھا ۔ صرف کچھ بچے آکر ھمیں گھورنے لگے ۔ میں بچوں کی طرف دیکھ کر مسکرادیا تو وہ حیرت‌زدہ رہ گئے ۔ میں پھر مسکرایا تو ان میں سے تین بچے تقریباً پیچھے گرتے گرتے رہ گئے ۔ میری دوستانہ پیش‌قدمی کا یہ عجیب ردعمل تھا اور تیسری بار مسکرانے پر وہ

چلائے ''سونے کے دانت،، اور تالیاں بجاتے بھاگے قبل اس کے کہ میں اس حرکت کے معنی سمجھ سکوں وہ نئے بچوں کے ایک بڑے جتھے کے ساتھ واپس آئے اور میز کے گرد ایک نیم دائرے میں کھڑے ہوکر مجھے غور سے دیکھنے لگے۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں مسکرادوں ''ہاں، ہاں،، وہ چلائے ''سونے کے دانت!،، اسی لئے میری مسکراہٹ نے ان کو حیرت زدہ کردیا تھا اور اس سے زیادہ حیرت کی بات ہو بھی کیا سکتی تھی کہ کوئی ایسا غیرملکی آجائے جس کے منہ میں سونے کے دانت اگتے ھیں؟ اگر میں اسپاسکوئے اپنے سر پر سونے کا تاج رکھ کر آتا تو یہاں کے لوگوں پر اس کا اتنا اثر نہ ھوتا حتنا کہ میرے دانتوں پر سونے کے تاج کا ھوا۔ لیکن اس کا پتہ مجھے دوسرے دن چلا۔

اب گاؤں کے دوروالے سرے سے موسیقی کی آواز آرھی تھی۔ بالالائیکا کی جھن جھن، جھانجھوں کی چھن چھن اور تمبورے کی تانوں کے ساتھ نوخیز آوازوں کا کورس گا رھا تھا۔ موسیقی زیادہ صاف ھوتی گئی اور قریب آتی گئی اور یکایک گرجا گھر کے موڑ سے سازندوں اور ناچنے والوں کا جلوس نکلا ۔ لڑکیاں کسانوں کے شوخ اور اچھے لباس میں تھیں اور لڑکے سبز، نارنجی اور چمکدار رنگوں کی قمیصیں پہنے اور ڈوری دار پٹیاں باندھے تھے جن کے سروں پر پھندنے لگے تھے۔ لڑکے ساز بجا رھے اور لڑکیاں ایک الجھے بالوں والے صاف ستھرے سترہ سالہ لڑکے کی رھنمائی میں گیت کے بول اٹھا رھی تھیں۔ یہ آخری لڑکوں میں سے تھا جو ابھی فوج میں بھرتی سے بچ رھا تھا۔

تین بار انھوں نے گاؤں کے میدان کا چکر لگایا۔ پھر وہ گرجا گھر کے سامنے گھاس پر جمع ھوکر صبح تک ناچتے گاتے رھے۔ ناچنے والوں کا تیز اور پرمسرت انداز، مشعلوں میں چمکتی ھوئی ان کی رنگارنگ پوشاکیں، اندھیرے سے اٹھتے ھوئے قہقہے اور تانوں کے ٹکڑے، نوجوان محبت کرنے والوں کا علانیہ اور شرم کے بغیر اختلاط، گرجا گھر کی گھنٹیوں کی آواز کا وقفوں کے ساتھ اس طرح پھوٹ پڑنا جیسے کسی مندر میں گھنٹے بج رھے ھوں، چڑیوں کا چونک کر اوپر منڈلانا — ان سب نے ملکر ابتدائی زمانے کے جوش وخروش اور حسن کا سماں باندھ

دیا ۔ یہ باتیں مجھے صدیوں پیچھے لے گئیں جب نسل انسانی ابھی نوخیز تھی اور لوگ زندگی اور ولولہ براہ‌راست فطرت سے ہی حاصل کرتے تھے ۔

یانیشیف امریکہ کے بارے میں بتاتے ہیں

وہ خوابوں کی دنیا ، ایک دلکش معاشرہ تھا جو محنت ، تفریح اور خوشیوں میں رفاقت کے بندھنوں سے بندھا تھا ۔ اس کا جادو مجھ پر ابھی طاری تھا کہ میں جھونپڑی کے اندر چلا گیا اور دروازہ کھول‌دیا ۔ اب میں اچانک پھر بیسویں صدی سے دوچار تھا ۔ یہ یانیشیف کی شخصیت اور الفاظ کےذریعہ ہو رہا تھا ، یانیشیف جو کاریگر ، سوشلسٹ اور انٹرنیشنلسٹ تھے ۔ کسانوں کے اس حلقے کو جو ان کے گردتھا یانیشیف آج کے امریکہ کے بارے میں بتا رہے تھے ۔ یہ امریکہ میں روسیوں کے تلخ تجربوں کی وہ معمولی کہانی نہیں تھی ، غریب محلوں ، ہڑتالوں اور غربت کی کہانی جو جلاوطنی سے واپس آنےوالے ہزاروں لوگ روس بھر میں پھیلاتے ہیں ۔ یانیشیف بھاری آواز سے امریکہ کی انوکھی باتوں کے بارے میں بتا رہے تھے اور ان کا چہرہ چمک رہا تھا ۔ان کسانوں کے سامنے جن کے گھر صرف یک‌منزلہ تھے انھوں نے نیویارک‌کے چالیس ، پچاس اور ساٹھ منزلہ بلند مکانوں کی تصویرکشی کی ۔ ان لوگوں کو جنھوں نے کبھی ایک لوہار کی دوکان سے بڑی دوکان نہیں دیکھی ایسے بڑے بڑے کارخانوں کے بارے میں بتایا جہاں دن رات سیکڑوں مشینی ہتھوڑے چلتے رہتے ہیں ۔ یانیشیف ان کو ماسکو کے سپاٹ میدانوں سے ان بڑے بڑے شہروں کو لے گئے جہاں زمین‌دوز ریلوے ٹرینیں رات کی تاریکی کو چیرتی ہوئی دوڑتی ہیں ، بڑے بڑے روشن راستوں پر تفریح کرنےوالوں کا سیلاب سا بہتا رہتا ہے اور پرشور فیکٹریوں میں لکھوکھا لوگ آتے جاتے رہتے ہیں ۔

دیہاتیوں نے ان کی باتیں توجہ سے سنیں لیکن وہ حیرت‌زدہ نہیں ہوئے ۔ پھربھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں جذبۂ تعریف نہ تھا ۔

” امریکی لاجواب باتیں کرتے ہیں ،، ایک بوڑھے دیہاتی نے ہم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ۔

" ھاں ،، اس کے ساتھی نے اتفاق کیا " ھاں ، وہ تو جنوں سے بھی زیادہ حیرت انگیز ھیں - ،،

لیکن ان کی خوشکن اظہار رائے میں ھم نے یہ محسوس کیا کہ وہ ذرا ضبط سے کام لے رھے ھیں جیسے وہ اجنبیوں کے ساتھ پر اخلاق ھونے کی کوشش کر رھے ھوں - دوسری صبح کو ھم نے اتفاق سے ان کی بات چیت سنی جس سے ھم کو ان کی اصلی رائے معلوم ھوئی -

ایوان کہہ رھا تھا " اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ البرٹ اور میخائل اتنے زرد اور تھکے ھوئے ھیں - سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے ملک میں لوگ کیسے رھتے ھیں - ،،

اور تتیانا نے کہا " ھماری زندگی دشوار ھے لیکن وھاں خدا جانے اس سے بھی دشوار ھے - ،،

پہلی بار میں نے اس حقیقت کی جھلک دیکھی جو وقت گزرنے کے ساتھ اور زیادہ صاف ھوتی گئی - کسان کا اپنا خاص دماغ ھوتا ھے جس کو وہ اپنے آپ فیصلہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ھے - یہ بات غیر ملکی کے لئے حیرت انگیز ھوتی ھے جس کے خیال میں روسی کسان دھرتی کی حقیر مخلوق ھے جو قرون وسطی کی تاریکی میں غرق ، توھمات سے پا بہ زنجیر اور غربت میں ڈوبی ھوتی ھے - یہ معلوم کرکے حیرت ھوتی ھے کہ یہ بے پڑھا لکھا کسان سوچ سکتا ھے -

اس کے خیال ابتدائی اور سادہ ھیں اور ان پر زمین کا ٹھپہ لگا ھے - وہ وسیع روسی آسمان تلے اور طویل جاڑے میں دور دور تک پھیلے ھوئے میدانوں اور استیپی کی سیکڑوں سال کی زندگی کی عکاسی کرتے ھیں - کسان ایک تازہ اور اچھوتے دماغ سے تمام سوالوں کو بڑی گہرائی تک اور اکثر متحیر کن حد تک سوچتا ھے - وہ ھمارے مدتوں پرانے عقائد کو چیلنج کرتا ھے - اور مغربی تہذیب کے بارے میں ھمارے اندازوں پر نظرثانی کرتا ھے - یہ بات اس کے لئے بالکل واضح نہیں ھے کہ جو قیمت ھم اس کے لئے ادا کر رھے ھیں وہ اس کے قابل ھے - وہ مشینری ، کارکردگی اور پیداوار وغیرہ پر لٹو نہیں ھوتا - وہ پوچھتا ھے " یہ ھیں کس لئے ؟ کیا یہ آدمیوں کو زیادہ خوشی دیتے ھیں ؟ کیا یہ ان میں زیادہ نیکی پیدا کرتے ھیں ؟ ،،

جو نتائج وہ اخذ کرتا ھے وہ ھمیشہ گہرے تو نہیں ھوتے -

کبھی کبھی وہ بھولے اور انوکھے ہوتے ہیں۔ جب پیر کے دن
''میر،، (تمام گاؤں) کا جلسہ ہوا گاؤں کے بزرگ نے بڑے اخلاق کے
ساتھ گاؤں کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا۔ انھوں نے معافی آمیز انداز
میں بتایا کہ بچوں نے یہ خبر سنائی کہ میرے سونے کے دانت ہیں
لیکن یہ بات کچھ معقول نہیں معلوم ہوئی اور ان لوگوں کی سمجھ
میں نہیں آیا کہ اس کا یقین کریں یا نہ کریں۔ اب دانتوں کو دکھانے
کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے منہ کھولدیا اور بزرگ نے
دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد بچوں کی رپورٹ کی تصدیق کی۔ اس
کے بعد ۷۰ داڑھی والے بزرگوں نے ایک قطار بنالی اور میں منہ کھولے
کھڑا رہا۔ ہر ایک خوب غور سے دیکھتا اور پھر آگے بڑھ جاتا تاکہ
دوسرا اس کی جگہ آجائے۔ یہاں تک کہ ''میر،، کے سارے ممبر
میرے کھلے منہ کے پاس سے گزر گئے۔

مجھے یہ بتانا پڑا کہ امریکہ میں خراب ہوتے ہوئے دانتوں میں
سیمنٹ بھرنے اور ان پر سونے اور چاندی کے خول چڑھانے کا رواج ہے۔
ایک بوڑھے نے جس کی عمر ۸۰ سال تھی اور جس کے عمدہ اور صاف
دانتوں کو ذرا سی بھی علاج کی ضرورت نہ تھی، کہا کہ امریکیوں
کی غذا غالباً بہت عجیب اور سخت ہے جس کی وجہ سے دانتوں میں
ایسی گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے۔ کئی لوگوں نے کہا کہ شاید امریکیوں
کے لئے سونے کے دانت ٹھیک ہوں لیکن روسیوں کے لئے یہ کبھی موزوں
نہ ہوں گے جو بہت زیادہ چائے پیتے ہیں اور وہ بھی اتنی گرم کہ اس
سے سونا ضرور پگھل جائے گا۔ اس موقع پر ایوان ایوانوف نے جس کو
غیر معمولی مہمانوں کی میزبانی کا اعزاز حاصل تھا اظہار رائے کیا۔ اس
نے اس بات پر زور دیا کہ اس کے گھر میں بھی گاؤں کے دوسرے گھروں
کی طرح چائے خوب گرم ہوتی ہے لیکن اس نے تصدیق کی کہ باوجود اس
کے کہ مجھ کو کم از کم دس گلاس چائے اس نے دی لیکن دانت
نہیں پگھلے۔

غیر ملکوں میں ''امریکی،، کا لفظ ''دولت مند آدمی،، کے مترادف
ہے۔ میری عینک اور میرے فاؤنٹین پن کے سونے نے ان کو یقین دلا دیا
کہ میں ضرور کوئی بہت امیر آدمی ہوں۔ پھر بھی جب انھوں نے

مجھے اپنا بہت سا سونا دکھایا تو مجھے بھی انھیں کی طرح حیرت ہوئی۔ کسانوں کے اس گاؤں میں سونا افراط سے تھا۔ بس فرق یہ تھا کہ گاؤں کے لوگوں کے استعمال میں نہیں تھا۔ یہ ان کے گرجا گھر میں تھا۔ گرجا گھر کے اندر داخل ہوتے ہی مذہبی شبیہوں کا ایک خوبصورت فریم دکھائی دیتا تھا جو بیس یا تیس فیٹ بلند تھا۔ یہ سونے کی ایک چمکدار تہہ سے منڈھا ہوا تھا۔ کسی زمانے میں گاؤں والوں نے دس ہزار روبل جمع کرکے اس معبدگاہ کو سجایا تھا۔

یہ چھوٹا گاؤں یورپ اور امریکہ کے دھاروں سے کہیں دور تھا پھر بھی یہاں مغرب سے آتے ہوئے کلچر اور تہذیب کے نشانات ملتے تھے۔ یہاں سگرٹیں اور سلائی کی سنگر مشینیں تھیں، ایسے آدمی تھے جن کے اعضا مشین گنوں سے اڑا دئے گئے تھے اور فیکٹری والے شہر کے دو لڑکے تھے جو شہر کی دوکانوں سے خریدے کپڑے پہنے تھے اور ان کے کالر سیلولائڈ کے تھے۔ یہ ان قمیصوں اور کوٹوں کے مقابلے میں بھدا تضاد تھا جو دیہاتی پہنتے تھے۔

ایک رات ہم پڑوسی کی جھونپڑی کے پاس کھڑے تھے کہ پردے کے پیچھے سے ایک نرم اور مترنم آواز کو یہ پوچھتے سنکر متحیر رہ گئے «Parlez-vous Français?» (کیا آپ فرانسیسی بولتے ہیں؟) یہ ایک خوبصورت کسان لڑکی تھی جس کی پرورش گاؤں میں ہوئی تھی لیکن اس کے سارے انداز ایسے تھے جیسے اس کی تربیت کسی دربار میں ہوئی ہو۔ وہ پیٹروگراد میں کسی فرانسیسی خاندان میں کام کرتی تھی اور اپنے گھر بچے کی پیدائش کے سلسلے میں آئی تھی۔

اس طرح مختلف طریقوں سے باہر کی دنیا چھن‌چھن کر گاؤں میں آرہی تھی اور اس کو صدیوں کی نیند سے جگا رہی تھی۔ بڑے بڑے شہروں اور سمندر پار کے ملکوں کے قصے قیدیوں اور سپاہیوں، تاجروں اور زیمستوو کے لوگوں کے ذریعہ آتے تھے۔ اس کے نتیجے میں غیر ملکوں کے بارے میں عجیب گڈمڈ خیالات پیدا ہوگئے جو واقعات اور پرواز خیال کا ایک انوکھا مرکب تھے۔ ایک بار امریکہ کے بارے میں ایک عجیب نیم انوکھا واقعہ مجھے کافی زوروں کے ساتھ سنایا گیا جو میرے لئے ذرا پریشان کن تھا۔

ہم رات کے کھانے پر بیٹھے تھے اور میں بتا رہا تھا کہ میں اپنی نوٹ‌بک میں وہ تمام روسی رسم‌ورواج اور عادتیں لکھتا جا رہا ہوں جو مجھے اجنبی اور انوکھی لگتی ہیں۔

"مثلاً"، میں نے کہا "الگ الگ پلیٹوں کےبجائے آپ لوگ ایک مشترکہ رکابی سے کھاتے ہیں۔ یہ ایک عجیب رواج ہے۔"

"ہاں"، ایوان نے کہا "میرے خیال میں ہم عجیب لوگ ہیں۔"

"اور وہ بڑا آتش‌دان نما تندور! وہ ایک تہائی کمرے کی جگہ لئے ہے۔ آپ اس میں روٹی پکاتے ہیں، اس کے اوپر سوتے ہیں۔ اس کے اندر جاکر بھاپ کا غسل کرتے ہیں۔ آپ تقریباً سب کچھ اس میں کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل عجیب بات ہے۔"

"ہاں"، ایوان نے پھر سر ہلاکر کہا "میرے خیال میں ہم عجیب لوگ ہیں۔"

میں نے کوئی پیر اپنے پیر پر محسوس کیا۔ میں سمجھا کہ کتا ہوگا لیکن یہ سور تھا۔ "ہاں"، میں نے ذرا زور سے کہا "اور یہ آپکا سب سے عجیب رواج ہے۔ آپ سوروں اور مرغیوں کو اپنے کھانے کے کمرے تک آنے دیتے ہیں۔"

اسی وقت اودوتیا کی گود میں بچے نے میز پر پیر مارنا شروع کردئے اور اودوتیا اس سے بولی "بس کر، میز پر سے پیر ہٹا۔ تو امریکہ میں نہیں ہے۔" اور میری طرف مڑکر اس نے اخلاق سے کہا "آپ کے امریکہ میں بھی عجیب رواج ہیں۔"

ہم فصل جمع کرتے ہیں

تہوار کے بعد دوسرا دن تھا اور پڑوسی گاؤوں کے مہمان ابھی واپس نہیں گئے تھے۔ گاؤں کے میدان میں کھیل کود اور ناچ ہو رہے تھے اور بچوں کا ایک غول جس کے ہاتھ کہیں سے اکارڈین آگیا تھا بڑی سنجیدگی سے گاؤں میں گھوم کر کل کے گیت گا رہا تھا اور مزاحیہ انداز میں اپنے بڑے بھائیوں اور بہنوں کی نقل اتار رہا تھا۔ پورے گاؤں پر تہوار کےبعد والی سستی طاری تھی۔ لیکن ایوان ایوانوف کے

گھر میں ایسا نہیں تھا۔ وہاں ہر شخص مصروف تھا۔ اودوتیا گٹھے باندھنے کے لئے پیال کی رسیاں بٹ رہی تھی، تتیانا چھال کی پٹیاں آپسمیں گوندھ کر ان سے جوتے بنا رہی تھی۔ اودوتیا کی بڑی بچی اولگا، بلی کو چائے پینا زبردستی سکھا رہی تھی۔ ایوان درانتیاں تیز کر رہا تھا۔ پھر ہم سب کھیتوں کی طرف چل پڑے۔

یہ دیکھ کر نوجوان بھی اپنی جھونپڑیوں سے نکل پڑے۔ "کھیتوں کو نہ جائیے، گھر پر بیٹھئے"، انھوں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ جب ہم آگے بڑھے تو وہ سنجیدہ ہوگئے۔ میں نے پوچھا کہ ہمیں کیوں نہ جانا چاہئے تو انھوں نے جواب دیا:

"اگر ایک خاندان کھیتوں کو جاتا ہے تو سب اس کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ہماری ساری سیروتفریح ختم ہو جائےگی۔ مہربانی کرکے مت جائیے!"

لیکن پکی ہوئی فصل بلا رہی تھی۔ سورج چمک رہا تھا۔ پتہ نہ تھا کہ کب بارش ہونے لگے۔ اس لئے ایوان آگے بڑھتا گیا اور جب پندرہ منٹ بعد ہم ایک اونچی جگہ پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ راستوں پر سیاہ خاکے سے کھیتوں کی طرف آ رہے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح گاؤں محنت کشوں کو آنےوالے جاڑے کےلئے اپنی کوٹھاریں بھرنے کی غرض سے بھیج رہا تھا۔ جب ہم ایک سیاہ گیہوں کے کھیت تک پہنچے تو یانیشیف نے نیکراسوف کی ایک نظم "کس کےلئے ہے روس کی زندگی اچھی؟" کا ایک حصہ پڑھا:

ارے، بھرے پرے سنہرے کھیتو!
تمھیں دیکھ کر کون سوچےگا اب
کہ خلق خدا نے تمھیں سجانے کے لئے
کتنی جانفشانی کی ہے
وہ نہ تھیں شبنم کی بوندیں
جن سے بجھی تمھاری پیاس
وہ تھا پسینہ کسانوں کا
جس نے تمھیں کیا سیراب ...

جب سب اپنا اپنا کام کرنے لگے تو میں بھی ان کےساتھ پانی لانے ، اناج کے گٹھے باندھنے ، درانتی چلانے لگا اور یہ دیکھتا رہا کہ ہلکے سنہرے رنگ کے پودے کس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ھیں - درانتی چلانے کےلئے ہنر اور مشق کی ضرورت ھے - اس‌لئے میں بیڈھنگا معلوم ھورھا تھا اور جو اناج میں کاٹ رہا وہ بھی بیڈھنگا کٹ رہا تھا اور اس طرح امریکی اناج کاٹنےوالوں کی شہرت میں کوئی اضافہ نہیں ھورھا تھا - ایوان اتنا بااخلاق تھا کہ وہ میرے اس بیڈھنگے پن پر نکتہ‌چینی نہیں کرسکتا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ہنسی کو روک رہا ھے - اودوتیا سے جو اس نے رائےزنی کی اس میں وہ روسی لفظ میری سمجھ میں آیا جس کے معنی '' اونٹ ،، ھیں - میں واقعی اونٹ کی طرح کوبڑ نکالے کھڑا تھا جبکہ ایوان بالکل سیدھا ایک استاد فن کی طرح اپنی درانتی چلا رہا تھا - میں نے مڑکر ایوان سے شکایت کی کہ وہ مجھ کو اونٹ کہہ رہا ھے - ایوان ذرا پریشان ھوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ مجھے اس میں مزا آیا ھے اور میں اس کوبڑوالے جانور سے اپنی مشابہت مانتا ھوں تو اس نے قہقہے لگانا شروع کردئے -

'' تتیانا ، میخائل ! ،، اس نے زور سے کہا - '' البرٹ داویدوویچ کہتے ھیں کہ وہ اناج کاٹتے وقت اونٹ جیسے معلوم ھوتے ھیں - ھا - ھا - ھا - ھا ! ،، اِس کے بعد وہ دو تین بار زور سے قہقہہ لگاکر ہنس پڑا - غالباً اس واقعہ کی یاد نے ایوان کو جاڑے کی بہت سی بے کیف شامیں خوشی کے ساتھ گزارنے میں مدد دی ھوگی -

بعض ادیب روسی کسانوں کی کاھلی کےبارے میں لکھتے ھیں - بازاروں میں دیہاتیوں کا پڑے رہنا اور وادکا کی دوکانوں کے چکر لگانا اس طرح کا تصور پیدا کرتا ھے - لیکن کھیتوں میں دیہاتیوں کا ساتھ دینے کی کوشش یہ تصور ختم کردیتی ھے - سورج ان کے سروں پر تپ رہا تھا اور ان کے پیروں کے نیچے سے گرد اڑ رہی تھی - لیکن وہ اناج کاٹتے ، ساندتے اور گٹھے باندھتے گئے یہاں تک کہ انھوں نے ایک ایک تنکا کھیت سے جمع کرلیا - تب کہیں وہ گاؤں کو واپس گئے -

کسانوں کی بالشویزم کی طرف سے احتیاط

جب سے ہم لوگ یہاں آئے تھے گاؤں والے یانیشیف سے تقریر کرنے کی فرمائش کررہے تھے۔ شام ہوتے ہوتے ایک وفد ان سے درخواست کرنے کے لئے آگیا۔

"ذرا سوچئے تو"، یانیشیف نے کہا "دس سال پہلے اگر ان کسانوں کو یہ پتہ چل جاتا کہ میں سوشلسٹ ہوں تو یہ مجھے قتل کرنے کے لئے آتے۔ لیکن اب یہ جانکر کہ میں بالشویک ہوں یہ مجھسے بولنے کی درخواست کررہے ہیں۔ تمام باتیں بہت آگے بڑھ چکی ہیں اس وقت سے۔"

یانیشیف خاص صلاحیتوں کے مالک نہ تھے اگر دنیا کے غموں کے بارے میں بہت ہی زودحس ہونا کوئی خاص عطیہ نہ سمجھا جائے۔ دوسروں کی مصیبتوں سے متاثر ہوکر انھوں نے اپنے اوپر تکلیفیں لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ امریکہ میں کاریگر کی حیثیت سے ان کو چھ ڈالر روزانہ ملتے تھے۔ اس میں سے ایک سستے کمرے اور کھانے میں بہت کچھ خرچ ہوجاتا تھا۔ باقی رقم سے وہ "لٹریچر"، خرید کر دروازے دروازے پہنچاتے تھے۔ بوسٹن، ڈیٹروایٹ، ماسکو اور مارسیلز کے غریب محلوں میں اب بھی یانیشیف کا ذکر ایسے کامریڈ کی حیثیت سے ہوتا ہے جس نے سب کچھ اپنے کاز کے لئے دےدیا تھا۔

ٹوکیو میں ایک بار ایک ساتھی جلاوطن نے دیکھا کہ ایک پریشان قلی یانیشیف کو اپنے رکشا کے اندر کھینچ رہا ہے اور وہ احتجاج کررہے ہیں۔ یانیشیف نے بتایا "میں ابھی اس کے رکشا میں بیٹھا اور اس نے کھینچنا شروع کیا۔ وہ بالکل گھوڑے کی طرح پسینے میں شرابور ہوگیا۔ ممکن ہے کہ میں بیوقوف ہوں لیکن آدمی کو جانور کی طرح اپنے لئے کام نہیں کرنے دے سکتا۔ اس لئے میں نے اس کو پیسے دئے اور نکل آیا۔ اب میں کبھی رکشا پر نہیں بیٹھونگا۔"

جب سے یانیشیف روس لوٹے انھوں نے دن رات سفر کرکے بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کیں یہاں تک کہ ان کی آواز پڑ گئی اور اب وہ صرف سرگوشی میں باتیں اور اشارے کر سکتے تھے۔ وہ اپنے

گاؤں قوت بحال کرنے کےلئے آئے تھے ۔ لیکن یہاں بھی انقلاب نے ان کو چین سے نہیں رہنے دیا ۔

'' کیا میخائل پیترووِیچ ہمارے سامنے چھوٹی سی تقریر کریں گے ؟ ''، کسانوں نے التجا کی '' بس چھوٹی سی تقریر ۔ ''

یانیشیف ان سے انکار نہ کر سکے ۔ کمیٹی والے ، گاؤں کے میدان میں ایک گاڑی کھینچ کر لائے اور جب اس کے گرد خوب مجمع ہو گیا تو یانیشیف اس پر چڑھے اور انقلاب ، جنگ اور زمین کے بارے میں بالشویک کہانی بتانے لگے ۔

وہ کھڑے سنتے رہے شام اندھیری ہو کر رات میں بدل گئی ۔ اب وہ مشعلیں لائے اور یانیشیف بولتے رہے ۔ وہ ان کےلئے پانی ، چائے اور کواس لائے ۔ ان کی آواز نے جواب دےدیا لیکن کسان انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پھر بولنے لگے ۔ یہ کسان جنھوں نے دن بھر کھیتوں میں محنت کی تھی وہاں رات کو دیر تک کھڑے رہے ۔ وہ اپنے جسم کے لئے غذا جمع کرنے سے زیادہ دماغ کے لئے ذخیرہ حاصل کرنے کے مشتاق تھے ۔ علم کی اس مشعل کا گاؤں کی تاریکی میں جلنا ، یہ ایک علامتی منظر تھا — ان ہزاروں گاؤوں میں سے ایک میں جو یوکرین کے استیپی میدانوں ، ماسکو کے میدانوں اور دوردراز سائبیریا کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے تھے ۔ ان میں سے سیکڑوں میں اس رات کو مشعلیں جل رہی تھیں اور دوسرے یانیشیف انقلاب کی کہانیاں بتا رہے تھے ۔

ان مشتاق چہروں پر جو مقرر کے گرد جمع تھے بڑا احترام اور صدیوں پرانا اشتیاق تھا اور تاریکی سے اٹھتے ہوئے سوالوں میں انتہائی پیاس تھی ۔ یانیشیف بڑی محنت کےساتھ سب کچھ بتاتے رہے یہاں تک کہ وہ تھک کر چور ہوگئے اور جب وہ بولنے سے مجبور ہوگئے تبھی لوگ بےدلی کےساتھ منتشر ہوئے ۔ میں ان کی رائےزنی سن رہا تھا ۔ کیا یہ '' جاھل ، ان‌پڑھ دیہاتی ''، اس نظرئے کو اپنے حلق سے اتارنے کےلئے تیار تھے ، پروپیگنڈا کرنےوالے کے جوش سے متاثر ہونےوالے تھے ؟

'' میخائل پیترووِیچ بھلے آدمی ہیں ''، وہ کہہ رہے تھے '' ہم جانتے ہیں کہ وہ دور تک سفر کر چکے ہیں اور بہت کچھ دیکھ چکے ہیں ۔ وہ جو کچھ یقین کرتے ہیں کچھ لوگوں کےلئے اچھا ہو سکتا

ہے لیکن ہمیں پتہ نہیں کہ یہ ہمارےلئے بھی اچھا ہے۔ ،،

یانیشیف نے تو بالشویزم کے عقائد کی وضاحت اور وکالت میں اپنی جان نکال کر رکھدی تھی اور وہ ایک آدمی کو بھی اپنا ہم خیال نہیں بنا سکے تھے! یانیشیف نے خود بھی یہی کہا جب وہ گھاس کی کوٹھری تک آئے جہاں ہم لوگ اس بھری جھونپڑی سے بھاگ کر آگئے تھے۔ ایک نوجوان کسان فیدوسیئف نے ایسے مقرر کی تنہائی اور روحانی ویرانی کی وضاحت کرنے کی کوشش کی جس نے امکان بھر سب کچھ کیا ہو اور اس کے خیالات کو مسترد کردیا گیا۔

”یہ سب اتنا نیا ہے، میخائل پیترووِیچ،، اس نے کہا ”ہم سست لوگ ہیں۔ ہمیں سوچنے اور تبادلۂ خیال کرنے کا وقت ملنا چاہئے۔ ہم نےآج ہی تو کھیتوں سے اناج جمع کیا ہے اگرچہ اس کو کئی مہینے پہلے بویا تھا۔،،

میں نے بھی یانیشیف کی ہمت‌افزائی کی کوشش کی۔

”کوئی بات نہیں،، یانیشیف نے سرگوشی میں کہا۔ ان میں اپنے عقائد کےلئے مختتم فتح کا پرجوش اعتماد تھا۔ ”وہ واقعی یقین کریں گے۔،، وہ گھاس پر دھم سے لیٹ گئے، ان کا جسم کانپ رہا تھا اور وہ کھانس رہے تھے لیکن ان کے چہرے پر سکون تھا۔

مجھے شبہ تھا۔ لیکن یانیشیف کی بات ٹھیک تھی۔ آٹھ مہینے بعد انھوں نے گاؤں کے میدان میں پھر تقریر کی۔ یہ تقریر اسپاسکوئے گاؤں کی کمیونسٹ پارٹی کی درخواست پر کی گئی تھی اور فیدوسیئف اس جلسے کا صدر تھا۔

زمین کے بارے میں یانیشیف کی بات‌چیت

صبح کو بہت سے کسان اپنے مسائل لیکر آتے تھے جن میں سب سے اہم زمین کا مسئلہ تھا۔ اس وقت بالشویکوں کا حل یہ تھا ”اس کو مقامی آراضی کمیٹیوں پر چھوڑ دو۔ ان کو بڑی بڑی جاگیریں لے کر عام لوگوں کے ہاتھ میں دےدینا چاہئے۔،، کسانوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اس سے اسپاسکوئے کا آراضی کا مسئلہ نہیں حل ہوتا ہے کیونکہ یہاں نہ تو شاہی آراضی تھی اور نہ گرجاگھر اور زمینداروں کی۔

"یہاں اردگرد کی ساری آراضی پہلے سے ہماری ملکیت ہے،، مکھیا نے کہا "اور یہ بہت کم ہے کیونکہ خدا ہم کو بہت سے بچے دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ میخائل پیتروویچ کے قول کے مطابق بالشویک اچھے لوگ ہوں لیکن اگر وہ حکومت سنبھالیں گے تو کیا زمین میں بھی اضافہ کر سکتے ہیں؟ نہیں، یہ تو صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔ ہم ایسی حکومت چاہتے جس کے پاس اتنا کافی پیسہ ہو کہ وہ ہم کو سائبیریا یا کسی ایسی جگہ بھیج سکے جہاں زمین افراط سے ہو۔ کیا بالشویک یہ کریں گے؟،،

یانیشیف نے نئی بستیاں بسانے کی اسکیم کی وضاحت کی اور پھر ان زرعی کمیونوں کے بارے میں بتایا جو بالشویک روس بھر میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس کا مقصد زرعی برادری کو بڑے پیمانے کے زرعی کوآپریٹیو ادارے میں تبدیل کر دینا تھا۔ یانیشیف نے اسپاسکوئے میں زمین کے استعمال کے غیرمفید طریقے کی طرف توجہ دلائی۔ یہاں حسب دستور زمین چار حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک عام چراگاہ کے لئے تھا۔ اچھی، خراب اور اوسط زمینوں کی منصفانہ تقسیم کے لئے ان حصوں میں ہر کسان کو ایک ایک کھیت دیا گیا تھا۔ یانیشیف نے بتایا کہ کس طرح ایک کھیت سے دوسرے کھیت جانے میں وقت ضایع ہوتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اگر کھیتوں کو شطرنج کے خانوں میں تقسیم کرنے کے بجائے ایک پورا بڑا چک بنا کر کام کیا جائے تو کتنا فائدہ ہوگا۔ انھوں نے بہت پھلوں والے ھل اور فصل کاٹنے والی مشینوں کے بارے میں بتایا۔ دو کسانوں نے کسی اور صوبے میں ان مشینوں کا جادو کا کام دیکھا تھا اور انھوں نے تصدیق کی کہ یہ تو واقعی "شیطانوں،، کی طرح کام کرتی ہیں۔

"اور کیا امریکہ ہمارے یہاں ان کو بھیجے گا؟،،

"کچھ عرصے تک،، یانیشیف نے جواب دیا "پھر ہم خود اپنے بڑے بڑے ورکشاپ کھولیں گے اور یہیں روس میں ان کو بنائیں گے۔،،

پھر یانیشیف اپنے سامعین کو خاموش دیہی ماحول سے نکال کر کسی بڑے جدید کارخانے کے شوروهنگامے میں لے گئے۔ اور پھر ان کے اس قصے کا وهی بےچینی بھرا ردعمل ھوا۔ دیہات کے لوگ جدید صنعت‌کاری کے گرویدہ کم اور اس سے خوف‌زدہ زیادہ تھے۔ وہ ہماری

حیرت‌انگیز مشینیں تو چاهتے تھے لیکن وہ خیال کرتے تھے کہ یہ مشتبہ رحمت هوگی اگر انهوں نے اس کی قیمت ادا کی کہ چمنیاں ان کے سرسبز اور صاف علاقے پر دھوئیں کے سیاہ بادل اگلیں - کسان " فیکٹری کی بھٹی میں ابلنے سے "، ڈرتے تھے - ضرورت ان میں سے کچھ کو کانوں اور ملوں میں لےجاتی تھی لیکن انقلاب کے بعد سے وہ زمین کی طرف غول درغول واپس آرهے تھے -

کسانوں کے سماجی سوالوں کے علاوہ بہت سے ذاتی مسائل بھی یانیشیف کےسامنے تھے - کیا ان کو اپنے سیاسی عقائد کی تبلیغ میں اپنے ذاتی عقائد سے سمجھوتہ کرنا ممکن تھا ؟ مثلاً کیا ان کو کھانے سے پہلے اور بعد کو اپنے اوپر صلیب کا نشان بنانا چاهئے جبکہ وہ مذهب کو خیرباد کہہ چکے تھے - یانیشیف نے ایسا نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور ایوان ایوانوف کے سوالوں کےلئے اپنے کو تیار کرلیا - اگرچہ بوڑھا کسان پریشان هوجاتا تھا اور اس کی بیوی کو رنج هوتا تھا جب یانیشیف یہ رسم نہیں ادا کرتے تھے لیکن انهوں نے کبھی یانیشیف سے کچھ پوچھا نہیں -

روس میں کھیتوں پر محنت کش سے صاحب سلامت کرنے کا عام رواج یوں هے : " خدا تمھاری مدد کرے "، - یانیشیف نے طے کیا کہ وہ رسمی " صبح بخیر "، کے بجائے اسی طرح صاحب سلامت کرینگے - وہ فیدوسیئف کے بچے کی موت کی طویل عبادت کے موقع پر کھڑے رهے - روسی گاؤں میں اکثر بچے کی موت پر گرجاگھر کی گھنٹیاں بجائی جاتی هیں -

" خدا همیں بہت سے بچے دیتا هے "، مکھیا نے کہا " اور ان میں سے جو بچ جاتے هیں ان کے منہ تک رزق پہنچانے کے لئے همیں کھیتوں کی طرف سے لاپروائی نہ برتنی چاهئے - "، اس لئے دوسرے لوگ تو کام پر چلے گئے اور پادری ، بچے کے والدین ، یانیشیف اور میں گرجاگھر کو گئے - ماں کے پاس اس کے نو بچے کھڑے تھے - هر سال اس کے یہاں ایک بچہ پیدا هوتا تھا اور بچے ایک سلسلےوار زینے کی طرح کھڑے تھے - جن برسوں کے بچے مرگئے تھے ان کی جگہیں خالی تھیں اور اب اس سال کا بچہ مرا تھا - یہ چھوٹا سا تھا ، بالکل اس پھول جیسا جو اس کی لاش پر رکھا تھا - گرجاگھر کی زبردست

دیواروں اور ستونوں سے گھرا ہوا وہ اپنے چھوٹے سے نیلے تابوت میں بہت ہی چھوٹا اور نازک لگ رہا تھا۔

اسپاسکوئے کا گاؤں اپنے پادری کے لحاظ سے خوش قسمت تھا۔ وہ مہربان اور ہمدرد آدمی تھا اور لوگ اس کو پسند کرتے تھے اور اس پر اعتبار بھی کرتے تھے۔ اگرچہ اس کو بچوں کے لئے اکثر عبادت کرنی پڑتی تھی پھر بھی وہ اس کو ڈھرے کا کام نہیں بناتا تھا۔ اس نے بڑی نرمی سے تابوت پر شمع روشن کی، بچے کے سینے پر صلیب رکھی، اور عبادت شروع کی۔ گرجا گھر اس کی گونجدار آواز سے بھر گیا۔ پادری اور اس کا نائب عبادت کے الفاظ دہرا رہے تھے اور ماں باپ اور بچے اپنے اوپر صلیب کے نشان بناتے تھے، جھکتے تھے اور سجدہ کرتے تھے۔ پادری کے سامنے یانیشیف سر جھکائے چپکے کھڑے تھے۔

ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے یہ دونوں انسان زندگی اور موت کے اسراروں سے دوچار تھے۔ ان میں سے ایک مقدس قدیم گرجا گھر کا پادری تھا اور دوسرا سماجی انقلاب کا پیغمبر۔ ایک، دوسری دنیا کی جنت میں بچوں کی خوشی اور سلامتی کے لئے اپنی قربانی پیش کررہا تھا اور دوسرا اپنی زندگی اس لئے وقف کررہا تھا کہ زندہ بچوں کے لئے ہماری دھرتی سلامتی اور خوشی کی جگہ بنے۔

* * *

میں یانیشیف کے ساتھ ان کے پروپیگنڈے کے بہت سے دوروں میں روسی قصبوں اور شہروں کو گیا۔ ایوانووا کے ٹکسٹائل مرکز کے ماہر کاریگروں سے لیکر ہم ہر درجے کے پرولتاریہ میں حتی کہ ماسکو کے چوروں کے غربت زدہ محلوں تک گئے جن کو میکسم گورکی نے اپنی کتاب ''پاتال،، میں لافانی بنا دیا ہے۔ لیکن یانیشیف کو ہمیشہ دیہات یاد آتے تھے۔

چھ ماہ بعد میں نے ماسکو میں سوویتوں کی چوتھی کانگرس کے موقع پر یانیشیف کو الوداع کہا۔ ان کے بازوؤں سے ایک سترسالہ عورت لگی کھڑی تھی جو بہت کمزور اور جھکی ہوئی تھی۔ یانیشیف نے بڑے ادب کے ساتھ اپنی ''استانی،، کی حیثیت سے اس کا تعارف

کرایا۔ روس کے حدود یا مزدور طبقے سے باہر اس کا نام بالکل نامعلوم تھا۔ لیکن مزدوروں اور کسانوں کے درمیان، نوجوان باغیوں میں اس کا نام سب کچھ تھا۔ وہ ان لوگوں کےساتھ مصیبتوں، درد دکھ اور قیدوبند میں شریک رہی تھی۔ برسوں کی محنت اور بھوک نے اس کو زرد اور کمزور بنا دیا تھا۔ اس کو دیکھ کر افسوس کے جذبات پیدا ہوتے تھے جب تک آپ اس کی آنکھوں کو نہ دیکھیں۔ ان میں ابھی تک وہ چنگاریاں تھیں جنھوں نے یانیشیف جیسے درجنوں نوجوانوں کے ولولے کو روشن کیا اور ان کو سماجی انقلاب کے شعلہ‌ور مبلغوں کی حیثیت سے ملک کے کونے کونے میں بھیجا۔ انقلاب کےلئے اس نے اپنی زندگی وقف کردی تھی لیکن اس نے یہ خواب بھی نہیں دیکھا تھا کہ اس کو انقلاب دیکھنا نصیب ہوگا۔

اب انقلاب ہوگیا تھا۔ وہ اپنے لوگوں کے درمیان بیٹھی تھی، اس کا ھاتھ اپنے ایک نوجوان شاگرد کے ھاتھ میں تھا۔ یہ سچ ھے کہ صنعت تباہ تھی، جرمن پھاٹک پر تھے، بھوک اور سردی سارے شہر میں پھیلی تھی، پھر جب وہ امرا کے قدیم ہال میں بیٹھی لینن کی تقریر سن رہی تھی تو وہ ایک نیا دن آتا ہوا دیکھ رہی تھی جو ساری دنیا کےلئے امن کا حامل اور خود اس کےلئے اپنے دیہات میں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنےوالا تھا۔

”ھم دونوں ھی دیہات سے آئے ھیں اور ھم دونوں اس سے محبت کرتے ھیں،، اس نے مجھسے سرگوشی میں کہا ”اور جب انقلاب کی تکمیل ھوجائےگی تو میخائل اور میں پھر دیہات کو واپس جائیں گے۔،،

چوتھا باب

سفید گھوڑے کا سوار

میں نے ۱۹۱۷ء کی گرمیوں میں روس کے طول‌وعرض کا سفر کیا۔ ہر طرف سے میں نے مصیبت‌زدہ لوگوں کی فریادوبکا سنی۔ میں نے اسے ایوانووا کی ٹکسٹائل مل میں، نیژنی کے میلے اور کیئف کے بازاروں

میں سنا۔ یہ مجھ تک دریائے والگا کے اسٹیمروں اور رات کو دریائے دنیپر پر رواں بجروں سے آئی۔ لوگوں کی مصیبتوں کا مرکز جنگ تھی، "منحوس جنگ!"

ہر جگہ میں نے جنگ کی تباہ کاریاں اور دوسرے نشانات دیکھے۔ میں نے یوکرین میں ان وسیع اور لامحدود میدانوں کا سفر کیا جن کے بارے میں گوگول* نے حیرت کے ساتھ کہا تھا "ارے، استیپی میدانو! میرے خدا، کتنے حسین ہو تم!" ہم پہاڑیوں سے گھرے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رکے۔ وہاں تقریباً ۳۰۰ عورتیں، ۴۰ بوڑھے اور لڑکے اور کوئی بیس اپاہج سپاہی ہماری زیمستوو کی گاڑی کے گرد جمع ہوگئے۔ میں ان کے سامنے بولنے کے لئے کھڑا ہوا اور میں نے سوال کیا "کتنے لوگوں نے واشنگٹن کے بارے میں سنا ہے؟" ایک لڑکے نے ہاتھ اٹھایا۔ "کتنے لوگوں نے لنکن کے بارے میں سنا ہے؟" تین ہاتھ اٹھے۔ "کیرینسکی؟" ۹۰ ہاتھ اٹھے۔ "لینن؟" پھر ۹۰ ہاتھ اٹھے۔ "تالستائی؟" ۱۰۰ ہاتھ اٹھ گئے۔

ان لوگوں کو اس میں لطف آیا۔ وہ غیرملکی اور اس کے لب ولہجہ پر ملکر ہنس رہے تھے۔ پھر میں نے ایک حماقت آمیز غلطی کی "تم میں سے کس کے لوگ جنگ میں کام آئے ہیں؟" تقریباً ہر ہاتھ اٹھ گیا اور اس ہنستے ہوئے مجمع میں ایک ماتمی لہر پھیل گئی جیسے جاڑوں کی ہوا درختوں کے درمیان کراہتی ہوئی گزرتی ہے۔ دو بوڑھے کسان سسکتے ہوئے گاڑی کے پہیوں پر گرگئے اور انہوں نے میرے پلیٹ فارم کو ہلادیا۔ ایک لڑکا مجمع سے دوڑتا اور چلاتا آیا "میرا بھائی — انہوں نے میرے بھائی کو ماردیا!" عورتوں نے رومال اپنی آنکھوں سے لگا لئے یا ایک دوسرے کے بازو تھام لئے اور روتی رہیں۔ مجھے حیرت تھی کہ اتنے سارے آنسو کہاں سے آگئے۔ کون یہ تصور کرسکتا تھا کہ ان پرسکون چہروں میں اتنا رنج و غم پنہاں ہے؟

---

* گوگول، ن۔ و۔ (۱۸۰۹—۵۲ء) — عظیم روسی مصنف۔

یہ ان ہزاروں گاؤوں میں سے صرف ایک تھا جن کو جنگ نے ایک ایک تندرست آدمی سے محروم کردیا تھا۔ یہ ان بےشمار گاؤوں میں سے ایک تھا جہاں زخمی رینگتے ہوئے، اپاہج، اندھے اور ہاتھ کٹے ہوئے آتے ہیں۔ اور لکھوکھا تو واپس ہی نہیں آئے۔ وہ اس زبردست قبر میں لیٹے تھے جو بحراسود سے لیکر بحر بالٹک تک ۱۰۰۰ میل کی لمبائی میں پھیلی تھی۔ یہی جرمنوں کے خلاف روسی محاذ تھا۔ وہاں کسان جن کے ہاتھ میں صرف ڈنڈے تھے جرمن مشین گنوں کے خلاف لائے جاتے تھے اور کثیر تعداد میں بھن جاتے تھے۔

آرخانگیلسک میں بہت سے اسلحہ موجود تھے۔ ان کو ریل کے ڈبوں پر لادکر محاذ کے لئے روانہ بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن تاجروں نے جو اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے یہ ویگن چاہتے تھے چند ہزار روبل دیکر افسروں کی مٹھی گرم کردی۔ اسلئے آرخانگیلسک سے دس میل آگے نکل کر اسلحہ کو اتار پھینکا گیا اور ویگن واپس گئے تاکہ ان پر شمپین، موٹرکاریں اور پیرس کے لباس لادے جائیں۔

پیٹروگراد اور دوسرے بڑے شہروں کی زندگی میں بڑی چمک دمک اور گھماگھمی تھی۔ جنگ کے زمانے میں کاروبار میں بڑا نفع تھا لیکن ان ایک کروڑ سپاھیوں کے لئے یہ بڑا ہولناک اور خون میں ڈوبا ہوا کاروبار تھا جن کو زار کے حکم سے مورچے کی خندقوں میں زبردستی لایا گیا تھا۔

اور اب کیرینسکی کے تحت بھی یہی ایک کروڑ آدمی مسلح تھے۔ ان لوگوں کو اپنے ھلوں اور ورکشاپوں سے زبردستی جدا کرکے بھرتی کیا گیا تھا اور ان کے ھاتھوں میں بندوقیں پکڑا دی گئی تھیں۔ حکمراں طبقہ ان اسلحہ کو سپاھیوں کے ھاتھ میں رکھنے کے لئے ہر جتن کر رہا تھا۔ وہ جھنڈے لہرا رہا تھا اور چیخ رہا تھا ”فتح اور شہرت“۔ اس نے عورتوں کے جاں‌نثار دستے منظم کئے جن کا نعرہ تھا ”مردو، تم پر لعنت کہ لڑکیاں تمہاری لڑائی لڑیں!“ حکمراں طبقہ باغی رجمنٹوں کے پشت پر مشین گنیں لگا دیتا تھا اور اعلان کردیتا تھا کہ جو بھی پیچھے ہٹا اس کے لئے موت یقینی ہے۔ لیکن ان سب باتوں سے کام نہیں چلا۔

ہزاروں کی تعداد میں سپاہی اسلحہ چھوڑ کر محاذ جنگ سے بھاگ رہے تھے۔ وہ ٹڈی دلوں کی طرح ریلوے، سڑکوں اور آبی راستوں پر نازل ہو کر ان کو روک رہے تھے۔ وہ ٹرینوں پر جھپٹ پڑتے، چھتوں پر چڑھ جاتے، ڈبوں کے قدمچوں پر انگور کے گچھوں کی طرح لٹکتے اور کبھی کبھی تو مسافروں کو بھی اپنی نشستوں سے نکال باہر کرتے۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے ایک آدمی نے قسمیں کھا کر بیان کیا کہ اس نے یہ پوسٹر دیکھا "کامریڈ سپاہیو! جب ٹرین چل رہی ہو تو مہربانی کر کے مسافروں کو کھڑکی کے باہر نہ پھینکئے!" غالباً یہ مبالغہ تھا لیکن انھوں نے ہمارے سوٹ کیس ضرور کھڑکی کے باہر پھینک دئے۔

یہ واقعہ اس سفر کا ہے جو میں ماسکو کے لئے الکساندر گامبرگ کے ساتھ کر رہا تھا۔ ہمارے درجے میں بڑا مجمع تھا اور روسی لوگ رات کی ہوا سے بچنے کے لئے کھڑکیوں اور دروازوں کو خوب اچھی طرح بند کر کے اطمینان سے سو گئے تھے۔ یہ جگہ جلد ہی کسی ترکی کے حمام کی طرح اس سے ناقابل برداشت ہو گئی۔ میں نے ہوا کے لئے ذرا سا دروازہ کھول دیا اور پھر سونے والوں میں شامل ہو گیا۔ صبح کو جب میں جگا تو میرے لئے یہ پریشان کن حیرت کی بات تھی کہ ہمارے سوٹ کیس غائب تھے۔

"کچھ کامریڈ لٹیروں نے جو فوجی وردیوں میں تھے ان کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور پھر ٹرین سے خود کود گئے" بوڑھے کنڈکٹر نے بتایا۔ اس نے ہم کو یہ بتا کر تسلی دی کہ یہی واقعہ قریب کے کمپارٹمنٹ میں ایک افسر کے اسباب کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ ہمیں اپنے کپڑوں کے کھونے کا اتنا افسوس نہ تھا جتنا بیش قیمت پاسپورٹوں، نوٹ بکوں اور تعارفی خطوط کا جو ہمارے سوٹ کیسوں میں تھے۔

دو ہفتے بعد ایک اور حیرت انگیز بات ہوئی۔ ماسکو کے اسٹیشن ماسٹر نے ایک سمن بھیجا۔ لٹیروں نے ہمارا ایک سوٹ کیس واپس کر دیا تھا۔ اس میں ہمارے کپڑے تو نہ تھے لیکن سارے کاغذات اور متذکرہ بالا افسر کے بھی کاغذات تھے۔ ان میں سے ایک بھی کم نہ تھا۔

بہرحال، ملک بھر میں پھیلے ہوئے مفرور سپاہیوں کے غولوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے چوریوں اور ان شدائد پر تعجب نہیں ہوتا تھا جو وہ کررہے تھے بلکہ اس پر حیرت ہوتی تھی کہ ان واقعات کی تعداد اتنی کم ہے۔ اور اگر مورچوں پر بدتر حالات کی خبریں صحیح تھیں تو یہ بھی کوئی حیرت کی بات نہ تھی کہ اتنے سپاہی بھاگ رہے تھے بلکہ حیرت یہ تھی کہ ابھی اتنے محاذ پر کیوں ہیں۔

میں خود ان حالات کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے محاذ کےلئے اجازت‌نامے کی کوشش کئی بار کی۔ آخرکار ستمبر میں مجھے کامیابی ہوئی۔ جان‌ریڈ اور بوریس ریئنشتیئن کے ساتھ میں ریگا کے محاذ کےلئے روانہ ہوگیا۔

ہمارے ساتھ ایک بڑی داڑھی‌والا روسی پادری تھا۔ وہ نیک اور ملنسار تھا لیکن غضب کا چائے پینےوالا اور باتونی۔ ہمارے ڈبے کے دروازے پر گارڈ نے ایک تختی لگادی تھی جس پر ''امریکی مشن،، لکھا تھا۔ ہم اسی کے سائے میں سوتے اور کھاتے تھے اور ٹرین خزاں کی ہلکی ہلکی پھوار میں آہستہ آہستہ جا رہی تھی اور پادری اپنے سپاہیوں کے بارے میں باتوں کی جھڑی لگائے تھا۔

''چرچ کی دعاؤں کے پرانے نسخے میں،، وہ کہہ رہا تھا ''خدا کو آسمانوں کا زار اور کنواری مریم کو زارینہ کہا گیا ہے۔ ہمیں ان کو نکال دینا پڑا کیونکہ لوگ خدا کی توہین نہیں کرنا چاہتے۔ پادری تو تمام قوموں کےلئے امن کی دعا کرتا ہے جبکہ سپاہی چلا کر مطالبہ کرتے ہیں ''اس میں 'بغیر علاقائی‌الحاق اور تاوان جنگ' کا اضافہ کرو،،۔ پھر ہم مسافروں، بیماروں اور مصیبت‌زدہ لوگوں کےلئے دعا کرتے ہیں اور سپاہی غل مچاتے ہیں ''مفرور سپاہیوں کےلئے بھی دعا کرو۔،، انقلاب نے تو عقیدے کی لٹیا ڈبو دی ہے، پھر بھی کثیر تعداد سپاہی مذہبی ہیں۔ صلیب کے نام پر اب بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔،،

اور سامراجیوں نے صلیب کےنام پر بہت کچھ کرنے کی کوشش بھی کی۔ انھوں نے نعرہ لگایا ''جنگ کو جاری رکھو! جنگ کو اس وقت تک جاری رکھو جب تک ہم قسطنطنیہ میں سینٹ سوفیا کے گنبد پر چمکتی ہوئی صلیب نہ نصب کردیں۔،، اور سپاہیوں نے جواب

دیا "ہاں، لیکن قبل اس کے کہ ہم سینٹ سوفیا پر صلیب نصب کریں ہزارہا صلیبیں ہماری قبروں پر نصب ہو جائیں گی۔ ہمیں قسطنطنیہ نہیں چاہئے۔ ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ دوسرے لوگ ہماری زمین ہتیا لیں اور نہ ہم دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے لڑیں گے۔"

لیکن اگر وہ لڑنے کا ارادہ بھی رکھتے تو کاہے سے؟ ٹیوٹن سرداروں کے پرانے شہر وینڈین میں ہم نے ایک فوج کی پوری تباہی دیکھی۔ بھورے آسمان سے زوروں کی بارش ہو رہی تھی جس سے سڑکیں دریا معلوم ہونے لگی تھیں اور سپاہیوں کے دل سیسے جیسے بھاری ہوگئے تھے۔ خندقوں سے سوکھے ڈھانچے اٹھکر ہمیں گھور رہے تھے۔ ہم نے قحطزدہ لوگوں کو شلجم کے کھیتوں پر جھپٹتے دیکھا تاکہ وہ ان کو کچا ہی کھا جائیں۔ ہم نے کھونٹیوں بھرے کھیتوں میں لوگوں کو ننگے پیر چلتے دیکھا۔ گرمیوں کی فوجی وردیاں جاڑے کی ابتدا میں پہنچ رہی تھیں، کمر کمر تک کیچڑ میں پھنس کر گھوڑے مر رہے تھے۔ محاذ کے اوپر دشمن کے ہوائی جہاز نڈر ہوکر اڑ رہے تھے اور ہر حرکت کو دیکھ رہے تھے۔ طیارہ شکن توپیں نہیں تھیں، کھانا اور کپڑا نہیں تھا اور سب سے بڑھکر یہ کہ لوگوں کو اپنے رہنماؤں پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔

چونکہ افسر اور حکومت ان کے لئے نہ کچھ کر رہے تھے یا کچھ نہیں کر سکتے تھے اس لئے سپاہی خود ہی اپنے لئے کام کر رہے تھے۔ ہر طرف، حتی کہ خندقوں اور توپوں کے مورچوں پر نئی سوویتیں نمودار ہو رہی تھیں۔ وینڈین میں یہ تین طرح کی تھیں — اسکوسول، اسکولات اور اسکوستریل *۔

ہم مؤخر الذکر کے مہمان تھے جو لتویائی رائفل والوں کی سوویت تھی۔ یہ لوگ سب سے پڑھے لکھے، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ انقلابی تھے۔ جرمن ہوائی جہازوں سے بچنے کے لئے وہ درختوں

---

* اسکوسول — ۱۲ ویں فوج کے لتویائی یونٹوں کے سپاہیوں کی انتظامیہ کمیٹی۔ اسکولات — لتویا کی متحدہ سوویتوں کی انتظامیہ کمیٹی اور اسکوستریل — لتویا کے رائفل والوں کی سوویت کی انتظامیہ کمیٹی۔

سے ڈھگی وادی میں جمع ہو گئے — ان کی دس ہزار باداسی وردیاں خزاں رسیدہ پتیوں کے رنگ سے ملتی تھیں۔ اگرچہ فضا سے ان کو خطرہ تھا پھر بھی کیرینسکی کا نام آتے ہی مضحکہ خیز قہقہے بلند ہوتے تھے اور اس کے ذکر پر تالیاں بجتی تھیں۔

"ہم بزدل یا غدار نہیں ہیں"، تقریریں کرنے والے کہتے "لیکن ہم اس وقت تک لڑنے سے انکار کرتے ہیں جب تک ہم یہ نہ جان جائیں کہ کس بات کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ یہ جمہوریت کی جنگ ہے۔ ہمیں اس کا یقین نہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اتحادی بھی جرمنوں کی طرح قبضہ گیر ہیں۔ وہ یہ ثابت کریں کہ ایسے نہیں ہیں۔ وہ خفیہ معاہدے شایع کریں۔ عارضی حکومت یہ دکھائے کہ وہ سامراجیوں سے نہیں مل گئی ہے۔ اس وقت ہم آخری سپاہی تک اپنی جانیں قربان کر دینگے۔"

یہ جڑ تھی عظیم روسی فوج کی تباہی کی۔ سب سے پہلے یہ نہیں کہ ان کے پاس لڑنے کا ذریعہ نہ تھا بلکہ اس لئے کہ ان کے پاس لڑنے کا مقصد نہ تھا۔

مزدوروں کی حمایت سے سپاہی یہ عزم کر چکے تھے کہ جنگ بند ہونی چاہئے۔

سفید گھوڑے کا سوار

اتحادیوں اور جنرل اسٹاف کی حمایت سے بورژوازی اس بات پر اڑی تھی کہ جنگ جاری رہنا چاہئے۔ جنگ جاری رہنے سے بورژوازی کو تین چیزیں ملتی تھیں: (۱) فوجی ٹھیکوں سے زبردست نفع۔ (۲) فتح کی صورت میں لوٹ مار کے حصے کی حیثیت سے آبنائے باسفورس، درہ دانیال اور قسطنطنیہ۔ (۳) اس سے بورژوازی کو یہ موقع ملتا کہ زمین اور فیکٹریوں کی ملکیت کے لئے زوردار اور بڑھتے ہوئے عوامی مطالبے کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹائی جا سکے۔

وہ لوگ جو یہ کہتے تھے کہ "ہماری سلطنت کو عوام کی دست درازی سے محفوظ رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ جنگ میں مصروف رہا جائے اور اس طرح سماجی آرزوؤں کو قومی جذبات میں بدل دیا

جائے ،، ایکاتیرینا اعظم کی دانائی کی پیروی کرر ہے تھے - اب روسی عوام کی سماجی آرزوئیں بورژوازی کی زمین اور سرمائے کی سلطنتوں کے لئے خطرناک ہو گئی تھیں - لیکن اگر جنگ جاری رہے تو عوام کے سامنے حساب دینے والا دن ملتوی ہوجائے گا - جو قوتیں جنگ میں لگ رہی تھیں ان کو انقلاب کرنے کے لئے نہیں استعمال کیا جا سکتا تھا - ,, جنگ کو فاتحانہ انجام تک چلاتے رہو ! ،، بورژوازی کا نعرہ بن گیا -

لیکن اب سپاہی کیرینسکی حکومت کے قابو سے باہر ہوتے جا رہے تھے - اب وہ اس رومانی آدمی کی خوش بیانی اور لفاظی میں نہیں آرہے تھے - اب بورژوازی کو ایک صاحب شمشیر کی تلاش تھی ... ,, روس کے پاس ایک زبردست آدمی ہونا چاہئے جو انقلابی حماقت کو برداشت نہ کرے بلکہ آہنی پنجے سے حکومت کرے ،، وہ کہہ رہے تھے ,, ہمیں ڈکٹیٹر چاہئے - ،،

انھوں نے اپنے شہ سوار کی حیثیت سے کزاک جنرل کورنیلوف کو چنا - ماسکو کی کانفرنس میں اس نے قتل و غارت کی پالیسی کا مطالبہ کر کے بورژوازی کا دل موہ لیا - اس نے اپنی تحریک پر فوج میں سزائے موت رائج کی - اس نے منحرف سپاہیوں کی بٹالینوں کو مشین گنوں سے بھون کر رکھدیا - اور ان کی اکڑی ہوئی لاشوں کو باڑ کے سہارے قطاروں میں چنوا دیا - اس نے اعلان کیا کہ ایسی ہی سخت دوا روس کی بیماریوں کا علاج ہو سکتی ہے -

۹ ستمبر کو کورنیلوف نے ایک اعلان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا ,, ہمارا عظیم ملک نزع کی حالت میں ہے - سوویتوں میں بالشویک اکثریت کے دباؤ سے کیرینسکی کی حکومت جرمن جنرل اسٹاف کے منصوبوں کے بالکل مطابق کام کررہی ہے - جو لوگ خدا اور عبادت گاہوں پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمارے وطن کو بچانے کا معجزہ دکھائے - ،،

اس نے محاذ سے ۷۰ ہزار فوجیوں کا انتخاب کیا - ان میں سے زیادہ‌تر مسلمان تھے — اس کے ترکمان گارڈ ، تاتار گھڑسوار اور چرکیشیا کے پہاڑی - افسروں نے اپنے تلواروں کے دستوں پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی کہ جب پیٹروگراد پر قبضہ ہو جائیگا تو بیدین سوشلسٹوں سے زبردستی بڑی مسجد بنوائی جائے گی اور اس کے بعد ان کو گولی مار

دی جائے گی۔ گاڈ اور اللہ کے نام پر کورنیلوف ہوائی جہاز، برطانوی بکتربند موٹریں اور خونی و وحشی ڈویژن لیکر پیٹروگراد کی طرف بڑھا۔ لیکن وہ اس پر قبضہ نہ کرسکا۔

سوویتوں اور انقلاب کے نام پر عوام ایک ہوکر دارالحکومت کے دفاع کےلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کورنیلوف کو باغی اور راندۂ قانون قرار دیا گیا۔ اسلحہ کے گودام کھولکر مزدوروں کو اسلحہ دئے گئے۔ سڑکوں پر سرخ گارڈ پہرہ دینے لگے، خندقیں کھودی گئیں اور تیزی کے ساتھ سڑکوں پر مورچے قائم کئے گئے۔ مسلمان سوشلسٹ، وحشی ڈویژن میں گئے اور مارکس اور محمد کے نام پر اپیل کی کہ وہ انقلاب پر حملہ نہ کریں۔ ان کی اپیل اور درخواستیں کامیاب ہوئیں۔ کورنیلوف کی فوجیں منتشر ہوگئیں اور ''ڈکٹیٹر'' ایک گولی چلائے بغیر گرفتار کرلیا گیا۔ انقلاب دشمنی کی سفید توقعات انقلاب کی ضربوں سے اس آسانی سے چور چور ہونے پر بورژوازی کو بڑی نااسیدی ہوئی۔

لیکن پرولتاریہ کو اس سے بڑی تقویت پہنچی۔ اپنی طاقتوں کی مضبوطی اور اتحاد کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ انھوں نے ہر شعبے کے محنت کش عوام کو متحد کرنےوالی یکجہتی کو نئے سرے سے محسوس کیا۔ مورچوں اور فیکٹریوں نے ایک دوسرے کی تعریف اور ہمت‌افزائی کی۔ سپاہیوں اور مزدوروں نے ملاحوں کو اس بڑے رول کےلئے خراج عقیدت پیش کیا جو انھوں نے اس معاملے میں ادا کیاتھا۔

پانچواں باب

فوجی بیڑے کے رفیق

جب پیٹروگراد پر کورنیلوف کے دھاوے کی خبر کرونشتاد اور بالٹک کے بیڑے کو پہنچی تو ملاحوں میں طوفان برپا ہوگیا۔ انھوں نے اپنے جہازوں اور جزیرے کے قلعے سے ہزاروں کی تعداد میں آکر مریخ کے میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ وہ شہر کی ہر اہم جگہ پر پہرہ

9–1527

دینے لگے ، ریلوے اور سرما محل پر - بڑے قد کے ملاح دیبینکو کی قیادت میں وہ کورنیلوف کے سپاھیوں میں گھس گئے اور ان سے اپیل کی کہ وہ حملہ نہ کریں - انھوں نے سفید لوگوں* کے دلوں میں انقلاب کا خوف اور اپنے ساتھی سرخ لوگوں کے خون میں انقلاب کی گرمی اور ولولہ پھیلا دیا -

جولائی میں تروتسکی نے ان کو " انقلابی طاقتوں کا فخر اور پھول " کہا تھا - جب کرونشتاد میں کسی بدکرداری کےلئے ان پر ہر طرف سے لعنت ملامت ہوئی تو تروتسکی نے کہا " ھاں ، جب کوئی انقلاب دشمن جنرل انقلاب کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالنے کی کوشش کریگا اور کیڈٹ لوگ اس کو صابون سے چکنا کردیں گے تو ملاح ھی آکر ھمارے ساتھ لڑیں گے - "

کورنیلوف کی اس سہم‌بازی میں یہی ثابت ہوا - میں پورے روس میں ان نیلی قمیصوں‌والے لوگوں سے ملا جن کی چال ڈھال میں سمندر کا بہاؤ اور خون میں نمکین ھواؤں کا شائبہ تھا - وہ ھر جگہ سوشلزم کے نظرئے کی وکالت کررہے تھے - میں نے ان کو جلسوں اور بازاروں میں کاھل لوگوں کو راہ عمل اختیار کرنے کےلئے اکساتے دیکھا تھا - میں نے ان کو دوردراز گاوؤں میں پایا جہاں سے وہ شہروں کو غذا بھیج رھے تھے - بعد کو جب یونکیروں نے سوویتوں کےخلاف سر اٹھایا تب میں نے ان ملاحوں کو ٹیلی‌فون اسٹیشن پر چھاپہ مارنے والے اس دستے میں پیش پیش پایا جس نے یونکیروں کو اپنے مضبوط مورچے سے نکال باھر کیا - وہ انقلاب کےلئے خطرے کو ھمیشہ سب سے پہلے محسوس کرتے تھے اور تیزی کے ساتھ اس کی مدد کو آتے تھے -

انقلاب روسی ملاح کےلئے عزیز تھا کیونکہ اس کا مطلب ماضی سے نجات تھا - ماضی ایک بھیانک خواب تھا - پرانے روسی بحری افسر صرف خواص میں سے ہوتے تھے - ملاح ان سے اس لئے نفرت کرتے

---

* سفید لوگ (whites) ، سفید گارڈ — وہ انقلاب دشمن فوجیں جو غیرملکی مداخلت کرنےوالوں کےساتھ ملکر سوویت حکومت کے خلاف لڑ رھی تھیں اور بالآخر سرخ فوج کے ھاتھوں ان کو فیصلہ کن شکست ہوئی -

تھے کہ وہ معقول ڈسپلن نہیں نافذ کرتے تھے بلکہ ایسا ڈسپلن جو حاکمانہ اور تحقیرآمیز ہوتا تھا۔ ملاح کی تقدیر کا انحصار کسی ایسے معمولی افسر کی من موجی باتوں، رشک و حسد اور نامعقول غصے پر ہوتا تھا جس سے ملاح نفرت کرتا تھا۔ اس کے ساتھ کتوں جیسا برتاؤ کیا جاتا تھا اور اس طرح کے سائن بورڈوں سے اس کی توہین کی جاتی تھی جیسے ''کتوں اور ملاحوں کے لئے ممنوع''۔

سپاہیوں کی طرح ملاحوں کے جواب بھی اپنے افسران کے لئے تین جملوں تک محدود تھے — ''بالکل ٹھیک''، ''بالکل نہیں'' اور ''ہر خدمت کے لئے تیار''۔ اور ہر جملہ ''حضور'' کے ساتھ ختم ہوتا تھا۔ مزید رائے زنی کا نتیجہ منہ پر تھپڑ ہوتا تھا۔ بہت ہی معمولی قصور پر بہت ہی سخت سزا ملتی تھی۔ چار سال کے دوران ۲۰۲۷ لوگوں کو موت، جیل یا قیدبامشقت کی سزائیں ملی تھیں۔ یہ سب زار کے نام پر کیا گیا تھا۔

اب زاروں کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ ان کے نام تک مٹائے جا رہے تھے۔ جہازوں کو نئے جمہوری نظام کے لئے موزوں نئے نام دئے جا رہے تھے۔

اس تقریب کے مطابق جہاز ''شہنشاہ پال اول'' کا نام ''دی ریپبلک'' ہوگیا اور ''شہنشاہ الکساندر ثانی'' نے نئے رنگوں میں ''آزادی کی سحر'' کے نام سے دوبارہ جنم لیا۔ انقلاب ایسا تھا کہ یہ قدیم مطلق العنان لوگ بھی اپنی قبروں میں کروٹیں بدلنے لگیں لیکن زندہ زار اور اس کے بیٹے کے لئے یہ اور بھی سخت ثابت ہوا۔ ''زارویچ'' (زارزادہ) کا نام بدلکر ''شہری'' رکھا گیا اور ''نکولائی ثانی'' کو ''رفیق'' کا نام دیا گیا۔ رفیق! سابق زار جو اب جلاوطنی کی حالت میں توبولسک میں رہتا تھا یہ بخوبی جانتا تھا کہ ایک بہت ہی معمولی کوئلہ کھودنے والا بھی اب ''رفیق'' کہلاتا ہے۔

اب یہ نئے نام ملاحوں کی ٹوپیوں کے بانکے فیتوں پر سنہرے حروف میں نظر آتے تھے اور ملاح ہر جگہ آزادی، رفاقت اور ریپبلک کے پیامبروں کی حیثیت سے جاتے تھے۔

جہازوں کے نام بدلنا بہت آسان کام تھا۔ لیکن یہ تبدیلیاں سطحی نہ تھیں بلکہ حقیقی تبدیلیوں کی علامت تھیں۔ وہ خارجی اور بصری



زار الکساندر سوم کا مجسمہ اکھاڑا جا رہا ہے

علامتیں تھیں ایک اندرونی اور روحانی واقعہ کی — یعنی ایک بڑے بیڑے کو جمہوری بنانے کی۔

جہازی بیڑے پر ملاحوں کا کنٹرول

ستمبر میں مجھے پہلی بار ملاحوں سے معمولی حالت میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہیلسنگفورس* میں بالٹک کا بیڑہ پیٹروگراد کا آبی راستہ روکے کھڑا تھا۔ گودی میں سابق زار کا بجرا "قطبی ستارہ" لنگرانداز تھا۔ ہمارے گائڈ نے جو ایک بوڑھا سابق افسر تھا اس لکڑی کی زرد پٹی کی طرف اشارہ کیا جو اس جہاز کے گرد لگی ہوئی تھی۔

"یہ ماہوگنی کی بہترین لکڑی کی ہے"، اس نے ہم سے سرگوشی میں کہا۔ "اس پر ۲۰ هزار روبل لگے تھے۔ لیکن یہ کمبخت بالشویک بڑے کاهل هیں اور اس پر پالش نہیں کرتے۔ اسی لئے انہوں نے اس کو زرد رنگ دیا ہے۔ میرے زمانے میں ملاح واقعی ملاح ہوتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا کام رگڑ کر صاف کرنا اور پالش کرنا ہے اور وہ اپنا کام کرتا تھا، اگر نہیں کرتا تھا تو ہم اس کو ٹھونک دیتے تھے۔ لیکن اب تو ان میں شیطان گھس آیا ہے۔ ذرا سوچئے تو! اسی بجرے پر جو خود زار کی ملکیت تھا اب معمولی جہازراں بیٹھے هیں اور جہازوں، جہازی بیڑے اور ملک کے انتظام کے قوانین بنا رہے هیں۔ اور اسی پر بس نہیں کرتے۔ وہ تو پوری دنیا کا انتظام کرنے کی باتیں کرتے هیں۔ وہ اس کو بین اقوامیت اور جمہوریت کہتے هیں لیکن میں اس کو حد درجے کی غداری اور پاگل پن کہتا ہوں۔"

مختصر طور پر یہی فرق تھا حکومت کے پرانے اور نئے نظاموں کے درمیان۔ پرانے نظام میں ضابطہ اور کنٹرول اوپر سے مسلط کئے جاتے تھے اور نئے نظام میں یہ لوگوں میں سے پیدا ہوتے تھے۔ پرانا

---

* ہیلسنگفورس جس کا نام آجکل ہیلسینکی ہے فن لینڈ کا دارالحکومت ہے۔ فن لینڈ زارشاہی کے ماتحت تھا جس کو روس میں سوویت اقتدار کی فتح کے بعد خودمختاری نصیب ہوئی۔



زارشاهی کا زوال

بیڑہ افسروں کا تھا اور نیا ملاحوں کا۔ تبدیلی کے دوران نئی اقدار پیدا ہوئی تھیں۔ اب ملاحوں کی عقل پر جمہوریت اور بین اقوامیت کی پالش، پیتل اور ماھوگنی پر پالش کے مقابلے میں کہیں زیادہ اھم تھی۔

نئے بیڑے کے مزاج کی دوسری نشانی ھمیں اس وقت ملی جب ھم ''قطبی ستارہ،، کی سیڑھیوں پر چڑھے جہاں راسپوتین اپنے ساتھیوں کے ساتھ مزے اڑا چکا تھا۔ یہاں امریکی خاتون نامہ نگار بیسی بیٹی کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ بتایا گیا کہ جہازوں پر عورتوں کی موجودگی کی ممانعت ھے — یہ ملاحوں کی سوویت کا نیا قاعدہ تھا۔ کپتان بہت بااخلاق تھا اور سنہری پٹیوں سے لدا تھا لیکن بہت ھی لاچار نظر آرھا تھا۔

''میں کچھ نہیں کر سکتا،، اس نے بےچارگی سے کہا۔ ''سب کچھ کمیٹی کے ھاتھ میں ھے۔،،

''لیکن یہ تو دس ھزار ویرسٹ کا فاصلہ طے کرکے بیڑے کو دیکھنے آئی ھیں۔،،

''بہت خوب، لیکن ھم تو کمیٹی کی ھی بات مانیں گے۔،،

اتنے میں ھرکارہ کمیٹی کا خاص اجازت نامہ لیکر واپس آیا اور ھم آگے بڑھے۔ ھر جگہ عملے کے جہازراں ھماری پارٹی میں ایک عورت

کی موجودگی کے بارے میں سوال کرتے لیکن کپتان کے یہ بتانے پر کہ یہ ''کمیٹی کے خاص اجازت نامے سے،، ہے وہ اخلاق کے ساتھ مان جاتے۔

بحر بالٹک کی مرکزی کمیٹی یا عام طور پر سنٹروبالٹ کہلانے والی کمیٹی بڑی سجی ہوئی کیبن میں اجلاس کر رہی تھی۔ یہ ملاحوں کی سوویت تھی۔ ہر ایک ہزار جہاز رانوں پر کمیٹی میں ایک نمائندہ تھا جو ۶۵ ممبروں پر مشتمل تھی جن میں سے ۴۰ بالشویک تھے۔ اس کے چار عام شعبے تھے — انتظامی، سیاسی، جنگی اور بحری جو بیڑے کے سارے معاملات کو نبٹاتے تھے۔ کپتان کے پاس ایک سابق شہزادے کا رہائشی حصہ تھا لیکن اس بڑی کیبن میں وہ نہیں جا سکتا تھا۔ خوش قسمتی سے میرے کاغذات نے کمیٹی کے لئے جادو کا کام کیا اور کیبن کے دروازے میرے لئے کھل گئے۔

تاریخ کا کیسا مذاق ہے! چند مہینے پہلے یہاں ان کرسیوں پر عہدوسطی کا ایک مطلق العنان اور اس کی درباری خواتین اور مصاحب عیش کر رہے تھے۔ اب بڑے قدوالے سنولائے ہوئے جہاز راں ان پر بیٹھے تھے اور سوشلسٹ انقلاب کے مسائل حل کر رہے تھے۔ کیبن کو کام کاج کے لئے صاف کردیا گیا تھا۔ پیانو اور بہت سے سجاوٹی سامان کو میوزیم بھیجدیا گیا تھا۔ میزوں اور صوفوں کو موٹی کرمچ سے ڈھک دیا گیا تھا۔ بڑا شاندار ہال اب ورکشاپ بن گیا تھا۔ یہاں وہ معمولی جہازراں کام کر رہے تھے جو اچانک قانون‌ساز، ڈائرکٹر اور کلرک بن گئے تھے۔ وہ اپنے نئے رول میں کچھ بھدے سے لگتے تھے لیکن وہ بڑے خلوص کے ساتھ اس کو ۱۶ گھنٹے روزانہ ادا کرنے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے خواب دیکھنے والے تھے جن کو ایک خیال نے گرویدہ کرلیا تھا جس کا زور اور وسعت مندرجہ ذیل اپیل سے ظاہر ہوتی ہے:

''امریکی سوشل ڈیموکریسی کے نمائندے البرٹ ولیمس کے نام، ان کی تہنیت کے جواب میں

روسی جمہوریت بالٹک بیڑے کے نمائندوں کے ذریعہ تمام ملکوں کے پرولتاریہ کو پرخلوص تہنیت اور دلی شکریہ بھیجتی ہے اس تہنیت کے جواب میں جو امریکہ سے ہمارے بھائیوں نے بھیجی ہے۔

کامریڈ ولیمس وہ پہلے پیغامبر ہیں جو بحربالٹک کی سرد لہروں پر سے اڑ کر ہمارے یہاں آئے ہیں جو پچھلے تین سال سے ایک ہی خاندان یعنی انٹرنیشنل کے فرزندوں کے خون سے رنگین ہیں۔

روسی پرولتاریہ اپنی آخری سانس تک اس بات کی کوشش کرےگی کہ وہ ہر ایک کو انٹرنیشنل کے سرخ جھنڈے تلے متحد کرے۔ انقلاب شروع کرتے وقت ہمارے سامنے صرف سیاسی انقلاب نہیں تھا۔ آزادی کے سارے مجاہدین کا فریضہ سماجی انقلاب کرنا ہے۔ اس کےلئے انقلاب کا ہراول دستہ یعنی روسی بحری بیڑے کے جہازراں اور مزدور آخر تک لڑینگے۔

ہمیں یقین ہے کہ روسی انقلاب کا شعلہ دنیا بھر میں پھیل جائیگا اور تمام ملکوں کے مزدوروں کے دلوں میں ایک آگ روشن کردیگا اور ہمیں ایک جلدازجلد حاصل ہونےوالے عام امن کی جدوجہد میں حمایت ملےگی۔

بالٹک کا آزاد بیڑہ بےچینی سے اس بات کا منتظر ہے کہ وہ کب امریکہ جاکر یہ بتا سکے کہ روس نے زارشاہی کے جوے تلے رہ کر کتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں اور اب قوموں کی آزادی کی جدوجہد کا جھنڈا بلند ہونے پر اس کے احساسات کیا ہیں۔

امریکی سوشل ڈیموکریسی زندہباد!

تمام ملکوں کا پرولتاریہ زندہباد!

انٹرنیشنل زندہ باد!

امنِ عامہ زندہباد!

بالٹک بیڑے کی مرکزی کمیٹی (چوتھا اجلاس)،،

اسی میز پر جہاں اس خلوص اور اخلاق سے انھوں نے مجھے خطاب کیا تھا، جہازرانوں نے اپنے تلخ قلم سے ایک اور تحریر اپنے کمانڈر انچیف کیرینسکی کو لکھی۔ وہ کورنیلوف کے جھمیلے میں اپنے رویے کی وضاحت نہیں کر سکا تھا اور اس نے جہازرانوں کا ذکر توہین‌آمیز انداز میں کیا تھا۔ جہازرانوں نے بھی کیرینسکی کو جواب اسی لہجے میں دیا تھا:

"ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ سیاسی مہم‌باز "سوشلسٹ،، کیرینسکی

کو فوراً حکومت سے ہٹایا جائے جو عظیم انقلاب کو بورژوازی کی طرف سے اپنی شرمناک دھمکیوں کے ذریعہ برباد کررہا ہے۔

تم پر، کیرینسکی جو انقلاب کے غدار ہو، ہم لعنت بھیجتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ساتھی ریگا کی خلیج میں ڈوب رہے ہیں اور جبکہ ہم سب، ایک واحد ہستی کی طرح، اپنی زندگیاں آزادی کے لئے قربان کرنے کے لئے، سمندر پر کھلی لڑائی لڑنے یا مورچوں پر لڑنے کے لئے تیار ہیں تم بیڑے کی طاقتوں کو تباہ کرنے کی کوشش کررہے ہو۔ تم پر ہم لعنت بھیجتے ہیں ...''

بہرحال، اس دن جہازراں بہت خوش تھے۔ وہ خوش تھے کیونکہ انھوں نے ریگا کے محاذ پر اپنے رفیق سپاہیوں کے لئے ایک بڑی رقم جمع کرلی تھی اور اب وہ اپنے پہلے غیرملکی رفیق کے میزبان تھے۔ کمیٹی کا سکریٹری مجھکو اپنی موٹر کشتی پر جنگی جہاز ''دی رپبلک،، تک لے گیا۔ جہاز کا پورا عملہ عرشے پر کھڑا ہم لوگوں کو سمندر میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر خیرمقدمی تالیاں بجا رہا تھا۔ سرکاری استقبال کے بعد تقریر کے لئے زوردار مطالبہ ہوا۔ اس وقت میں بہت کم روسی جانتا تھا اور میرا مترجم بہت کم انگریزی جانتا تھا۔ مجھے چلتے ہوئے انقلابی جملوں کا سہارا لینا پڑا۔ لیکن نئے جنگی نعروں کا اعادہ ہی سوشلزم کے ان نئے پیروؤں کے لئے دلکشی کا باعث تھا۔ میرے غیرملکی لہجے میں ان نعروں کی گونج نے تالیوں کی ایسی گرج پیدا کردی جو جہاز کے توپخانے کی کسی باڑ سے مشابہہ تھی۔

اسی سمندر میں قیصر اور زار کے درمیان تاریخی ملاقات ہوئی تھی اور اس وقت تالیوں کی گونج یقیناً اتنی بے تصنع نہ رہی ہوگی جیسی اب جبکہ ایک امریکی انٹرنیشنلسٹ کی حیثیت سے میں نے فن لینڈ کے ساحل پر لنگرانداز اس جنگی جہاز کے پل پر روسی انٹرنیشنلسٹ آویریچکین سے ہاتھ ملایا۔

جہاز کے کھانے، ایک کلب اور کالج

عرشے پر ہماری دعوت ہوئی اور اس کے بعد ہم لوگ جہاز کی کمیٹی کے دفتر پہنچے جہاں مجھسے امریکی بحری بیڑے کے بارے

میں لاتعداد سوالات کئے گئے جن میں ایسے سوالوں سے لیکر کہ " کیا امریکی بحری بیڑے کے افسر صرف اونچے طبقوں کے نقطۂ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں ؟ "، یہ سوال تک تھے کہ " کیا امریکی جنگی جہاز اتنے ہی صاف رکھے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارا جہاز ہے ؟ "، ہم جب باتیں کررہے تھے تو میرے لئے بھنا ہوا گوشت اور انڈے آئے جبکہ کمیٹی کے ہر ممبر کو آلوؤں کی ایک ایک بڑی پلیٹ دی گئی۔ میں نے کھانے کے اس فرق کے بارے میں کہا تو مجھے بتایا گیا :

" آپ کا کھانا افسروں کا ہے اور ہمارا ملاحوں کا۔ "

" تب آپ نے انقلاب کیوں کیا ؟ "، میں نے مزاحیہ انداز میں پوچھا۔

انھوں نے ہنس کر کہا " انقلاب نے ہم کو وہ دیا جو ہم سب سے زیادہ چاہتے تھے یعنی آزادی۔ اب ہم اپنے جہازوں کے مالک ہیں۔ ہم اپنی جانوں کے بھی مالک ہیں۔ ہماری اپنی عدالتیں ہیں۔ جب ہم ڈیوٹی پر نہیں ہوتے تو ہم خشکی پر جانے کی چھٹی پا سکتے ہیں اور عام شہریوں کے کپڑے پہننے کا حق رکھتے ہیں۔ ہم انقلاب سے فوراً ہر چیز نہیں مانگتے۔ "

بہرحال، پوری دنیا میں مزدوروں کی تحریک کا مقصد، زندگی کی محض ابتدائی ضروریات حاصل کرنا نہیں بلکہ ان کے ذہنی تقاضوں کی بڑی حد تک تکمیل ہے۔ ایک رات ہیلسنگفورس میں گزرتے ہوئے ہم نے سڑکوں پر ملاحوں کے وہ غول نہیں دیکھے جو عام طور پر نظر آتے تھے۔ اچانک ہم ایک عمارت کے سامنے رک گئے جو اپنی شکل اور وسعت کے لحاظ سے کسی بڑے جدید ہوٹل کی طرح تھی۔ ہم اس میں داخل ہوئے اور موسیقی سنکر کھانے کے ہال کی طرف بڑھے۔ یہاں ایک کمرے میں جو پام کے پیڑوں سے سجا تھا اور آئینوں اور چاندی کی سجاوٹ سے جگمگا رہا تھا کھانا کھانے والے بیٹھے شوپین اور چائیکوفسکی کی موسیقی سن رہے تھے جس کے بیچ بیچ میں کوئی امریکی نغمۂ رقص بھی ہوجاتا تھا۔ یہ ایک اول درجے کا بڑا ہوٹل تھا لیکن یہاں بینکروں، سٹہ بازوں، سیاست دانوں، مہم بازوں اور آراستہ پیراستہ خواتین جیسے حسب معمول مہمانوں کے بجائے روسی ریپبلک کے جنگی بیڑے کے سنولائے ہوئے جہازرانوں کا مجمع تھا جنھوں نے ساری

عمارت پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اب اس کے پردے لگے ہوئے ہالوں میں ہنستے، مذاق اور بحث‌مباحثہ کرتے ہوئے نیلی وردی‌والے جہازرانوں کی ایک لہر سی ادھر ادھر پھیلی ہوئی تھی۔

باہر بڑے بڑے حروف میں ایک سائن بورڈ پر لکھا تھا "جہازرانوں کا کلب"، اور مقصد کے طور پر لکھا گیا تھا "دنیا کے تمام جہازرانو، خوش‌آمدید!"۔ یہ کلب دس ہزار چندہ دینے‌والے ممبروں سے شروع ہوا تھا جن میں سے ۹۰ فیصدی پڑھے لکھے تھے۔ کلب کو اپنے مطالعہ کے کمرے پر فخر تھا جہاں خوب مجمع رہتا تھا اور وہ کتب‌خانے اور ایک باتصویر ہفتے‌وار رسالے "موریاک" (ملاح) کا قلب تھا۔

انہوں نے ایک "یونیورسٹی" بھی قائم کی تھی جس میں انتہائی ابتدائی کورسوں سے لیکر بہت ہی اعلی درجے کے کورس تک تھے۔ نصاب کی کمیٹی میں غلطی سے میں نے اس کے صدر سے پوچھ لیا کہ انہوں نے کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔

"کوئی یونیورسٹی، کوئی اسکول نہیں"، اس نے افسوس کے ساتھ جواب دیا۔ "میں جاہل لوگوں میں سے ہوں لیکن انقلابی ہوں۔ ہم نے زار کا خاتمہ کردیا لیکن جہالت تو اس سے بری دشمن ہے۔ ہمیں اسے بھی ختم کرنا چاہئے۔ یہی جمہوری بیڑا حاصل کرنے کا واحد طریقہ ہے۔ اب ہماری مشینری تو جمہوری ہے لیکن ہمارے زیادہ‌تر افسر جمہوری جذبہ نہیں رکھتے۔ ہمیں معمولی ملاحوں میں سے اپنے افسر تربیت کرنے ہیں۔"، اپنی کورسوں کےلئے صدر نے یونیورسٹیوں کے پروفیسروں، سائنسی سوسائٹیوں کے لوگوں اور کچھ افسروں کو نامزد کر رکھا تھا۔

یہ سب نیا ضابطہ اور آرام بیڑے پر کیا اثر ڈال رہے تھے؟ اس میں اختلاف رائے تھا۔ بہت سے افسروں کا کہنا تھا کہ پرانے ضابطے کو ختم کرنے میں ٹکنیکی کارکردگی کم ہو گئی ہے۔ دوسروں کا کہنا تھا کہ بیڑا جنگ اور انقلاب کی جن آزمائشوں سے گزرا ہے ان کو دیکھتے ہوئے وہ اچھی حالت میں تھا۔ جہاں تک اس کے استقلال اور ہمت کا سوال تھا تو وہ جزیرۂ مونسوند کی لڑائی کا حوالہ دیتے تھے۔ جرمنوں کے مقابلے میں کم تعداد ہونے اور رفتار اور توپخانے کی مار میں کمزور ہونے کے باوجود انقلابی جہازراں دشمن سے بہادری کے

ساتھ لڑے تھے۔ سب یہ تسلیم کرتے تھے کہ ان میں لڑنے کی لاجواب ہمت تھی۔

اپنے بیڑے کےلئے جہازرانوں کے جوش‌ولولے میں کوئی شک نہیں تھا۔ ان کو ایک اجتماعی ملکیت کا احساس تھا۔ جب موٹر کشتی مجھے ''دی‌رپبلک،، سے لیکر چلی تو آویریچکین نے خلیج میں موجود تمام جہازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''یہ ھے ہمارا بیڑہ، ہمارا بیڑہ! ہم اس کو دنیا کا بہترین بیڑہ بنائیں‌گے۔ یہ ہمیشہ انصاف کےلئے لڑیگا!،، پھر اس طرح جیسے وہ اس بھورے کہر کے پار جو پانی کے اوپر معلق تھا اور عالمی جنگ کے سرخ کہر کے پار دیکھ رہا ھو اس نے یہ اضافہ کیا '' یہاں تک کہ ہم سماجی انقلاب کرلیں اور ساری لڑائیاں ختم کردیں۔،،

یہ سماجی انقلاب روس کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا اور بیڑے کے یہ لوگ جلد ھی اس کے بھنور میں آنےوالے تھے۔

دوسرا حصہ

انقلاب اور بعد کے دن

سفید اور سرخ لوگوں کے درمیان

چھٹا باب

”سارا اقتدار سوویتوں کو!“

بھوکے اور افسردہ روس پر ایک اور موسم سرما چھاپہ مارنے والا ہے۔ اکتوبر کی آخری پتیاں پیڑوں سے جھڑ رہی ہیں اور ان کے ساتھ حکومت میں آخری اعتبار بھی ختم ہورہا ہے۔

ہر جگہ سٹہ‌بازی کا اندھادھند بازار گرم ہے۔ غذا کی ٹرینیں لوٹی جا رہی ہیں۔ چھاپےخانے ڈھیروں کاغذی نوٹ چھاپ رہے ہیں۔ اخباروں کے کالم لوٹ‌مار، قتل اور خودکشی کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ رات کی زندگی اور جوے خانوں کی چہل پہل زوروں پر ہے اور بہت بڑی بڑی رقموں کی جیت ہار ہورہی ہے۔

رجعت‌پرستی علانیہ اور خودپرستانہ انداز میں سامنے آرہی ہے۔ کورنیلوف پر زبردست غداری کے لئے مقدمہ چلانے کے بجائے بورژوازی اس

کو عظیم محب‌وطن کی حیثیت سے آسمان پر جگه دے رهی هے - لیکن بورژوازی کےلئے حب‌الوطنی بکواس اور واهیات هے - وه دعائیں کررهے هیں که جرمن آجائیں اور پیٹروگراد کو کاٹ کر رکھ‌دیں جو انقلاب کا سر هے -

دوما* کا سابق صدر رودزیانکو بےشرمی سے لکھتا هے ”جرمنوں کو شهر لےلینے دو - چاهے وه بیڑے کو تباه کردیں لیکن وه سوویتوں کا گلا تو گھونٹ دینگے“ - بڑی بڑی بیمه کمپنیاں جرمنوں کے قبضے کے بعد اپنی شرح سود میں ایک تهائی کی کمی کا اعلان کرتی هیں - بورژوازی کهتی هے ”جاڑا همیشه سے روس کا بهترین دوست رها هے - ممکن هے که همیں اس لعنتی انقلاب سے نجات دلائے -“

یاس و ناامیدی بغاوت کے لئے اکساتی هیں

شمال سے چھاپه مارتے هوئے جاڑے کا باحیثیت لوگوں نے خیرمقدم کیا لیکن وه مصیبت‌زده عوام کےلئے خوف و دهشت لایا - جتنا جتنا پاره صفر کی طرف گرتا جاتا هے غذا اور ایندهن کی قیمتیں اتنی هی اوپر چڑھتی جاتی هیں - روٹی کا راشن گھٹتا جارها هے - سردی سے کانپتی هوئی عورتوں کی قطاریں‌جو ساری رات برف جیسی ٹھنڈی سڑکوں پر کھڑی رهتی هیں لمبی هوتی جا رهی هیں - لاک آؤٹ اور هڑتالوں کی وجه سے بیکار لوگوں کی تعداد میں لاکھوں کا اضافه هوا هے - عوام کے دلوں میں جو غم‌وغصه بھرا هوا هے وه ایسی تقریروں میں ابل پڑتا هے جیسی که ویبورگ کے ایک مزدور کی نیچے دی هوئی تقریر هے :

”صبر ، صبر ، وه همیشه هم کو یهی مشوره دیتے هیں - لیکن انهوں نے هم کو صابر بنانے کےلئے کیا کیا هے ؟ کیا کیرینسکی نے

* ریاستی دوما (۱۹۰۶ — ۱۷ء) — محدود اختیارات‌والا نمائنده قانون‌ساز اداره جس کو مطلق‌العنان حکومت نے ۱۹۰۵ — ۱۹۰۷ء کی انقلابی تحریک کے دباؤ سے شروع کیا - حقیقت میں ریاستی دوما ایک ایسا اداره تھا جس نے مطلق‌العنان حکومت کو بورژوازی کی حمایت کی ضمانت دی اور اس حکومت کو پورا سیاسی اقتدار قائم رکھنے میں مدد دی -

ہم کو زار سے زیادہ کھانے کو دے دیا ہے ؟ بس ، الفاظ اور وعدوں کی بھرمار ہے لیکن کھانے میں اضافہ نہیں ہے ! تمام رات ہم جوتوں ، روٹی اور گوشت کے لئے قطاروں میں کھڑے رہتے ہیں اور بیوقوفوں کی طرح اپنے پرچموں پر لکھتے ہیں " آزادی "۔ ہمیں جو کچھ آزادی ہے وہ وہی پرانی آزادی ہے ، غلاموں کی طرح کام کرنے اور بھوکوں مرنے کی۔ "

یاس و ناامیدی نے جو مزاجی کیفیت عوام میں پیدا کردی ہے اس کے تحت اب وہ عمل کر رہے ہیں — اندھادھند ، تشددآمیز اور بت‌شکن ہو کر لیکن عمل کر رہے ہیں۔

شہروں میں باغی مزدور مل مالکوں کو ان کے دفتروں سے بھگا رہے ہیں۔ منیجر ایسے ہنگاموں کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو ہتھگاڑیوں میں لاد کر کارخانے سے نکال باہر کیا جاتا ہے۔ مشینری کو بیکار اور خام سامان کو خراب کردیا جاتا ہے اور صنعت کو روک دیا جاتا ہے۔

فوج میں ہزارہا سپاہی اپنی بندوقیں پھینک کر محاذ سے فرار ہورہے ہیں۔ حکومت کے نمائندے ان سے رکنے کی بے‌تحاشا اپیلیں کرتے ہیں لیکن ان کا نتیجہ یہی ہوتا ہے جیسے آپ کسی گرتی ہوئی دیوار سے اپیل کریں۔ سپاہی کہتے ہیں " اگر یکم نومبر تک صلح کے لئے کوئی فیصلہ کن قدم نہ اٹھائے گئے تو ساری خندقیں خالی ہوجائیں گی۔ پوری فوج عقب کی طرف چلی جائے گی۔ " بحری بیڑے میں تو کھلم کھلا حکم عدولی کی جاتی ہے۔

دیہاتوں میں کسان جاگیرداروں کی جائدادوں پر قبضہ کر رہے ہیں۔ میں نے نواب نولدے سے پوچھا " آپ کی جاگیر میں کسان کیا چاہتے ہیں ؟ "

" میری جاگیر " انھوں نے جواب دیا۔

" وہ ان کو کیسے مل سکتی ہے ؟ "

" ان کو مل بھی گئی۔ "

بعض جگہوں پر ایسے قبضے کے ساتھ ساتھ اندھادھند لوٹ‌مار بھی ہوتی ہے۔ تامبوف کے اطراف میں سوکھی گھاس کے ڈھیروں اور جاگیرداروں کی کوٹھیوں کے جلنے سے آسمان شعلوں سے سرخ ہوگیا

ہے - جاگیردار اپنی جان بچاکر بھاگ رہے ہیں - غصے سے بھرے کسان ان مقرروں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کرتے ہیں - جو فوجی سپاہی ان ہنگاموں کو فرو کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں وہ کسانوں کی حمایت کرنے لگتے ہیں -

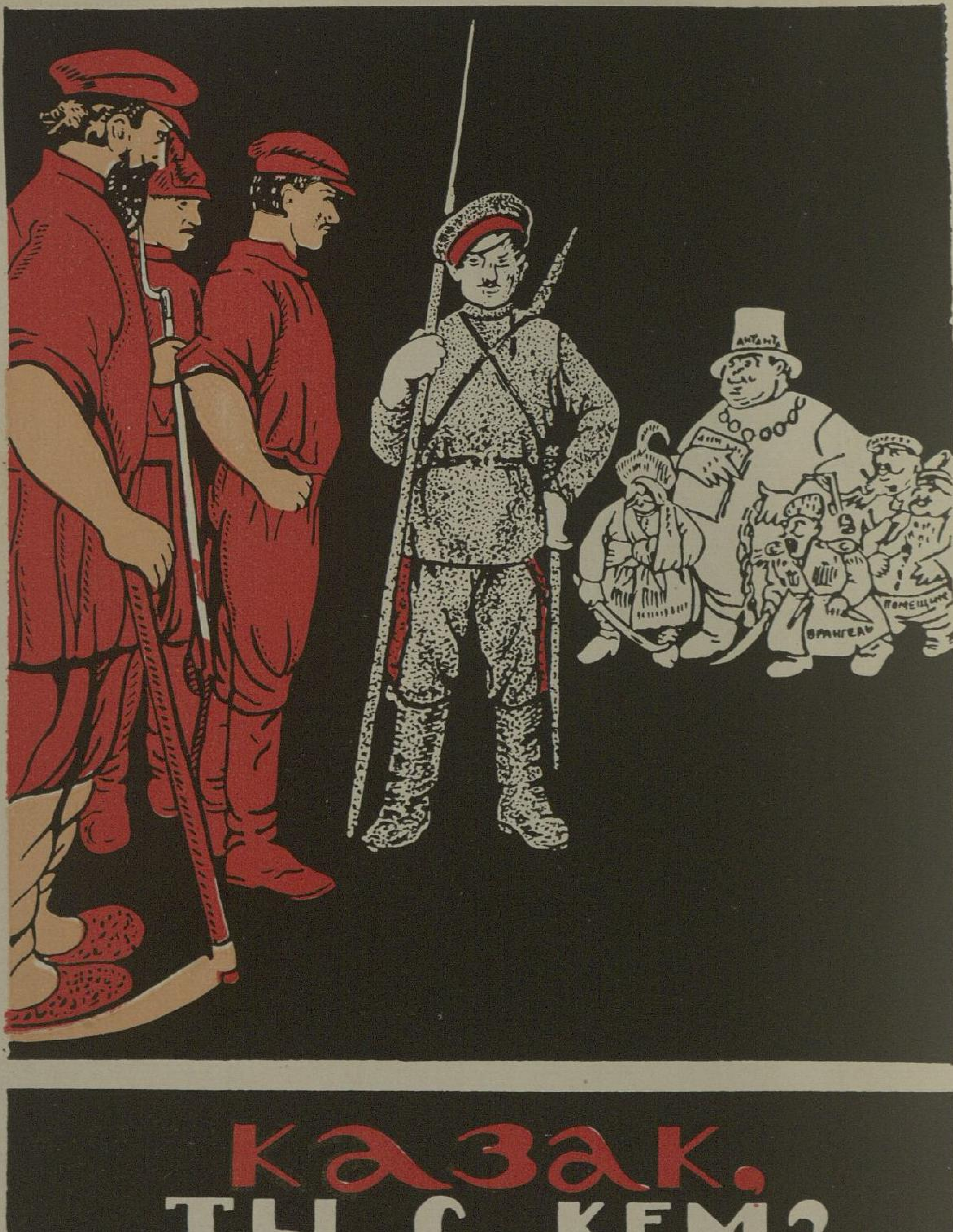
روس پوری طرح سے ایک گہرے غار کی طرف جارہا ہے -

اس غربت اور بربادی کے منظر میں صدرمقام پر وہ مٹھی بھر باتونی لوگ ہیں جن کو عارضی حکومت کہا جاتا ہے - یہ تقریباً مردہ ہو چکی ہے لیکن اتحادیوں کی دھمکیوں اور وعدوں کے انجکشنوں کی وجہ سے ہی اس میں سانس باقی ہے - ایسے فریضوں کے پیش نظر جن کے لئے کسی دیو کی طاقت کی ضرورت ہے یہ ایک بچے کی طرح کمزور ہے - لوگوں کے سارے مطالبات کا جواب اس کے پاس صرف ایک ہی ہے "انتظار کرو" - پہلے یہ جواب "جنگ کے خاتمے تک انتظار کرو" ہوتا تھا اور اب "آئین‌ساز اسمبلی کے انعقاد تک انتظار کرو" ہے -

لیکن عوام اب انتظار نہیں کریں گے - حکومت میں ان کو ذرہ برابر بھی اعتبار نہیں رہا ہے - ان کو اب اپنے اوپر بھروسہ ہے، یہ بھروسہ کہ صرف وہی خود روس کو بربادی اور تاریکی سے بچا سکتے ہیں، انھیں صرف اپنے بنائے ہوئے اداروں پر بھروسہ ہے - اب وہ اس اختیار کی طرف دیکھ رہے ہیں جو خود ان کے درمیان بنی ہے - وہ سوویتوں کی طرف دیکھ رہے ہیں -

"سوویتوں کو حکومت بننے دو!"

گرمیوں اور خزاں میں سوویتوں میں برابر اضافہ ہوا ہے - انھوں نے ہر جگہ کی خاص انقلابی قوتوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے - انھوں نے عوام کی تربیت کے لئے اسکول کا کام کیا ہے اور عوام کو اپنے میں اعتبار دیا ہے - مقامی سوویتوں کا جال ایک وسیع اور مضبوط تنظیم میں متحد ہوگیا ہے - یہ ایک نیا ڈھانچہ ہے جو پرانے ڈھانچے کے خول میں پیدا ہوگیا ہے - پرانی مشینری پاش پاش ہوتی جا رہی ہے، اور نئی اس کے کام سنبھال رہی ہے - سوویتیں بہت سی صورتوں میں



پوسٹر جسمیں سوال کیا گیا ہے : ,, کزاک ، تم کس طرف ہو ؟
ہماری طرف یا ان کے ساتھ ؟ ،،

حکومت کی حیثیت سے کام کرنے لگی ھیں - صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت کی حیثیت سے ان کا اعلان کردیا جائے - تب تو سوویتیں اپنے نام سے بھی وھی ھوجائیں‌گی جو وہ اب تک حقیقت میں تھیں -

اب گہرائیوں سے ایک زبردست پکار بلند ھوئی ''سارا اقتدار سوویتوں کو ،، - جولائی میں دارالحکومت نے جو مطالبہ کیا تھا وہ پورے ملک کا مطالبہ بن گیا - وہ طوفانی آگ کی طرح سارے ملک میں پھیل گیا - بالٹک بحری بیڑے کے جہاز رانوں نے اس کو اپنے بحراسود ، بحرابیض اور بحرزرد کے رفیقوں تک پہنچا دیا اور ان سے اس کی بازگشت ھوئی - گاؤں ، فیکٹریاں ، بارکیں اور جنگی محاذ سبھی اس پکار میں شامل ھوگئے جو ھر گھنٹے زیادہ زوردار اور پراستقلال ھوتی گئی -

پیٹروگراد کے کورس کی گرج ۵ نومبر کو اتوار کے دن ساٹھ بڑے بڑے عوامی جلسوں میں ھوئی - تروتسکی نے میرے پیام تہنیت کےلئے بالٹک بیڑے کا جواب پڑھا تھا اور اس نے مجھسے پیوپلس ھاؤس میں تقریر کرنے کےلئے کہا - یہاں انسانی ھستیوں کی بڑی بڑی لہریں دروازوں سے ٹکراکر ، اندر داخل ھو رھی تھیں اور مختلف گزرگاھوں میں پھیل رھی تھیں - وہ ھالوں میں جا رھی تھیں اور ان کو لبریز کر رھی تھیں اور سیکڑوں لوگوں کو بالکونیوں میں دھکیل رھی تھیں جو وھاں ھاروں کی طرح لٹکے ھوئے تھے - مجمع کے بپھرتے ھوئے سیلاب سے ایک زبردست‌آوازبلند ھوتی اور گرتی تھی اور کسی لہر کی طرح ساحل پر گرجتی ھوئی آکر ٹوٹ‌جاتی تھی - ھزارھا گلوں سے ایک ساتھ یہ گرجدار آواز بلند ھو رھی تھی : ''عارضی حکومت مردہ باد ! ،، ، ''سارا اقتدار سوویتوں کو ! ،، ھزارھا ھاتھ سوویتوں کےلئے لڑنے مرنے کا عہد کرتے ھوئے اٹھ گئے -

غریبوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ھو چکا تھا - اب شطرنج کے پیادے اور توپوں کا چارہ بننےوالے لوگ بغاوت کررہے تھے ! اب جاھل عوام جو مدتوں سے مجہول تھے آخرکار اٹھ کھڑے ھوئے تھے - سیاست‌دانوں کے لفظی کرتبوں کا رعب یا جادو ان پر کارگر نہیں ھورھا تھا ، وہ ان کی دھمکیوں کو حقارت سے دیکھتے تھے ، ان کے وعدوں پر ھنستے تھے ، خود بڑھکر کام کرتے تھے اور اپنے ''لیڈروں ،،

سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ انقلاب میں آگے بڑھیں یا استعفا دے دیں۔ پہلی بار غلاموں اور استحصال کے شکار لوگوں نے باشعور طور پر اپنی نجات کے وقت کا انتخاب کرکے بغاوت کےلئے ووٹ دیا اور دنیا کے چھٹے حصے کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ ایسے لوگوں کےلئے یہ بڑی ہمت کا اقدام تھا جنھوں نے امور ریاست میں کوئی تربیت نہیں پائی تھی۔ کیا وہ ان فریضوں کی تکمیل کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ کیا وہ ان تمام رجحانات پر قابو حاصل کر سکتے ہیں جو شہر میں پھیل رہے ہیں؟ بہرحال یہ عوام خود اپنے اوپر مکمل کنٹرول کا مظاہرہ کرر ہے ہیں۔ زبردست جوش پیدا کرنےوالے جلسوں سے وہ بہت ٹھکانے سے لوٹتے ہیں۔

بےچاری خوفزدہ بورژوازی کی ڈھارس بندھتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ کوئی گھر لٹا نہیں، کوئی دوکان ٹوٹی نہیں اور کوئی سفیدپوش سڑک پر قتل نہیں کیا گیا۔ اس لئے ان کے خیال میں سب کچھ ٹھیک ہے، کوئی بغاوت نہ ہوگی۔ اس ضبط کے حقیقی نتیجے کو وہ بالکل نظرانداز کرجاتے ہیں۔ لوگ فوری ہنگاموں سے پرہیز کرتے ہیں کیونکہ ان کو اپنی قوتوں کو بہترین طور پر استعمال کرنا ہے۔ ان کو انقلاب کرنا ہے، محض کوئی ہنگامہ نہیں اور انقلاب کےلئے نظم، منصوبے اور محنت کی ضرورت ہے، بہت سخت اور شدید محنت کی۔

عوام اپنے انقلاب کو چلاتے ہیں

یہ باغی عوام گھر چلے جاتے ہیں تاکہ کمیٹیاں منظم کرسکیں، فہرستیں بنا سکیں، ریڈکراس کے دستے تیار کرسکیں اور رائفلیں جمع کرسکیں۔ اب وہ انقلاب دشمن طاقتوں کےلئے تیار ہو رہے ہیں جو ان کےخلاف اکٹھا ہورہی ہیں۔ اسمولنی میں فوجی انقلابی کمیٹی اجلاس کر رہی ہے جس سے عوام احکامات لیتے ہیں۔ ایک اور کمیٹی بھی ہے۔ یہ لاکھوں لوگوں کی کمیٹی ہے یعنی خود عوام۔ کوئی ایسی گلی، سڑکوں کا کوئی ایسا مورچہ، بارک اور عمارت نہیں ہے جہاں اس کمیٹی کا دخل نہ ہو۔ یہ تو صدسیاہ کی کونسلوں، کیرینسکی

کی حکومت اور دانشوروں میں گھس گئی ہے - قلیوں، ویٹروں، گاڑیبانوں، کنڈکٹروں، سپاهیوں اور جہازرانوں کو اپنی لپیٹ میں لیکر اس نے سارے شہر کو ایک جال میں گھیرلیا ہے - یہ لوگ سب کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں اور صدرمقام کو ساری خبریں دیتے ہیں - اس طرح پہلے سے آگاہ ہوکر عوام اپنے دشمنوں کی ساری چالوں کو خاک میں ملا سکتے ہیں - انقلاب کا گلا گھونٹنے یا اس سے کترانے کی ہر کوشش کو وہ فوراً مفلوج کردیتے ہیں -

لیڈروں پر سخت حملہ کرکے اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان پر عوام کو اعتماد نہ رہے - کیرینسکی عدالت میں چیختا ہے "لینن، سرکاری مجرم ہے - وہ لوگوں کو لوٹ مار اور انتہائی دهشتناک قتل عام کےلئے مشتعل کرتا ہے جو آزاد روس کے نام کو ہمیشہ ہمیشہ کےلئے داغدار کردیگا"- عوام اس کا جواب فوراً یوں دیتے ہیں کہ لینن کو خفیہ جگہ سے زوروں کی تالیوں کےدرمیان سامنے لاتے ہیں اور اسمولنی کو ان کی حفاظت کےلئے قلعہ کی طرح مضبوط بنا دیتے ہیں -

انقلاب کو خون اور بدنظمی میں ڈبو دینے کی کوشش کی جاتی ہے - شیطانی قوتیں عوام سے اٹھ کھڑے ہونے اور یہودیوں اور سوشلسٹ لیڈروں کو قتل کرنے کی اپیلیں کرتی رہتی ہیں - اس کے جواب میں مزدور سارے شہر میں اشتہار لگاتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے "شہریو ! ہم آپ سے مکمل سکون اور خودضبطی کی اپیل کرتے ہیں - نظم ونسق مضبوط ہاتھوں میں ہے - لوٹ مار کے پہلے ہی اقدام پر، مجرموں کا اس دنیا سے صفایا کردیا جائیگا -"

مختلف انقلابی طاقتوں کو جدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے - سوویتوں اور فوجی بارکوں کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع کردیا جاتا ہے - ٹیلیفونوگراف مشینوں کے ذریعہ سلسلۂ رسل ورسائل کو فوراً بحال کیا جاتا ہے - یونکر پلوں کو کھول دیتے ہیں جس سے مزدوروں کے اضلاع الگ ہوجاتے ہیں لیکن کرونشتاد کے جہازراں ان کو پھر جوڑ دیتے ہیں - کمیونسٹ اخباروں کے دفتروں کو مقفل کرکے مہربند کردیا جاتا ہے جس سے خبروں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے - سرخ گارڈ مہروں کو توڑکر پریسوں کو پھر چالو کرتے ہیں -

اسلحہ کے زور سے انقلاب کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیرینسکی ''معتبر،، فوجی دستوں کو شہر میں طلب کر لیتا ہے یعنی ایسے دستوں کو جن کو باغی مزدوروں کو گولیوں سے اڑا دینے کا کام سونپا جا سکتا ہو۔ ان میں ہواسار توپخانہ اور سائیکل بازوں کی بٹالین ہیں۔ ان سڑکوں پر جن سے یہ دستے شہر آرہے ہیں انقلاب بھی اپنے دستے تعینات کردیتا ہے۔ وہ دشمن پر اسلحہ سے نہیں بلکہ خیالات سے چھاپہ مارتے ہیں۔ وہ دشمن کے دستوں پر دلیلوں اور اپیلوں کی زبردست بوچھار کردیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ دستے جو شہر میں انقلاب کو کچلنے کے لئے تعجیل کے ساتھ طلب کئے گئے ہیں اس کے بجائے اس کی مدد اور حمایت کرنے کے لئے شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

کمیونسٹ عقیدہ رکھنے والے ان پرجوش لوگوں کے شکار سب سپاہی ہوتے ہیں حتی کہ کزاک بھی۔ ان سے اپیل میں کہا جاتا ہے ''بھائی کزاکو! آپ کو ہمارے خلاف رشوت خور، طفیل خور، زمیندار اور خود آپ کے جنرل مشتعل کر رہے ہیں جو ہمارے انقلاب کو کچل دینا چاہتے ہیں! رفیق کزاکو! ان برادرکشوں کے اس دھوکے میں نہ آؤ!،، اور کزاک بھی دوسروں کی طرح انقلاب کے پرچم تلے صف درصف آجاتے ہیں۔

ساتواں باب

۷ نومبر* —— تاریخ میں ایک نیا دن

پیٹروگراد میں گشتی دستوں کی جھڑپیں اور گرما گرم بحث مباحثے ہو رہے ہیں اور سارے روس سے شہر میں لوگ آتے جا رہے ہیں۔ یہ سوویتوں کی دوسری کل روس کانگرس کے مندوبین ہیں جو اسمولنی میں ہونے والی ہے۔ سب کی نگاہیں اسمولنی پر لگی ہوئی ہیں۔

---

* پرانے کیلنڈر کے لحاظ سے ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء۔

اسمولنی جو پہلے شرفا کی بیٹیوں کا اسکول تھا اب سوویتوں کا مرکز بن گیا ھے۔ یہ دریائے نیوا کے کنارے، ایک بڑی شاندار عمارت ھے جو دن میں سرد اور بھوری نظر آتی ھے لیکن رات میں سیکڑوں لیمپوں کی روشنیوں سے اس کی کھڑکیاں جگمگا اٹھتی ھیں۔ وہ ایک بڑے مندر کی طرح، انقلاب کے مندر کی طرح معلوم ھونے لگتی ھے۔ اس کی برساتی کے سامنے دو الاؤ جن کو لمبے لمبے لبادوں میں ملبوس سپاھی روشن کرتے ھیں کسی قربانگاہ کے آتش‌دان معلوم ھوتے ھیں۔ یہاں لکھوکہا نامعلوم غریبوں اور لاوارثوں کی امیدیں اور دعائیں مرکوز ھیں۔ صدیوں پرانی مصیبتوں اور مظالم سے نجات کے لئے وہ ادھر دیکھ رھے ھیں۔ یہاں ان کی زندگی اور موت کے مسائل کو ڈھالا جا رھا ھے۔

اس رات میں نے ایک سوکھے سہمے اور پھٹے پرانے کپڑوں‌والے مزدور کو تاریک سڑک سے گزرتے دیکھا۔ اس نے اچانک اپنا سر اٹھاکر اسمولنی کی زبردست عمارت کو دیکھا جو برفباری میں سنہری جگمگا رھی تھی۔ اس نے اپنی ٹوپی اتارلی اور ایک لمحہ تک ننگے سر اور بازو پھیلائے، ساکت کھڑا رھا پھر زور سے چلایا ”کمیون! عوام! انقلاب!“، وہ آگے کی طرف بھاگا اور پھاٹک کے مجمع میں شامل ھو گیا۔

یہ مندوبین محاذ جنگ، جلاوطنی، کال کوٹھریوں اور سائبیریا سے اسمولنی آرھے ھیں۔ برسوں سے پرانے رفیقوں کی کوئی خبر نہ تھی اور اچانک جان پہچان کی چیخیں بلند ھوتی ھیں اور جھپٹ کر لوگ ایک دوسرے سے بغل گیر ھوتے ھیں، چند الفاظ، ایک لمحے کے لئے گلے ملنا اور پھر عجلت کے ساتھ کانفرنسوں، کمیٹیوں اور بےشمار جلسوں میں جانا۔

اسمولنی اب ایک زبردست پلیٹ‌فارم بن گیا ھے۔ وہ ایک بڑے لوھارخانے کی طرح ھے جہاں مقرر لوگوں سے مسلح ھونے کی اپیلیں کرتے ھیں، سامعین سیٹیاں بجاتے ھیں یا پیر پٹکتے ھیں، نظم قائم کرنے کے لئے گھنٹی بجائی جاتی ھے، سنتری اسلحہ زمین پر پٹکتے ھیں اور مشین گنیں سیمنٹ کے فرش پر کھڑکھڑاتی ھیں، انقلابی گیتوں کی زبردست گونج ھوتی ھے اور پوشیدگی سے نکلنے پر لینن اور زینوویئف کا زبردست تالیوں سے استقبال کیا جاتا ھے۔

هر چیز کی رفتار تیز ہے اور اس میں بڑا تناؤ ہے جو ہر منٹ شدید ہوتا جاتا ہے۔ رہنما کارکن تو توانائی کا خزانہ ہیں — بےخواب، انتھک اور نڈر، آدمی نہیں معجزے ہیں جو انقلاب کے فوری سوالوں سے دوچار ہیں۔

۷ نومبر کی اس رات کو دس بجکر چالیس منٹ پر وہ تاریخی جلسہ شروع ہوا جو روس اور ساری دنیا کے مستقبل کےلئے بڑے نتائج کا حامل تھا۔ پارٹی گروپوں سے نکل کر مندوبین بڑے اسمبلی ہال میں آتے ہیں۔ بالشویک مخالف صدر دان خاموشی اور نظم کےلئے گھنٹی بجاتا ہے اور اعلان کرتا ہے ''سوویتوں کی دوسری کانگرس کے پہلے اجلاس کا اب آغاز ہوتا ہے،،۔

سب سے پہلے کانگرس کے رہنما ادارے (پریزیڈیم) کے انتخاب کا سوال پیش ہوتا ہے۔ بالشویکوں کے ۱۴ ممبر منتخب ہوتے ہیں اور باقی پارٹیوں کے ۱۱ ۔ پرانا رہنما ادارہ ہٹ‌جاتا ہے اور بالشویک لیڈر جو حال تک روس میں آوارہ وطن اور راندۂ قانون تھے ان کی جگہ لیتے ہیں۔ دائیں بازو کی پارٹیاں جو زیادہ‌تر دانش‌وروں پر مشتمل تھیں کانگرس کے مستند ہونے اور اس کے ایجنڈے پر حملے کرتی ہیں۔ بحث‌مباحثہ تو ان کی خصوصیت ہے۔ ان کو عالمانہ مسائل سے بڑی دلچسپی ہے۔ وہ باریک اصولی اور کارروائی کے نکات اٹھاتے ہیں۔

پھر اچانک، رات کے اندھیرے میں ایک زبردست دھکا مندوبین کو حیرت کی حالت میں کھڑے ہونے پر مجبور کردیتا ہے۔ یہ توپ کی آواز ہے۔ بکتربند جہاز ''اورورا،، سرما محل پر گولہ‌باری کر رہا ہے۔ اس کی مدھم اور دبی ہوئی آواز باقاعدہ وقفوں کے ساتھ پرانے نظام کی موت کا نوحہ پڑھ رہی ہے اور نئے نظام پر سلام بھیج رہی ہے۔ یہ عوام کی آواز ہے جو گرج کر مندوبین سے ''سارا اقتدار سوویتوں کو!،، کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اس طرح کانگرس کے سامنے یہ سوال شدت سے پیش کیا جاتا ہے ''کیا اب آپ سوویتوں کے حکومت روس ہونے کا اعلان کرکے نئی حکومت کےلئے قانونی بنیاد فراہم کریں گے؟،،

اب تاریخ کا ایک حیرت‌انگیز اور عجیب واقعہ ہوا جو اس کے زبردست المیوں میں سے تھا یعنی دانش‌وروں کا انکار - کانگرس کے مندوبین کے درمیان یہ دانش‌ور درجنوں کی تعداد میں تھے - انھوں نے ,, جاھل لوگوں ،، کو اپنے خلوص کا نشانہ بنایا تھا - ,, عوام کے پاس جانا ،، مذھب بن گیا تھا - ان کےلئے ھی تو دانش‌وروں نے غربت، قید اور جلاوطنی برداشت کی تھی - دانش‌وروں نے ھی خوابیدہ عوام کو انقلابی خیالات کےذریعہ جھنجھوڑکر انقلاب کےلئے اکسایا تھا - عوام کے کردار اور شرافت کی متواتر تعریفیں ہوئی تھیں - مختصر یہ ھے کہ دانش‌وروں نے عوام کو دیوتا بنا دیا تھا - اب عوام دیوتا کی طرح غصے اور گھن گرج کےساتھ، تحکم اور بےباکی کے ساتھ کھڑے ہو رہے تھے - ان کے اقدامات دیوتا ھی جیسے تھے -

لیکن دانش‌ور ایسے دیوتا کو مسترد کردیتے ھیں جو ان کی بات نہیں سنتا اور جس کے اوپر ان کا کنٹرول نہیں رھتا - چنانچہ دانش‌ور فوراً لامذھب بن گئے - انھوں نے اپنے سابق دیوتا یعنی عوام میں عقیدہ رکھنے سے قطعی انکار کردیا - انھوں نے عوام کے حق بغاوت سے انکار کردیا -

اس عفریت کے سامنے جو خود انھوں نے پیدا کیا تھا دانش‌ور کانپ رھے تھے، خوف اور غصے سے کانپ رھے تھے - یہ حرامی، شیطان شدید عذاب بنکر روس کو انتشار میں مبتلا کررھے تھے، ,, اقتدار کے خلاف مجرمانہ بغاوت ،، کررھے تھے - انھوں نے عوام پر چھاپہ مارا، دھاوا بول دیا، کوسنے دئے، التجا کی اور ھزیان کی حالت میں بکنے جھکنے لگے - انھوں نے کانگرس کو یہ اعلان کرنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا کہ سوویتیں روس کی حکومت ھیں -

یہ بہت بیکار اور مہمل بات تھی ! وہ اس انقلاب کو تسلیم کرنے سے اسی طرح انکار کر سکتے تھے جیسے کوئی اٹھتی ہوئی طوفانی موج یا پھٹتے ہوئے آتش‌فشاں کو ماننے سے انکار کردے - یہ انقلاب تو طوفانی اور ناقابل تردید ھے - یہ ھر جگہ پھیل گیا ھے، بارکوں اور خندقوں میں، فیکٹریوں میں اور سڑکوں پر - اور اس کانگرس میں

بھی سرکاری طور پر مزدوروں، سپاھیوں اور کسانوں کے سیکڑوں مندوبین میں ھے۔ یہ غیرسرکاری طور پر ان عوام میں بھی ھے جن کا مجمع یہاں کی چپہ چپہ زمین پر ھے جو ستونوں اور کھڑکیوں کی سلوں پر چڑھ گئے ھیں اور اپنے ٹھساٹھس بھرے ھوئے گرم جسموں کی بھاپ سے ھال کو کہرآلود بنا رھے ھیں جن میں شدت جذبات سے برقی کیفیت پیدا ھوگئی ھے۔

لوگ یہاں اسلئے آئے ھیں کہ ان کی انقلابی خواھش پوری کی جائے، کہ کانگرس سوویتوں کے حکومت روس ھونے کا اعلان کرے۔ اس معاملے میں وہ اٹل ھیں۔ اس مسئلے کو نظر انداز کرنے کی ھر کوشش، ان کی مرضی کو مفلوج کرنے یا اس سے کترانے کی ھر کوشش پر غصے سے بھرے احتجاج کا طوفان برپا ھوجاتا ھے۔

دائیں بازو کی پارٹیوں کے پاس لمبی لمبی تجاویز ھیں اور مجمع بےچین و بیتاب ھے۔ ”اب زیادہ تجویزیں نہیں چاھئیں! اب زیادہ الفاظ کی ضرورت نہیں! ھمیں عمل چاھئے! ھمیں سوویت چاھئے!“

دانش‌ور حسب معمول تمام پارٹیوں کا ایتلاف بناکر مسئلے کو گول کردینا چاھتے ھیں لیکن ان کو فوراً جواب ملتا ھے ”صرف ایک ایتلاف ممکن ھے۔ مزدوروں، سپاھیوں اور کسانوں کا ایتلاف۔“

مارتوف ”خانہ جنگی کے پرامن حل“ کی اپیل کرتا ھے اور جواب میں یہ زوردار آوازیں آتی ھیں ”فتح! فتح! — یہی واحد حل ھے۔“

فوجی افسر کوچین لوگوں کو اس خیال سے ڈرانے کی کوشش کرتا ھے کہ سوویتیں بالکل الگ کٹی ھوئی ھیں اور پوری فوج ان کے خلاف ھے۔ ”جھوٹا ھے! اسٹاف!“ سپاھی چیختے ھیں۔ ”تم اسٹاف کی طرف سے بول رھے ھو۔ ان سپاھیوں کی طرف سے نہیں جو مورچوں پر ھیں۔ ھم سپاھیوں کا مطالبہ ھے ”سارا اقتدار سوویتوں کو!“

ان کا عزم فولادی ھے۔ کوئی التجا یا دھمکی اس کو توڑ یا جھکا نہیں پاتی۔ کوئی چیز بھی ان کو اپنی منزل مقصود سے ھٹا نہیں سکتی۔

آخرکار ابراموویچ غصے سے چیخ کر کہتا ھے ”ھم یہاں نہیں رہ سکتے اور ان جرائم کے ذمےدار نہیں بن‌سکتے۔ ھم تجویز

کرتے ہیں کہ سب مندوبین کانگرس کو چھوڑ دیں۔ ،، وہ ڈراسائی انداز میں پلیٹ‌فارم سے اتر کر دروازے کی طرف چلتا ہے۔ تقریباً ۸۰ مندوبین اپنی جگہوں سے اٹھکر اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔

’’ جانے دو انہیں ،، تروتسکی چلا کر کہتا ہے ’’ وہ ایسی گندگی ہیں کہ ان کوجھاڑو سے بٹور کر تاریخ کے گھور پر ڈال دیا جائیگا۔،،

پرولتاریہ کی مضحکہ آمیز آوازوں اور مذاقوں، ’’ غدار ،، اور ’’ بھگوڑے ،، کے طعنوں کے درمیان دانش‌ور ہال سے اور انقلاب سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کیسا زبردست المیہ ہے! ان دانش‌وروں نے انقلاب کو مسترد کردیا جس کو پیدا کرنے میں خود انھوں نے مدد دی تھی۔ وہ عوام کی جدوجہد کی بہت ہی نازک حالت میں ان کو چھوڑکر بھاگ نکلے تھے۔ اور یہ زبردست حماقت بھی تھی۔ انھوں نے سوویتوں کو نہیں بلکہ اپنے کو سب سے الگ کرلیا۔ سوویتوں کی پشت پر حمایت کرنےوالوں کے ٹھوس پرے کے پرے ہیں۔

سوویتوں کے حکومت ہونے کا اعلان

ہر منٹ انقلاب کی نئی نئی فتوحات کی خبریں آرہی ہیں — وزیروں کی گرفتاری، ریاستی بینک، تار گھر، ٹیلی‌فون اسٹیشن اور فوجی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ۔ یکے بعد دیگرے اقتدار کے مرکز عوام کے ہاتھ میں آتے جا رہے ہیں۔ پرانی حکومت کا روحانی اقتدار و اختیار باغیوں کے ہتھوڑے کی ضربوں سے پاش پاش ہو رہا ہے۔

ایک کمیسار جس کا سانس پھول رہا ہے اور گھوڑسواری سے اس کے کپڑوں پر کیچڑ کے دھبے ہیں پلیٹ‌فارم پر آکر اعلان کرتا ہے ’’ تسارسکوئے سیلو میں متعین فوج سوویتوں کے حق میں ہے۔ وہ پیٹروگراد کے پھاٹک پر پہرہ دے رہی ہے ،،۔ ایک اور اعلان ہوتا ہے : ’’ سائیکل‌بازوں کی بٹالین سوویتوں کے حق میں ہے۔ ایک بھی آدمی اپنے بھائیوں کا خون بہانے کےلئے تیار نہیں ہے ،،۔ پھر کریلینکو ایک تار ہاتھ میں لئے لڑکھڑاتے ہوئے پلیٹ‌فارم پر آتے ہیں :

"۱۲ ویں فوج کا سوویتوں کی کانگرس کو سلام ! سپاهیوں کی کمیٹی شمالی محاذ کی کمان اپنے هاتھ میں لے رهی هے - "

اور آخرکار اس طوفانی رات میں ، زبانوں کے اس زوردار ٹکراؤ اور قوت‌ارادی کے اس تصادم سے ایک معمولی اعلان ابھرتا هے :

"عارضی حکومت معزول کی جاتی هے - مزدوروں ، سپاهیوں اور کسانوں کی اکثریت کی خواهش کی بنیاد پر سوویتوں کی کانگرس اقتدار سنبھال رهی هے - سوویت اقتدار تمام قوموں کے سامنے فوری جمہوری امن کی ، تمام محاذوں پر فوری صلح کی پیش کش کریگا - سوویت اقتدار جاگیروں ، شاهی اور خانقاهوں کی زمینوں کو بلامعاوضه تقسیم کریگا ... وغیره - "

ایک هنگامه هوگیا ! لوگ ایک دوسرے سے بغلگیر هوکر رو رهے تھے - هرکارے خبر لیکر بھاگ رهے تھے - تار اور ٹیلی‌فون برابر بھن‌بھنا اور گھر گھرا رهے تھے - موٹریں محاذجنگ کی طرف جا رهی تھیں ، هوائی جهاز ، دریاؤں اور میدانوں کے پار پرواز کرر هے تھے - سمندروں کے پار لاسلکی تاروں کے ذریعه یه خبر جا رهی تھی - یه سب اس بےنظیر واقعه کی خبر دے رهے تھے !

انقلابی عوام کی خواهش کی فتح هوئی هے - سوویتیں حکومت بن گئی هیں -

کانگرس کا یه تاریخی اجلاس صبح چھه بجے ختم هوتا هے - مندوبین تھکن سے چور لڑکھڑا رهے هیں ، بےخوابی سے ان کی آنکھیں خالی خالی سی هیں لیکن ان میں فخر هے - وه پتھر کے زینوں سے لڑکھڑاتے هوئے اترکر اسمولنی کے پھاٹک کے باهر جاتے هیں - باهر ابھی تک اندھیرا اور کڑاکے کا جاڑا هے لیکن مشرق میں ایک سرخ صبح پھوٹ رهی هے -

آٹھواں باب

سرما محل پر دھاوا

روسی شاعر تیوتچیف نے لکھا ہے :

خوش قسمت ہے وہ جو اس دینا میں آیا
ایسے اہم زمانے میں ، جب
عظیم دیوتاؤں نے اس کو دعوت دی
تاکہ وہ ان کے زبردست کارنامے دیکھ سکے

ہم پانچ امریکیوں (لوئی زے برائی آنت ، جان ریڈ ، بیسی بیٹی ، الکساندر گامبرگ اور میں) کے لئے دوہری رحمت یہ تھی کہ ہم نے اسمولنی کا زبردست ڈرامہ دیکھا اور ۷ نومبر کا ایک بہت بڑا واقعہ یعنی سرما محل پر قبضہ بھی۔

ہم اسمولنی میں بیٹھے مقررین کی دلیلوں میں محو تھے جبکہ رات کی ایک آواز روشن ہال میں گونج گئی ــ بکتربند جہاز '' اورورا ،، کی توپ سرمامحل پر چل رہی تھی۔ توپ کی مستقل ، مستحکم اور خطرناک آواز آرہی تھی ، ہمارے اوپر مقرروں کا جادو ٹوٹ گیا۔ ہم اس آواز کی دعوت کو نہ رد کر سکے اور نکل کر باھر آگئے۔

باھر ایک موٹر ٹرک کھڑی تھی جس کا انجن چالو تھا۔ یہ شہر جانے کے لئے تیار تھی۔ ہم اس پر چڑھ گئے اور اب ہم رات کے سینے کو چاک کرتے ہوئے جا رہے تھے اور ہمارے پیچھے سفید پوسٹروں کا ایک دمدار ستارہ سا اڑتا جا رہا تھا۔ گلیوں اور دروازوں سے لوگ نکل کر ان پوسٹروں کو اٹھا لیتے تھے اور مندرجہ ذیل فرمان کو پڑھ رہے تھے:

مزدوروں اور سپاھیوں کے نائبوں
کی پیٹروگراد سوویت کی جنگی انقلابی کمیٹی
کی طرف سے

روس کے شہریوں سے :

عارضی حکومت کو معزول کر دیا گیا ہے - اب ریاستی اقتدار مزدوروں اور سپاہیوں کے نائبوں کی پیٹروگراد سوویت کی جنگی انقلابی کمیٹی کے ھاتھ میں آگیا ہے جو پیٹروگراد کے پرولتاریہ اور فوج کی سربراہ ہے -

عوام جن مقاصد کے لئے لڑ رہے تھے یعنی جمہوری امن کی فوری تجویز ، زمین پر زمینداروں کے حقوق ملکیت کا خاتمہ ، پیداوار پر مزدوروں کا کنٹرول اور سوویت حکومت کا قیام — ان مقاصد کو حاصل کیا جاچکا ہے -

مزدوروں ، سپاھیوں اور کسانوں کا انقلاب زندہ باد !

مزدوروں اور سپاھیوں کے نائبوں کی پیٹروگراد سوویت کی جنگی انقلابی کمیٹی

۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء بوقت ۱۰ بجے صبح

یہ اعلان ذرا قبل از وقت تھا - کیرینسکی کے سوا عارضی حکومت کے دوسرے وزرأ سرما محل میں اجلاس کررہے تھے - اسی لئے "اورورا" کی توپیں چل رہی تھیں - وہ اپنی گرجدار آواز سے وزیروں کے کانوں تک ھتھیار ڈالنے کا مطالبہ پہنچا رہی تھیں - یہ سچ ہے کہ اب خالی گولے چلائے جا رہے ھیں لیکن یہ بھی ھوا کو مرتعش کر رہے ھیں ، عمارت کو اور ان کے اندر بیٹھے ھوئے وزیروں کے اعصاب کو ھلا رہے ھیں -

جب ھم محل کے چوک میں پہنچتے ھیں تو توپوں کی آواز ختم ھوجاتی ہے - اندھیرے میں رائفلوں کے چلنے کی آواز بھی نہیں ھوتی - سرخ گارڈ رینگ کر بڑھ رہے ھیں تاکہ اپنے مردہ اور مرتے ھوئے سپاھیوں کو اٹھالے جائیں - رات میں ایک چیخ بلند ھوتی ہے "یونکروں نے ھتھیار ڈال دئے" - لیکن محاصرہ کرنےوالے جہازراں اور سپاھی اپنے نقصان کے پیش‌نظر آڑ میں ھی رھتے ھیں -

مجمع سرماسحل میں داخل ھوجاتا ہے

اب نیفسکی پر لوگوں کا بڑا مجمع ھوجاتا ہے - وہ ایک صف بناکر سرخ محراب سے گزرتا ھوا آھستہ آگے بڑھتا ہے -

От Военно-Революціоннаго Комитета при Петроградском Совѣтѣ Рабочихъ и Солдатскихъ Депутатовъ.

Къ Гражданамъ Россіи.

Временное Правительство низложено. Государственная власть перешла въ руки органа Петроградскаго Совѣта Рабочихъ и Солдатскихъ Депутатовъ Военно-Революціоннаго Комитета, стоящаго во главѣ Петроградскаго пролетаріата и гарнизона.

Дѣло, за которое боролся народъ: немедленное предложеніе демократическаго мира, отмѣна помѣщичьей собственности на землю, рабочій контроль надъ производствомъ, созданіе Совѣтскаго Правительства — это дѣло обезпечено.

ДА ЗДРАВСТВУЕТЪ РЕВОЛЮЦІЯ РАБОЧИХЪ, СОЛДАТЪ И КРЕСТЬЯНЪ!

Военно-Революціонный Комитетъ при Петроградскомъ Совѣтѣ Рабочихъ и Солдатскихъ Депутатовъ.

25 октября 1917 г. 10 ч. утра.

خاموشی ہے۔ سڑک کے مورچے کے قریب مجمع محل سے آتی ہوئی روشنی میں آجاتا ہے۔ وہ لٹھوں کے پشتے کو چڑھکر پار کر لیتا ہے اور محل کے مشرقی بازو کے کھلے پھاٹک کی طرف تیزی سے جھپٹتا ہے۔ لوگوں کا ایک پورا سیلاب ابل پڑا ہے۔

سردی اور تاریکی سے پرولتاریہ اچانک گرمی اور روشنی میں آگیا ہے۔ جھونپڑیوں اور بارکوں سے آئے ہوئے یہ لوگ اب جگمگاتے ہوئے کمروں اور سنہری پالش‌والے ہالوں سے گزر رہے ہیں۔ یہ واقعی انقلاب ہے ــ اس محل کے بنانے‌والے اب اس محل میں داخل ہورہے ہیں۔

اور کیسی شاندار عمارت ہے! سونے اور کانسے کے مجسموں، مشرقی قالینوں سے سجی ہوئی۔ اس کے کمروں کی زینت مشجر پر بنی ہوئی تصاویر اور مصوری کے دوسرے شاہکار ہیں اور بلور کے جگمگاتے ہوئے جھاڑ وفانوس کی لاکھوں روشنیاں ان کو سنور کر رہی ہیں۔ اس کے تہہ‌خانے طرح طرح کی پرانی اور نایاب شرابوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ایسی دولتیں جن کا عوام نے کبھی خواب بھی نہ دیکھا تھا اب ان کے دسترس میں ہیں۔ ان پر قبضہ کیوں نہ کیا جائے؟

مجمع پر زبردست طمع حاوی ہوجاتی ہے۔ ایسی طمع جو لاجواب حسن طویل مدت تک بھوکے اور محروم لوگوں میں پیدا کردیتا ہے یعنی لوٹ‌مار کرنے کی طمع۔ حتی کہ ہم جیسے تماشائی بھی اس سے مستثنی نہ رہ سکے ۔اس نے صبروضبط کا شائبہ تک جلاکر رکھ دیا اور اب رگوں میں صرف ایک جذبے کا شعلہ بھڑک رہا ہے۔ بس لوٹ‌مار کا جذبہ۔ ان کی آنکھیں اس خزانے پر پڑتی ہیں اور پھر ان کے ھاتھ کام کرنے لگتے ہیں۔

محراب‌دار کمرے کی دیواروں کے برابر، جہاں ہم داخل ہوئے، بڑے بڑے بند بکسوں کی ایک قطار چلی گئی ہے۔ سپاہی اپنے رائفلوں کے کندوں سے ان بکسوں کو توڑپھوڑ دیتے ہیں اور ان سے پردوں، کپڑوں، گھڑیوں، گلدانوں اور پلیٹوں کی دھار جاری ہوجاتی ہے۔

ایسے معمولی مال غنیمت پر حقارت کی نظر ڈالتے ہوئے مجمع بہتر حاصلات کے‌لئے آگے چل پڑتا ہے۔ مجمع کا ہراول شاندار کمروں میں

آگے بڑھتا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ شاندار کمرے آتے جاتے ہیں جن میں الماریاں اور درازیں قطار درقطار سجی ہیں۔ وہ متوقع خوشی کی چیخوں کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر غصے اور ناراضگی کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ آئینے پاش پاش ہیں، الماریاں ٹوٹی پڑی ہیں، درازوں کو رائفلوں سے توڑا جا چکا ہے۔ ہر جگہ اس لوٹ مار کی نشانیاں ہیں جو پہلے ہی ہو چکی ہے — یونکروں نے لوٹ مار کا چنیدہ سامان حاصل کرلیا ہے۔

اتنا کچھ جا چکا ہے! اور جو کچھ باقی رہ گیا اس کے لئے اور زیادہ کشاکش ہے۔ اس محل اور اس میں جو کچھ ہے اس کی ملکیت سے ان لوگوں کو کون محروم کرسکتا ہے؟ یہ سب ان کے اور ان کے آبا و اجداد کے گاڑھے پسینے کا نتیجہ ہے۔ یہ تخلیق کے حق سے ہی ان کا ہے اور فتح کے حق سے بھی ان کا ہے۔ دھواں نکلتی ہوئی بندوقیں ہاتھ میں لیکر اور اپنے سینوں میں باہمت دلوں کے ساتھ انہوں نے اس کو لیا ہے۔ لیکن وہ کتنے دن تک اس کو رکھ سکیں گے! ایک صدی تک یہ زار کی ملکیت رہا۔ کل یہ کیرینسکی کے پاس تھا۔ آج یہ ان کا ہے اور کل یہ کس کا ہوگا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ آج انقلاب نے دیا ہے تو کل انقلاب دشمنی اس کو چھین سکتی ہے۔ اب جبکہ ان کو یہ انعام ملا ہے وہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کیوں نہ اٹھائیں؟ جہاں درباریوں نے پوری صدی عیش کئے ہیں کیا وہ ایک رات کے لئے بھی یہاں جشن نہ کریں؟ ان کا ستم زدہ ماضی، جوش وخروش سے بھرا حال اور غیریقینی مستقبل ہر ایک اس بات کی شہ دیتا ہے کہ وہ جو کچھ ممکن ہے ہتھیا لیں۔

محل میں ہنگامہ زوروں پر ہے۔ وہ رنگارنگ آوازوں سے گونج رہا ہے۔ کپڑوں کے پھٹنے، لکڑیوں کے چٹخنے، کھڑکیوں کے ٹوٹتے ہوئے شیشوں کی جھنجھناہٹ اور لکڑی کے فرش پر بوٹ جوتوں کی گونج اور ہزاروں آوازوں کا چھت سے ٹکرانا۔ خوشی سے بھری آوازیں اور پھر لوٹ کی تقسیم پر جھگڑا۔ بھاری، اونچی، بڑبڑاتی اور کوستی آوازیں۔

پھر اس غل و شور میں ایک اور آواز گونجی — انقلاب کی صاف اور مجبور کر دینے والی آواز۔ اس کی آواز اس کے پرجوش حامیوں

کے ذریعہ ، پیٹروگراد کے مزدوروں کے ذریعہ گونجی۔ وہ مٹھی بھر ہیں ، پستہ قد اور بھدے لیکن وہ ان بڑے بڑے کسان سپاھیوں کے درمیان گھس کر چلاتے ھیں "کچھ مت لو ، انقلاب اس کی ممانعت کرتا ھے۔ لوٹ مار نہ کرو ، یہ عوام کی ملکیت ھے۔"

وہ ان بچوں کی طرح لگتے ھیں جو طوفان کے خلاف اپنی بانسریوں سے لڑنا چاھتے ھوں ، ایسے بونے جو دیوؤں کی فوج سے ٹکر لے رھے ھوں۔ یہ احتجاج کرنے والے فتح سے پھولے ھوئے ، لوٹ مار پر آمادہ سپاھیوں کے چھاپے کو الفاظ سے اکھاڑ پھینکنا چاھتے ھیں۔ مجمع لوٹ مار کرتا رھتا ھے۔ بھلا وہ ان مٹھی بھر مزدوروں کے احتجاج کی پروا کیوں کرے ؟

انقلاب کا روکنے والا ھاتھ

لیکن ان مزدوروں کی پروا کی جائےگی۔ اپنے الفاظ کی پشت پر وہ انقلاب کی مرضی محسوس کرتے ھیں۔ اس سے وہ نڈر اور اٹل بنتے ھیں۔ وہ بڑے سپاھیوں پر جھپٹ پڑتے ھیں ، ان کے منہ پر گالیاں دیتے ھیں اور ان کے ھاتھ سے لوٹ مار کی چیزیں چھین لیتے ھیں اور تھوڑی ھی دیر میں سپاھی دفاعی رویہ اختیار کرلیتے ھیں۔

ایک بھاری بھرکم کسان خوب بھاری اونی کمبل لئے جا رھا تھا کہ ایک دبلے پتلے مزدور نے اس کو دھرلیا۔ اس نے کمبل پکڑ لیا اور اس بھاری بھر کم آدمی کو بچے کی طرح ڈانٹتے ھوئے کمبل کا سرا کھینچنے لگا۔

"کمبل چھوڑ دو" کسان نے غرا کر کہا۔ اس کا چہرہ غصے سے شکن آلود ھوگیا۔ "یہ میرا ھے۔"

"نہیں ، نہیں" مزدور نے چلا کر کہا "یہ تمھارا نہیں ھے۔ یہ سارے لوگوں کا ھے۔ اس رات محل سے کچھ بھی باھر نہیں جائیگا۔"

"اچھا ، یہ کمبل تو ضرور باھر جائیگا۔ بارکوں میں ٹھنڈک ھے !"

"مجھے افسوس ھے کہ تمھیں سردی لگ رھی ھے ، کامریڈ۔

لیکن یہ اچھا ہے کہ تم سردی برداشت کرلو بمقابلہ اس کے کہ تمھاری لوٹ‌مار کی وجہ سے انقلاب بدنامی برداشت کرے۔ ،،

،، لعنت ہو تم پر ،، کسان نے زور سے کہا ،، بہرحال ، ہم نے انقلاب کیوں کیا؟ لوگوں کو کھانا کپڑا دینے کےلئے ہی تو کیا ہے نا؟ ،،

،، ہاں ، کامریڈ ، انقلاب آپ کو جو کچھ بھی ضرورت ہوگی سب دیگا لیکن آج نہیں۔ اگر آج یہاں سے کوئی چیز باہر گئی تو ہم بدمعاش اور لٹیرے کہلائیں گے — سچے سوشلسٹ نہیں۔ ہمارے دشمن کہیں گے کہ ہم یہاں انقلاب کےلئے نہیں بلکہ لوٹ‌مار کرنے آئے تھے۔ کیونکہ یہ تو لوگوں کی ملکیت ہے۔ ہمیں اس کی حفاظت انقلاب کی عزت رکھنے کےلئے کرنا چاہئے۔ ،،

،، سوشلزم ! انقلاب ! عوام کی ملکیت ! ،، کسان نے دیکھا کہ اس کا کمبل اس فارمولے کے مطابق چھینا گیا ہے۔ ہمیشہ ان مجرد خیالات نے جو جلی حرفوں میں ہوتے ہیں اس سے کوئی نہ کوئی چیز چھینی ہے۔ پہلے ،، زارشاہی ، خدا کی قدرت و شان ،، کے تحت اس کو کیا جاتا تھا اور اب اس کو ،، سوشلزم ، انقلاب اور عوام کی ملکیت ،، کے تحت کیا جا رہا ہے۔

پھر بھی آخری نظریہ ایسا تھا جس کو کسان سمجھ سکا۔ یہ اس کی برادری والی تربیت کے مطابق تھا۔ جب اس نے اپنے دماغ پر قابو پایا تو کمبل پر اس کا قابو ڈھیلا ہوگیا اور اس نے اپنے بیش‌قیمت کمبل پر آخری بار نظر ڈالی اور چلتا بنا۔ بعد کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک اور سپاہی کو لکچر پلا رہا تھا۔ وہ ،، عوام کی ملکیت ،، کی بات کر رہا تھا۔

مزدور اپنے حق میں ہر طرح کی چالیں ، التجائیں ، وضاحتیں اور دھمکیاں انتھک استعمال کر رہے تھے۔ ایک کونے میں ایک بالشویک مزدور تین سپاہیوں کے سامنے اپنا ہاتھ زور سے ہلا رہا ہے اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھامے ہے۔

،، اگر تم نے یہ ڈسک چھوا تو میں تم کو اس کا ذمہ‌دار ٹھہراؤنگا ،، اس نے چلا کر کہا۔

"ہم کو ذمہ‌دار ٹھہراؤ گے !"، سپاہیوں نے مذاق اڑایا۔ "تم ہو کون؟ تم بھی ہماری طرح محل میں گھس آئے ہو۔ ہم تو اپنے سوا کسی کے سامنے ذمہ‌دار نہیں ہیں۔"

"تم انقلاب کےسامنے ذمہ‌دار ہو"، مزدور نے سختی سے جواب دیا۔ وہ اپنی بات کو اتنی سچائی اور خلوص سے کہہ رہا ہے کہ ان تین سپاہیوں نے اس میں انقلاب کا اختیار دیکھا۔ انھوں نے اس کی بات سنی اور مانی۔

انقلاب نے عوام میں جرات اور جوش پیدا کردیا۔ اس نے عوام کو محل پر دھاوے کےلئے استعمال کیا۔ اب وہ ان کو لگام دے رہا ہے۔ ہنگامے سے اس نے ایک قابووالی طاقت پیدا کی ہے جو سکون پیدا کرنےوالی، نظم و نسق عائد کرنےوالی ہے اور اپنے پہرےدار تعینات کرتی ہے۔

"سب لوگ باہر جاؤ، محل کو چھوڑ دو !"، محل کی گزرگاہوں میں آواز گونجتی ہے اور مجمع دروازوں کی طرف جانے لگتا ہے۔ ہر نکاس پر تلاشی اور معائنے کی خود مقرر کردہ کمیٹی کے لوگ کھڑے ہیں۔ وہ ہر جانےوالے کی تلاشی لیتے ہیں، اس کی جیبیں، قمیص اور حتی کہ جوتے بھی دیکھ لیتے ہیں اور انھوں نے طرح طرح کی چیزوں مثلاً یادگار چیزوں، چھوٹے مجسموں، شمعوں، کھونٹیوں، میزپوشوں اور گلدانوں کی قطار لگا دی ہے۔ ان چیزوں کو لانےوالے، بچوں کی طرح ان کو مانگتے ہیں لیکن کمیٹی اصرار کےساتھ یہی متواتر دہراتی ہے "آج رات محل سے کچھ بھی باہر نہیں جائے گا۔"

اور اس رات سرخ گارڈ کے پہرے میں کوئی چیز بھی باہر نہیں جاتی اگرچہ بعد کو اچکے اور لٹیرے بہت سی بیش‌قیمت چیزیں اڑا لے جاتے ہیں۔

اب انقلابی لوگ عارضی حکومت اور اس کی حفاظت کرنےوالوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کو گھیر کر پہرے میں نکاس پر لایا جاتا ہے۔ آگے آگے وزیر ہیں جو ریاست کے ہال میں سبز رنگ کی بانات کی میز کے گرد بیٹھے اجلاس کررہے تھے اور گرفتار کئے گئے۔ وہ خاموشی سے قطار میں چل رہے ہیں۔ اندر کا مجمع نہ تو ایک لفظ کہتا ہے اور نہ مذاق اڑاتا ہے۔ لیکن باہر کا مجمع لعنتوں کی

بوچھار کردیتا ہے جب ایک جہازراں موٹر طلب کرتا ہے۔ ''ارے، ان کو پیدل چلنے دو، بہت دن تک سواریوں پر چل چکے،، مجمع شور مچاتا ہے اور خوفزدہ وزیروں پر ریلا کرتا ہے۔ سرخ جہازراں جن کی سنگینیں تنی ہوئی ہیں اپنے قیدیوں کو تنگ حلقے میں لے لیتے ہیں اور ان کو دریائے نیوا کے پل کے پار لےجاتے ہیں۔ اس قافلے میں سب سے نکلتا ہوا یوکرینی سرمایہ‌دار تیریشچینکو ہے جو امور خارجہ کی وزارت سے سیدھا پیٹر اور پال کے جیل کو جا رہا ہے اور اس کے برعکس ایک بالشویک اسی جیل سے نکل کر امور خارجہ کی وزارت کا عہدہ سنبھال رہا ہے۔

یونکر ''اشتعال پیدا کرنےوالے، غدار، قاتل!،، کے نعروں کےدرمیان باہر لائے گئے۔ ان کے سر جھکے تھے اور حالت افسوسناک تھی۔ اسی صبح کو ہر یونکر نے ہم سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آخری گولی تک لڑینگے اور آخری گولی وہ اپنے سر میں اتارنے کو بمقابلہ بالشویکوں کے سامنے ہتیار ڈالنے کے ترجیح دیں گے۔ اب وہ اپنے اسلحہ بالشویکوں کے سپرد کررہے تھے اور سنجیدگی سے وعدہ کر رہے تھے کہ وہ ان کےخلاف کبھی بھی ہتیار نہ اٹھائیں گے (لیکن ان کم بختوں نے وعدہ شکنی کی!)

محل چھوڑنےوالے آخری قیدیوں میں عورتوں کی بٹالین تھی۔ ان میں سے زیادہ تر پرولتاریہ میں سے تھیں۔ ''شرم! شرم!،، سرخ گارڈ نے کہا ''مزدور عورتیں مزدور مردوں کےخلاف لڑیں۔،، اپنے غصے کا اظہار کرنے کےلئے ان میں سے کچھ نے لڑکیوں کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا اور لعنت ملامت کی۔

بس سپاہی عورتوں کو اتنا ہی برداشت کرنا پڑا اگرچہ ان میں سے ایک نے بعد کو خودکشی کرلی۔ دوسرے دن مخالف پریس نے سرخ گارڈ کے ہاتھوں محل کی لوٹ‌مار کے قصوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بٹالین پر شدید مظالم کی داستانیں پھیلائیں۔

پھربھی مزدور طبقے کی فطرت میں تباہی اور بربادی پھیلانے سے زیادہ کوئی بری چیز نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تاریخ ۸ نومبر کی صبح کو ایک مختلف کہانی پیش کرتی۔ اس کو یہ لکھنا پڑتا کہ مدتوں سے مظالم کے شکار لوگوں کے انتقام نے زار کی شاندار عمارت

کو اب ٹوٹے پھوٹے پتھروں اور دھوئیں سے بھرے خاکستر کے ڈھیر میں تبدیل کردیا ہے۔

یہ سرد مہر اور سنگدل عمارت ایک صدی سے دریائے نیوا کے کنارے کھڑی تھی۔ لوگوں نے اس کی طرف روشنی کےلئے دیکھا اور اس نے دی تاریکی۔ لوگ اس کے پاس آکر ہمدردی کے لئے روئے اور اس نے ان کو کوڑوں، تازیانوں، گاوؤں کو جلانے اور سائبیریا کو جلاوطن کرنے سے جواب دیا۔ ۱۹۰۵ء میں جاڑے کی ایک صبح تھی جب ہزاروں نہتے لوگ یہاں اپنے آقائے ولی نعمت (یعنی زار) کے پاس یہ عرضداشت لے کر آئے تھے کہ نامنصفانہ باتوں کو دور کیا جائے۔ محل نے رائفلوں اور توپوں سے جواب دیکر ان کے خون سے برف کو سرخ کردیا۔ عوام کےلئے یہ عمارت ظلم و جبر کی یادگار تھی۔ اگر وہ اس کو گراکر زمین کے برابر کردیتے تو یہ جبروتشدد کے شکار لوگوں کے غصے کی ایک اور مثال ہوتی جو اپنی مصیبت کی نفرت‌بھری نشانی کو مٹانا چاہتے ہوں۔

اس کے بجائے انہوں نے اس تاریخی یادگار کو نقصان پہنچنے کے امکان سے بچانے کی کوشش کی۔

کیرینسکی نے اس کے برعکس کیا تھا۔ اس نے انتہائی لاپروائی سے سرمامحل کو اپنی کابینہ کا مرکز اور رہائش‌گاہ بناکر تصادم کا مرکز بنا دیا تھا۔ لیکن ان دھاوا بولنے والے عوام کے نمائندوں نے، جنھوں نے محل پر قبضہ کیا تھا، یہ اعلان کیا کہ محل نہ تو ان کا ہے اور نہ سوویتوں کا بلکہ سب لوگوں کی وراثت ہے۔ سوویت کے ایک فرمان کےذریعہ اس کو عوامی میوزیم قرار دیا گیا اور اس کی نگرانی سرکاری طور پر فنکاروں کی ایک کمیٹی کے سپرد کی گئی۔

ملکیت کی طرف نیا رویہ

اس طرح واقعات نے ایک اور بری پیش گوئی کو جھٹلا دیا۔ کیرینسکی، دان اور دانش‌وروں میں دوسرے لوگوں نے چیخ چیخ کر انقلاب کےخلاف یہ پیش گوئی کی تھی کہ قتل‌وغارت کا خوفناک بازار گرم ہوگا اور مجمع کے ذلیل ترین جذبات کھل کھیلیں گے۔ انہوں

نے کہا کہ ایک بار یہ بھوکے اور تلخیوں سے بھرے کثیر تعداد لوگ حرکت میں آئے تو یہ پاگل غول ہر چیز کو روندتے، توڑتے پھوڑتے اور برباد کرتے چلے جائیں گے - ”حتی کہ گورکی بھی دنیا کے خاتمے کی پیش گوئی کر رہے تھے،، (تروتسکی) -

اور اب انقلاب آگیا - اس میں شک نہیں کہ لوٹ مار کے اکے دکے واقعات ہوئے - امیرانہ لباسوں والے بورژوا لوگ اب بھی اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں - بس ان کے بڑے بڑے سمور کے کوٹ ان کے شانوں پر نہیں ہوتے - قبل اس کے کہ انقلاب لٹیروں کو روک سکے وہ طوفان برپا کردیتے ہیں -

لیکن ایک واقعہ نمایاں ہے کہ انقلاب کے پہلے پھلوں میں نظم وضبط ہے - پیٹروگراد اتنا محفوظ کبھی نہ تھا جتنا وہ عوام کے ہاتھ آنے پر ہوا - سڑکوں پر بے نظیر سکون ہے - رہزنی اور لوٹ مار کے واقعات تقریباً نہیں ہوتے ہیں - لٹیرے اور ٹھگ پرولتاریہ کی آہنی گرفت سے کانپتے ہیں -

یہ صرف منفی ضبط، خوف سے پیدا ہونے والا نظم وضبط نہیں ہے - انقلاب نے ملکیت کے لئے ایک انوکھا احترام پیدا کردیا ہے - دوکانوں کے ٹوٹے ہوئے شوکیسوں میں کھانے اور پہننے کا سامان بہت ہی ضرورت مند لوگوں کی دسترس میں ہے - لیکن ان کو کوئی چھوتا تک نہیں - یہ منظر کچھ المناک سا لگتا ہے کہ بھوکے لوگوں کی دسترس غذا تک ہے لیکن وہ اس کو نہیں لیتے - انقلاب نے جو ضبط پیدا کردیا ہے اس میں کچھ نہ کچھ قابل احترام ہے - وہ ہر جگہ اپنا گہرا اثر ڈال رہا ہے - وہ دور دراز دیہاتوں میں پہنچ رہا ہے - اب کسان بڑی بڑی جاگیروں کو نہیں جلاتے ہیں -

پھر بھی اونچے طبقوں کے لوگ یہ اصرار کرتے ہیں کہ وہی ملکیت کے تقدس کا سچا احترام کرتے ہیں - یہ اس عالمی جنگ کے خاتمے پر عجیب دعوی ہے جس کے لئے حکمراں طبقے ذمہ دار ہیں - ان کے ہی حکم پر شہر نذر آتش کئے گئے، ملک جلکر راکھ ہوگئے، سمندروں کی تہیں ڈبوئے ہوئے جہازوں سے پٹ گئیں، تہذیب کا ڈھانچہ پاش پاش ہوگیا اور اب بھی بربادی کے لئے اور زیادہ خوفناک آلات تیار کئے جا رہے ہیں -

نواں باب

سرخ گارڈ، سفید گارڈ اور سیاہ صد

۷ نومبر کو سوویتوں نے اپنے حکومت ہونے کا اعلان کردیا ۔ لیکن اقتدار لینا ایک بات ہے اور اس کو اپنے ہاتھوں میں برقرار رکھنا دوسری بات ۔ فرمانوں کو لکھنا اور بات ہے اور ان کو زندگی میں نافذ کرنا دوسری بات ۔

سوویتیں جلد ہی جنگ سے دوچار ہوگئیں اور ان کو جنگ کرنے کے لئے ملی بھی تو ٹوٹی پھوٹی فوجی مشینری ۔ وہ بالکل بدنظمی کی حالت میں تھی اور افسروں نے اس کو توڑ پھوڑ دیا تھا ۔ انقلابی جنرل اسٹاف اس گڑبڑ کو اوپر سے ٹھیک ٹھاک نہیں کر سکتا تھا ۔ اس نے براہ راست مزدوروں سے اپیل کی ۔

انھوں نے چھپے ہوئے پٹرول کے ذخیرے اور موٹریں ڈھونڈھ نکالیں اور ٹرانسپورٹ کا کام چالو کیا ۔ انھوں نے بندوقوں، توپ گاڑیوں اور گھوڑوں کو ٹھیک ٹھاک کرکے توپخانے کے دستے بنائے ۔ انھوں نے غذا، مویشیوں کا چارہ اور ریڈ کراس کا سامان سرکاری احکام کے ذریعہ حاصل کرکے بتعجیل محاذجنگ روانہ کیا ۔ انھوں نے ان دس ہزار رائفلوں پر قبضہ جما کر جو کالیدین * کو بھیجی جا رہی تھیں فیکٹریوں میں تقسیم کردیا ۔

فیکٹریوں میں ہتھوڑوں کی گھن گرج کی جگہ مارچ کرتے ہوئے پیروں کی دھمک لےلیتی ہے ۔ فورمین کے احکامات کی جگہ جہاز رانوں کی فوجی کمانیں لےلیتی ہیں جو اناڑی دستوں کو قواعد کراتی ہیں ۔

---

* کالیدین — زار کی فوج کا ایک جنرل جس نے ۱۹۱۷ء کے آخر اور ۱۹۱۸ء کی ابتدا میں ایک انقلاب دشمن بغاوت کی دون کے علاقے میں رہنمائی کی ۔ جب سوویت فوج نے اس بغاوت کو دبا دیا تو کالیدین نے گولی مارکر اپنا خاتمہ کرلیا ۔

سڑکوں پر موٹریں تیزی سے ایسے اشتہار برساتی ہوئی گزرتی ہیں جن میں لوگوں سے ہتیار اٹھانے کی اپیل ہوتی ہے :

''کیرینسکی کے کورنیلوف والے غول ہمارے دارالحکومت کے مضافات تک پہنچ چکے ہیں اور ہمارےلئے خطرے کا باعث ہیں۔ ہر انقلاب دشمن کوشش کو جو عوام اور ان کی فتوحات کے خلاف ہے سختی سے کچلنے کے تمام ضروری احکامات دئے جا چکے ہیں۔

انقلاب کی فوج اورسرخ گارڈ کو مزدوروں کی فوری حمایت کی ضرورت ہے۔

ضلع سوویتوں اور فیکٹریوں کی کمیٹیوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ :

(۱) زیادہ سے زیادہ تعداد میں مزدور خندقیں کھودنے، سڑکوں پر مورچے کھڑے کرنے اور تاروں کی رکاوٹیں بنانے کےلئے لائے جائیں۔

(۲) جہاں بھی اس مقصد کےلئے ضرورت ہو کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام روک دیا جائے اور اس کو فوراً کیا جائے۔

(۳) جتنا بھی مل سکے سب سادہ اور خاردار تار جمع کر لیا جائے۔ اور خندقیں کھودنے اور مورچے کھڑے کرنے کےلئے تمام آلات‌واوزار بھی۔

(۴) لوگ تمام ممکن اسلحہ سے لیس ہوکر چلیں۔

(۵) سخت ڈسپلن برقرار رکھاجائے۔ ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ انقلاب کی فوج کی حمایت و مدد کرنی چاہئے۔ ''

اس کے جواب میں ہر جگہ اپنے اوورکوٹوں پر کارتوسوں کی پیٹی چڑھائے، پیٹھوں پر کمبل باندھے، پھاوڑے، چائےدانیاں اور ریوالور ڈوریوں میں باندھے مزدور نظر آنے لگے۔ ترچھی سنگینوں کی طویل اور ٹیڑھی میڑھی قطاریں اندھیرے میں رواں‌دواں ہوگئیں۔

سرخ پیٹروگراد مسلح ہوکر ان انقلاب‌دشمن طاقتوں کو پیچھے دھکیل دینے کےلئے اٹھ کھڑا ہوا جو اس کی طرف جنوب سے بڑھ رہی تھیں۔ چھتوں کے اوپر سے گزرتی ہوئی کبھی بھاری اور کبھی تیز فیکٹریوں کے بھونپوؤں کی آواز جنگ کے خطرے کا الارم دیتی ہے۔

شہر کے باہر جانےوالی تمام سڑکوں پر مردوں، عورتوں اور لڑکوں کا سیلاب آگیا ہے جو فوجی تھیلے، کدالیں، رائفلیں اور بم

لئے چلے جا رہے ہیں - یکساں اور گڈمڈ مجمع - نہ تو اس کے پاس کوئی جھنڈے ہیں اور نہ اس کا ولولہ بڑھانے کےلئے نقارے - تیز گزرتی ہوئی ٹرکیں ان کو کیچڑ سے نہلا دیتی ہیں اور بہت ہی سرد کیچڑ ان کے جوتوں کے اندر سے نکل رہا ہے ، بالٹک سے آنے والی سرد ہوائیں ان کی ہڈیوں تک میں اترتی چلی جاتی ہیں - لیکن وہ محاذ کی طرف چلے جا رہے ہیں - بھورا دن اندھیری رات میں تبدیل ہوجاتا ہے لیکن وہ آرام نہیں کرتے - ان کے پیچھے شہر کی روشنیاں آسمان تک پہنچ جاتی ہیں لیکن وہ اندھیرے میں آگے ہی بڑھتے رہتے ہیں - اب کھیت اور جنگل دھندلے سایوں سے بھر گئے ہیں جو خیمے نصب کررہے ہیں ، الاؤ جلا رہے ہیں ، خندقیں کھود رہے ہیں اور تاروں کو پھیلا رہے ہیں - ایک مختصر سے دن میں دسیوں ہزار لوگ پیٹروگراد سے بیس میل بڑھ آئے ہیں اور انقلاب دشمن طاقتوں کے خلاف زندہ جان گوشت پوست کی دیوار کی طرح ڈٹ گئے ہیں -

فوجی ماہرین کےلئے یہ فوج ٹوٹی پھوٹی ، محض بھیڑ ہے - لیکن اس " بھیڑ " میں وہ زور اور طاقت ہے جس کو فوجی مورچہ‌بندی کی کتابوں میں پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے - یہ کثیرتعداد جاہل لوگ نئی دنیا کی جھلکیں دیکھ کر بلند ہوگئے ہیں - ان کی رگوں میں مجاہدانہ آگ بھڑک اٹھی ہے - وہ سر ہتیلی پر رکھ کر لڑتے ہیں اور اکثر مہارت کےساتھ - وہ چھپے ہوئے دشمنوں پر تاریک کنجوں میں ٹوٹ پڑتے ہیں - وہ جھپٹتے ہوئے کزاکوں کے خلاف ڈٹے رہتے ہیں اور ان کو گھوڑوں سے کھینچ لیتے ہیں - وہ مشین گن کی فائرنگ کے مقابلے میں زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور پھٹتے ہوئے گولے ان کو پسپا کردیتے ہیں لیکن وہ پھر جمع ہوجاتے ہیں - وہ زخمیوں کو لےجاکر ان کی مرہم پٹی کرتے ہیں - وہ اپنے مرتے ہوئے رفیقوں کے کان میں سرگوشی کرتے ہیں " انقلاب ! عوام ! "، وہ مرتے ہوئے کہتے ہیں " سوویتیں زندہ‌باد ! امن آرہا ہے ! "

انتشار ، ہنگامہ ، بدحواسی — واقعی یہ سب کچھ ان کچے رنگروٹوں میں ہے جو ورکشاپوں اور غربت‌زدہ محلوں سے آئے ہیں - لیکن ان بھوکے ، محنت و مشقت کے مارے مردوں اور عورتوں کا

مجاہدانہ جوش جو اپنے عقیدے کےلئے لڑ رہے ہیں ان کے دشمنوں کی منظم بٹالینوں سے زیادہ کارگر ہے - وہ ان بٹالینوں کو تباہ کردیتا ہے - وہ ان کی ہمت‌وجرات کو پاش پاش کرتا ہے - پختہ‌کار کزاک آتے ہیں ، دیکھتے اور اس کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں - ''وفادار'' ڈویژن جو محاذ کو بھیجے گئے ہیں ان مزدور سپاہیوں پر گولی چلانے سے قطعی انکار کر دیتے ہیں - ساری مخالفت مفلوج یا غائب ہوجاتی ہے - کیرینسکی بھیس بدلکر محاذ سے بھاگ جاتا ہے - ان زبردست فوجوں کا کمانڈر جو بالشویکوں کو کچلنےوالی تھیں ایک ایسا فوجی پہرےدار نہیں پاسکا جو فرار میں اس کا ساتھ دے - پورے محاذ پر پرولتاریہ کی فتح ہوتی ہے -

سفیدوں کا ٹیلی‌فون اسٹیشن پر قبضہ

جب سوویت عوام پیٹروگراد کے باہر میدانوں میں لڑ رہے تھے اچانک انقلاب‌دشمنی نے عقب میں سر اٹھایا - وہ سوویت طاقت کو شہر میں اس کے مرکز پر ہی مفلوج کر دینا چاہتے ہیں -

یونکر جن کو سرما محل میں گرفتاری کےبعد مشروط طور پر رہا کردیا گیا تھا ، اپنے عہد کو توڑکر سفید گارڈوں کی بغاوت میں شامل ہوجاتے ہیں - ان کو ٹیلی‌فون اسٹیشن پر قبضہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے -

ٹیلی‌فون اسٹیشن شہر کے اہم مرکزوں میں سے ہے - اس سے لاکھوں تار دوڑائے گئے ہیں جو لاکھوں اعصابی تاروں کی طرح ملکر شہر کو واحد حیثیت دیتے ہیں - پیٹروگراد میں ٹیلی‌فون اسٹیشن کی زبردست پتھر کی عمارت مورسکایا سڑک پر واقع ہے - یہاں کچھ سوویت سنتری تعینات ہیں - ان کےلئے تھکن بھرے دن میں ایک ہی خوشکن خیال ہے کہ رات میں سنتری بدل دئے جائیں‌گے -

رات آئی اور بیس سپاہی سڑک پر چلتے ہوئے نظر آئے - سنتریوں نے سوچا کہ یہ دستہ ان کی جگہ پر آکر ان کو چھٹی دیگا - لیکن ایسا نہیں ہے - یہ دستہ یونکروں اور افسروں کا ہے جنھوں نے سرخ گارڈوں کا بھیس بدل رکھا ہے - ان کی بندوقیں سرخ گارڈ کے اسٹائل

میں کندھوں پر ترچھی لٹک رہی ھیں - وہ سنتریوں کو سرخ گارڈ کے خفیہ الفاظ بتاتے ھیں اور سنتری ان پر یقین کرکے اپنی بندوقیں یکجا کھڑی کرتے ھیں اور جانے کےلئے مڑتے ھیں - پلک جھپکتے بیس ریوالور ان کے سروں پر چمکتے نظر آتے ھیں -

" رفیقو ! "، حیران ھوکر سرخ سنتری کہتے ھیں -

"سور کہیں کے ! "، افسر چلا کر کہتے ھیں " اس ھال کے اندر چلو اور اپنے منہ بند رکھو نہیں تو ھم تمہارا بھیجا اڑا دینگے - "

سنتریوں کے پیچھے دروازہ زور سے بند ھوجاتا ھے - ان کو چھٹی اور آزادی کے بجائے سفید گارڈوں کی قید نصیب ھوتی ھے - ٹیلیفون اسٹیشن انقلاب دشمن لوگوں کے ھاتھ میں آجاتا ھے -

صبح کو نئے مالکوں نے ایک فرانسیسی افسر کی نگرانی میں اس عمارت کی مورچہ‌بندی ختم کرلی - اچانک یہ افسر میری طرف مڑا اور سختی سے بولا " تم یہاں کیا کرر ھے ھو؟ "

" نامہ‌نگار — امریکی "، میں نے جواب دیا - " یہ دیکھنے کےلئے آگیاھوں کہ یہاں کیا ھورھا ھے - "

" آپ کا پاسپورٹ "، اس نے مانگا - میں نے نکال کر دے دیا - اس کو دیکھ کر اس پر رعب پڑا اور اس نے معافی مانگتے ھوئے کہا " دراصل یہ میرا کام نہیں ھے - آپ کی طرح میں بھی یہ دیکھنے آگیا تھا کہ یہاں کیا ھو رھا ھے - "، لیکن وہ کام کی سربراھی کرتا رھا -

محرابی پھاٹک کے دونوں طرف یونکروں نے بکسوں، موٹروں اور لٹھوں کے ڈھیروں کے مورچے بنالئے - وہ رسد اور اسلحہ لانےوالی موٹروں سے جو ادھر سے گزرتی تھیں اپنی جنگی وصول کرلیتے تھے اور ادھر سے گزرنےوالے ھر ایسے شخص کو گرفتار کرنے لگے جو سوویت سپاھی کی خدمات انجام دینے کا امکان رکھتا ھو -

ان کو ایک بڑا تحفہ ملا جب جنگ کے سوویت کمیسار انتونوف ان کے جال میں پھنس گئے - وہ اپنی موٹر میں ادھر سے گزر رھے تھے، ان کو اچانک اپنی نشست سے کھینچ لیا گیا اور قبل اس کے کہ وہ اس صدمے سے حواس میں آسکیں وہ قید تھے - ایسے وقت جبکہ

انقلاب کی قسمت کا فیصلہ ہورہا تھا وہ انقلاب‌دشمن لوگوں کے قیدی بن‌چکے تھے۔ ان کو اپنی قید پر جتنی کوفت تھی اس سے کہیں زیادہ انقلاب‌دشمنوں کو ان کو قید کرنے پر خوشی ہوئی۔ وہ بے‌حد خوش تھے کیونکہ انقلابی پیٹروگراد کے غیرمنظم عوام میں ابھی تک لیڈروں کی تعداد بہت ھی کم تھی۔ وہ فوجی سائنس کے قوانین کے مطابق جانتے تھے کہ عوام جب لیڈر کے بغیر ہوں گے تو وہ ان کے گڑھ پر حملہ نہ کرسکیں‌گے اور سرخ لوگوں کا سب سے بڑا فوجی دماغ اب ان کے ھاتھ میں تھا۔

انقلاب اپنی فوجی طاقتیں مجتمع کرتا ھے

لیکن ان افسروں کو بعض باتیں نہیں معلوم تھیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ انقلاب کا انحصار واحد دماغ پر یا کچھ دماغوں پر نہیں ھے بلکہ روسی عوام کے اجتماعی دماغ پر ھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انقلاب نے کتنی گہرائی سے ان عوام کے دماغ، پیش‌قدمی اور وسائل کو اکسا دیا ھے اور ان کو ایک جیتی‌جاگتی وحدت میں ڈھال دیا ھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انقلاب ایک زندہ نظام تھا جو خودکفیل اور ھادی بالذات تھا اور کسی خطرے کے موقع پر اپنی حفاظت کےلئے ساری مضمر طاقتوں کو مجتمع کرسکتاتھا۔

جب ایک بھی برا جرثومہ جسم انسانی کے خون میں پہنچ جاتا تھا تو پورا جسم خطرے کو اس طرح محسوس کرتا ھے جیسے کوئی الارم دے دیا گیا ھو۔ سیکڑوں رگوں کےذریعہ مخصوص جسمئے یا phagocytes تیزی کےساتھ زھر کے مرکز پر حملے کےلئے آتے ھیں اور حملہ‌آور کو گھیر کر اسے نکال باھر کرنے کی کوشش کرتے ھیں۔ یہ دماغ کا شعوری فعل نہیں ھوتا ھے۔ یہ وہ غیرشعوری سمجھ ھے جو جسم انسانی کا لازمی جز ھوتی ھے۔

اب سرخ پیٹروگراد کے جسم کے اندر انقلاب دشمنی کا مضرت‌رساں زھر داخل ھوگیا جو اس کی زندگی کےلئے مہلک ھے۔ اس کا ردعمل فوری ھوا۔ فوراً سیکڑوں سڑکوں اور رگوں سے جسمئے (اس صورت میں سرخ) وبا سے متاثر مرکز یعنی ٹیلی‌فون اسٹیشن کی طرف تیزی سے آئے۔

تڑ ! ایک گولی لٹھے کو چھید کر بندوق سے مسلح پہلے سرخ جسمئے کی آمد کی اطلاع دیتی ھے ۔ تڑ ، تڑ ! سیسے کی بوچھار ھوتی ھے جو دیواروں سے پتھروں کے ٹکڑے اکھاڑ پھینکتی ھے ۔ یہ اور زیادہ حملہآور دستوں کے حملے کا اعلان ھے ۔

اپنے مورچوں سے جھانک کر انقلابدشمنوں نے دیکھا کہ سڑک کے سرے پر سرخ گارڈوں کا بڑا اجتماع ھے ۔ ان کو دیکھ کر ایک پرانے زارشاھی افسر کی درندگی بیدار ھوجاتی ھے اور وہ چلاتا ھے ’’ بندوقیں اٹھاؤ اور اس بھیڑ کو بھون کر رکھ دو ! ،، انھوں نے سڑک پر ادھر ادھر رائفلوں اور مشین گنوں سے ایک طوفان برپا کردیا ۔ کسی درے کی طرح سڑک شوروغل اور گولیوں کی آواز سے بھر گئی ۔ لیکن سرخ لوگوں کی لاشیں نہیں نظر آرھی ھیں ۔ انقلابی عوام قربانی کا بکرا نہیں بننا چاھتے ۔ اشتعال میں آکر وہ اپنی جانیں نہیں دینا چاھتے ۔

پچھلے دنوں کے مقابلے میں اب بات مختلف ھے ۔ اس وقت مجمع بڑی خوشی سے اپنے کو بندوقوں کا چارہ بننے دیتا تھا ۔ سیکڑوں کی تعداد میں وہ سرمامحل کے چوک پر بکھرے پڑے تھے ، توپخانے نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا ، کزاکوں کے گھوڑوں نے ان کو کچل کر رکھ دیا اور مشین گنوں نے انھیں بری طرح بھون ڈالا تھا ۔ کتنا آسان تھا یہ ! اور اب بھی ان کو ختم کرنا آسان ھوتا اگر وہ دشمن کے مورچوں پر جھپٹ پڑتے ۔

لیکن انقلاب اپنے مال مسالے کو احتیاط سے صرف کرتا ھے ۔ اس نے عوام کو محتاط بنا دیا ھے ۔ اس نے ان کو جنگی چالوں کا پہلا سبق سکھا دیا ھے یعنی یہ معلوم کرو کہ دشمن تم سے کس اقدام کی توقع کرتا ھے اور پھر اس کو مت کرو ۔ سرخ لوگ یہ سمجھ جاتے ھیں کہ جو مورچے یہاں کھڑے کئے گئے ھیں وہ ان کو برباد کرنے کےلئے ھیں اور وہ مورچوں کو برباد کردینا چاھتے ھیں ۔

وہ ان کا جائزہ لیکر حملے کے طریقوں کا فیصلہ کرتے ھیں ۔ وہ ھر بہتر جگہ کو چن لیتے ھیں ۔ وہ سنگین ستونوں کے پیچھے چھپ جاتے ھیں ، دیواروں پر چڑھ جاتے ھیں ، منڈیروں پر رینگتے ھوئے بڑھتے ھیں ، چھتوں پر پٹ پڑ جاتے ھیں اور کھڑکیوں اور دود کشوں

میں کمین گاھیں بنا لیتے ھیں - ھر زاوئیے سے وہ مورچوں کو اپنی بندوقوں کا نشانہ بنا لیتے ھیں - پھر اچانک وہ گولیاں چلانا شروع کرتے ھیں اور گولیوں کی بوچھار سے مورچوں کو چھلنی کر دیتے ھیں - جس طرح انھوں نے غیرمتوقع طور پر شروع کیا تھا اسی طرح وہ رک جاتے ھیں اور چپکے چپکے نئی پوزیشن سنبھال لیتے ھیں - پھر گولی چلتی ھے اور دوبارہ خاموشی ھوجاتی ھے - اب سفید افسر یہ محسوس کرنے لگتے ھیں جیسے وہ پھندے میں گرفتار جانور ھوں جن کے گرد نظر نہ آنےوالے شکاری آتشیں حلقہ بنا رھے ھوں -

نئے نئے دستے برابر پہنچ رھے ھیں اور حلقے کی خالی جگھوں کو پر کررھے ھیں - یہ حلقہ زیادہ تنگ ھوتا جاتا ھے اور مرکز میں انقلاب دشمنوں کی قسمت پر مہر لگا دیتا ھے - منحوس جگہ کو علحدہ کرنے کے بعد انقلاب اس کو برباد کرنے کی تیاری کرتا ھے -

گولیوں کی ایک بوچھار سفید لوگوں کو مورچے چھوڑ کر محرابی پھاٹک میں پناہ لینے پر مجبور کرتی ھے - پتھر کے پشتوں کے پیچھے وہ رک کر مشورہ کرتے ھیں - پہلا منصوبہ تو یہ ھے کہ زوردار دھاوا کرکے سرخ حلقے کو توڑدیا جائے اور نکل جایا جائے - لیکن وہ یہ بھی دیکھتے ھیں کہ یہ خود کشی کے مترادف ھے - ایک مخبر رینگ کر چھت پر جاتا ھے ، اس کو پسپا کردیا جاتا ھے ، ایک گولی اس کے شانے میں ترازو ھو جاتی ھے - وہ وقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ھیں ، اور صلح کی بات‌چیت کی التجا کرتے ھیں - لیکن محاصرہ کرنےوالے جواب دیتے ھیں :

” تین دن پہلے ھم نے تم کو سرما محل میں گرفتار کیا تھا اور مشروط طور پر چھوڑا تھا - تم نے اپنا وعدہ توڑا - تم نے ھمارے رفیقوں کو گولی ماردی - ھم تمھارے اوپر اعتبار نہیں کرتے - “

وہ معافی کی التجا اور انتونوف کی رھائی کی پیش کش کرتے ھیں -

” انتونوف کو تو ھم خود لے لینگے “ سرخ لوگ جواب دیتے ھیں ” اگر تم نے ان کو نقصان پہنچایا تو ھم تم کو قتل کردیں گے - تم میں سے ھر ایک کو - “

,, خراب ہونے دو ان کی حالت ،، ایک جہازراں نے گرج کر گالی دیتے ہوئے کہا ,, کیا انھوں نے ہمارے سپاہیوں کو نہیں ستایا ہے ؟ اور ہم نے ان سے وعدہ لیکر چھوڑا تھا۔ جھوٹے کہیں کے۔ ،،

اس پر ایک اور جہازراں نے چلاکر کہا ,, نہیں ، کامریڈ ،، اور ہماری طرف مخاطب ہوکر بولا ,, اچھا ، جاؤ۔ جلدی کرو۔ ،،

ہم سڑک پر روانہ ہوگئے اور ہمارے پیچھے ٹیلیفون اسٹیشن پر پھر گولیوں کی بوچھار شروع ہوگئی۔

,, بہرحال یہ سرخ گارڈ برے لوگ نہیں ہیں ،، میں نے کہا۔

,, احمق ہیں۔ جن کو آپ انگریزی میں damn fools کہتے ہیں ، ہے نا ؟ ،، اور وہ ٹھٹھا مار کر ہنس دئے۔

ہم تیزی کےساتھ فرانسیسی نامی ساحلی سڑک پر چلے جا رہے تھے۔ ہم نے ایک طویل چکر لگایا تاکہ اگر کوئی ہمارا پیچھا کررہا ہو تو اس کو چرکا دے سکیں۔ ایک سخت موڑ لیکر ہم انجنیر قلعہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس کا بڑا پھاٹک ہمارے لئے کھل گیا اور ایک منٹ بعد ہم روسی ، فرانسیسی اور برطانوی افسروں سے بھرے ہوئے ایک دیوان‌خانے میں تھے۔ اسٹاف نے ٹیلیفون اسٹیشن کے نازک حالات کی رپورٹ سنی اور ایک بکتربند کار اور کمک فوراً بھیجنے کا حکم دیا۔ چند تفصیلات پر تبادلۂ خیال ہوا اور زارشاہی جنرل سے کچھ بات‌چیت۔ پھر ہم واپس جانے کےلئے تیار ہوگئے۔

,, ایک منٹ ٹھہرئے ،، جنرل نے کہا ,, میں آپ کو اپنے ساتھ لےجانے کےلئے ایک مفید چیز دینا چاہتا ہوں ،،۔ وہ ایک میز کے پاس بیٹھ گیا اور کچھ کاغذات نکالے جو اپنی شکل و صورت میں سوویت کاغذات شناخت کی طرح تھے۔ اس نے ایک مہر اٹھائی اور زور سے ایک کاغذ پر لگا دی۔ اس کاغذ پر ,, جنگی انقلابی کمیٹی ،، کے جادو بھرے الفاظ آگئے جو اپنی شکل و صورت اور حروف کے لحاظ سے بالکل سوویت مہر سے ملتے تھے۔ اگر یہ چرائی ہوئی سوویت مہر نہ تھی تو اس کی ٹھیک نقل ضرور تھی۔ کوئی بھی اس کے نقلی ہونے کا پتہ نہیں چلا سکتا تھا۔

,, خود تروتسکی بھی اس سے بہتر کاغذات شناخت نہیں دے سکتا ،، جنرل نے یہ کاغذ دیتے ہوئے کہا ,, ایسے غیریقینی زمانے

میں کاغذات ہمیشہ ٹھیک قسم کے ہونے چاہئیں۔،، جنرل نے مذاق کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی اور دو مزید کاغذوں پر یہ مہر لگائی۔ ،،یہ رہے! کسی ہنگامی موقع کے لئے! اس کو ذرا ٹیڑھے میڑھے اور غلط لکھے ہوئے الفاظوں سے بھرئیے اور پھر حسب خواہش ہر جگہ جانے کے لئے اعلی درجے کا بالشویک اجازت نامہ تیار ہوجاتا ہے۔ اور ہاں، یہ بھی،، اس نے کچھ لوہے کے سیاہ گولے دیتے ہوئے جو بیس بال کے گیندوں جیسے تھے اپنی بات میں اضافہ کیا ،،یہ بھی آپ کے لئے اچھے رہیں گے۔،،

،،دستی بم ہیں؟،، میں نے دریافت کیا۔

،،نہیں،، جنرل نے جواب دیا ،،گولیاں ہیں، گولیاں۔ سرخ گارڈوالوں کی دوا کے لئے۔ کسی سرخ گارڈ کے سپاہی کے یہ ٹھیک جگہ پر بیٹھ جائے تو یہ بالشویزم، انقلاب، سوشلزم اور ہر اس بیماری کی یقینی دوا ہے جس میں وہ مبتلا ہے۔ ہے نا؟،، اس نے اپنے مذاق پر بہت خوش ہوکر زور سے کہا ،،گولیوں سے بھری ریڈ کراس کی کار!،،

اب ہماری کار پھر ٹیلی فون اسٹیشن کی طرف واپس روانہ ہوئی*۔ لیکن پچھلے آدھ گھنٹے میں سڑکیں بدل گئی تھیں۔ سرخ سنتری تقریباً ہر کونے پر تعینات تھے۔ یہ زیادہ‌تر کسان تھے جن کو تقدیر نے پرسکون دیہات سے چھین کر اس شہر میں دھکیل دیا تھا جو انقلابیوں اور انقلاب دشمنوں سے بھرا ہوا تھا اور ان کسانوں کے لئے ان لوگوں کے درمیان شناخت کرنے کی کوئی نشانی نہ تھی۔

جب ہم اپنے کاغذات ان پر مسلط کردیتے تھے، کار پر ریڈ کراس کا نشان دکھلاتے تھے اور چلا کر کہتے تھے ،،زخمیوں کی امداد،

---

* ہم انجنیر قلعہ سے بہت بروقت نکلے ورنہ میں گرفتار ہو جاتا۔ اس کے بارے میں مجھے بیس سال بعد کیرینسکی کی کابینہ کے ایک سابق نائب‌وزیر جنگ سے معلوم ہوا۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب سفیدوں کے جنرل اسٹاف کو پتہ چلا کہ میں انجنیر قلعہ میں تھا تو انھوں نے ٹیلی فون کیا کہ مجھے فوراً گرفتار کرلیا جائے۔ لیکن ریڈ کراس کی کار وہاں سے روانہ ہوچکی تھی۔ (مصنف)

کامریڈ،، تو وہ بدحواس ہو جاتے تھے۔ اور جب تک وہ اپنے حواس یکجا کریں ہم آگے بڑھ جاتے تھے، یکےبعد دیگرے ہم ان کو اسی عالم میں چھوڑ کر بڑھتے جارہے تھے کہ ایک بڑے کسان سے دوچار ہوگئے جو ملیونایا سڑک کے بیچوں بیچ میں کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے رائفل تان کر ہمارا راستہ روک لیا اور ہم کو یکدم رکنا پڑا۔

"احمق !،، افسر نے چلا کر کہا "دیکھتے نہیں ہو کہ یہ ریڈ کراس کی کار ہے؟ کامریڈ مر رہے ہیں اور تم وقت ضایع کر رہے ہو۔،،

"کیا تم بھی رفیق ہو؟،، کسان نے پوچھا اور افسر کی وردی کو شبہ سے دیکھا۔

"ہم تو ہیں۔ بورژوازی نے بہت دنوں تک عوام کا خون پیا! انقلاب دشمن غدار مردہ باد!،، افسر نے انقلابی نعرے لگائے۔

"اور میں یہ دن دیکھنے کےلئے زندہ ہوں جب افسر جاہل لوگوں کی مدد کررہے ہیں؟،، بوڑھے کسان نے اپنے آپ بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یہ بڑی بات تھی اور اس کو یقین نہیں آرہا تھا۔ اس لئے اس نے ہمارے کاغذات طلب کرلئے۔

اس کی انگلیاں ہر سطر پر رہنمائی کےلئے چل رہی تھیں اور وہ مشکل سے اٹک اٹک کر ہر لفظ کو پڑھ رہا تھا۔ جب کسان افسر کے کاغذات کا مطالعہ کررہا تھا اسی وقت یہ افسر اپنے پستول پر ہاتھ ڈالے کسان کے چہرے کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ وہ کسان نہیں جانتا تھا کہ وہ موت سے کتنا قریب ہے۔ اگر اس نے یہ کہدیا ہوتا "نہیں، تم نہیں جا سکتے،، تو افسر نے اس کا بھیجا اڑا دیا ہوتا۔ ہمیں جانے کی اجازت دیکر اس نے اپنے زندہ رہنے کی اجازت حاصل کرلی تھی۔ اسکو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہمارے کاغذات پر مہر جعلی تھی۔ اس نے صرف یہ دیکھا کہ یہ کاغذ تو اس کے اپنے کاغذ کی طرح ہے اور اس نے "ہاں،، کہہ دیا۔ چنانچہ ہم پھر چل پڑے۔

ایک بار پھر ہم ٹیلیفون اسٹیشن کے گرد سرخ محاصرے میں آگئے۔ افسروں کےلئے یہ گھبراہٹ کا لمحہ تھا۔ سفید زخمیوں کےلئے زندگی اور مدد لانے کے بہانے وہ سرخ لوگوں کےلئے موت اور زخم لا رہے

تھے اور سرخ لوگوں کو اس کا پتہ نہ تھا ۔ اگرچہ وہ انقلاب دشمنوں کی غداری کا مزا چکھ چکے تھے لیکن ان کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ تمام اخلاقی قوانین کو ٹھکرا دیں گے اور خود اپنے قواعد کی خلاف‌ورزی کریں گے ۔ اس لئے جب ان افسروں نے انسانیت کے نام پر یہ التجا کی کہ کار کو جلد از جلد گزرنے دیا جائے تو سرخ گارڈوالوں نے جواب دیا ’’ اچھا ، ریڈکراس ہے ، جلدی جاؤ ۔ ،،

سرخ گارڈوں کی صفیں کھل گئیں اور دستی بموں سے لدی ہماری کار ٹیلی‌فون اسٹیشن کے محرابی پھاٹک میں پہنچ گئی ۔ محصور سفید لوگوں نے اس کا خیرمقدم خوشی کے نعروں سے کیا ۔ وہ دستی بم اور تازہ‌ترین فوجی خبریں پاکر خوش ہوئے ۔ لیکن سب سے زیادہ خوشی ان کو یہ معلوم کرکے ہوئی کہ ایک بکتربند کار ان کی کمک کےلئے آرہی ہے ۔

دسواں باب

سفید لوگوں کےلئے رحم یا موت؟

ٹیلی‌فون اسٹیشن کےاندر گھرے ہوئے سفید گارڈوں کی حالت خراب تھی ۔ لیکن اب یہ خوشخبری ملی کہ ایک بکتربند کار جلد ہی ان کی مدد کےلئے آرہی ہے ۔ وہ اس کے انتظار میں سڑک کی طرف آنکھیں لگائے ہیں ۔

اس کو نیفسکی کی طرف سے آتے دیکھ کر انھوں نے اس کا تالیوں سے خیرمقدم کیا ۔ ایک بڑے آہنی گھوڑے کی طرح جھومتی ہوئی یہ کار مورچوں کے سامنے رک گئی ۔ سفید گارڈوں نے پھر تالیاں بجائیں ۔ یہ تالیاں منحوس ہیں ۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ وہ اپنی موت کا خیرمقدم کررہے ہیں ۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ ان کی کار نہیں ہے ۔ وہ سرخ لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی ہے ۔ یہ ٹرائےوالا گھوڑا ہے جس کے بکتربند پیٹ میں انقلاب کے سپاہی چھپے ہیں ۔ وہ ادھر ادھر گھومتا ہے یہاں تک کہ اس کا تھوتھن بڑے پھاٹک کی طرف ہوجاتا

ہے - پھر اچانک اس سے گولوں کی بوچھار اس طرح ہوتی ہے جیسے کسی نلکے سے پانی کی بارش - اور اب تالیوں کے بجائے چیخیں بلند ہوتی ہیں ! بکسوں اور ایک دوسرے سے ٹکراتے اور لڑکھڑاتے افسر ایک چیختے ہوئے گڈمڈ غول کی طرح اسٹیشن کی گزرگاہ سے بے تحاشا بھاگ کر زینوں پر چڑھ جاتے ہیں -

واقعی ، یہ منصفانہ ہے ! یہاں جہاں چند گھنٹے پہلے یہ انقلاب دشمن ، انقلابیوں کی کن پٹیوں پر ریوالور دبا رہے تھے ، اب انقلابی ان کی کن پٹیوں کو اپنی مشین گنوں کا نشانہ بنا رہے ہیں -

سفید گارڈوں کی بدحواسی

زینے کے اوپر جا کر سفید گارڈوالے الگ الگ ہوگئے - اس لئے نہیں کہ وہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ زیادہ اچھی طرح بھاگ سکیں گے - دس باعزم آدمی ان زینوں پر سے ہزار کا مقابلہ کر سکتے ہیں - لیکن ایسے دس آدمی بھی نہیں ہیں - ایک بھی نہیں ہے - بس ایک بدحواس غول ہے جو ایسے خوف میں گرفتار ہے جس نے ان کے چہروں کا سارا خون چوس لیا ہے اور ساری عقل سے ان کے دماغ خالی کردئے گئے ہیں - ان کی ہمت رفوچکر ہوگئی ہے ، سمجھ بالکل ختم ہو گئی ہے - اتحاد کا وہ احساس بھی جاتا رہا ہے جو کسی غول میں مشترکہ خطرے کے وقت پیدا ہو جاتا ہے -

”جو بھی اپنے کو بچا سکتا ہے بچائے ،، پرانے افسر چیخ چیخ کر فرانسیسی زبان میں کہہ رہے ہیں -

اب وہ ٹوپیاں ، پٹیاں اور تلواریں اتار اتارکر پھینک رہے ہیں - اعزاز کے نشانات اور پٹیاں اب بے عزتی اور موت کی نشانیاں بن جاتی ہیں - وہ اپنے شانوں کی پٹیاں ، سنہرے فیتے اور بٹن نوچ کر پھینک دیتے ہیں - وہ مزدوروں کے لباس ، کسی لبادہ یا اوورکوٹ غرض ہر ایسی چیز کے لئے التجا کرتے ہیں جو ان کے عہدے کو چھپا سکے - ایک افسر کو چکنائی سے داغدار قمیص مل جاتی ہے تو وہ خوشی سے پاگل ہوجاتا ہے - ایک کپتان کے ہاتھ کسی باورچی کا پیش بند آجاتا ہے تو وہ اس کو پہن لیتا ہے اور اپنے ہاتھوں میں آٹا سان لیتا ہے - اس طرح یہ خوف سے سفید افسر سفیدترین سفید گارڈ ہوجاتا ہے -

لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے لئے سوائے تاریک کو ٹھریوں، ٹیلیفون بوتھوں اور اٹاریوں کے کونوں کے اور کوئی جگہ نہیں ھے۔ ان میں وہ ایسے جانوروں کی طرح رینگتے ھیں جن کا تعاقب شکاری کر رھے ھوں۔ اپنے دشمنوں کےساتھ غداری میں یہ افسر اپنے اتحادیوں کےساتھ غداری کا اضافہ کرتے ھیں۔ وہ یونکروں کو اس پھندے میں لائے تھے اور اب پھندے کے بند ھوتے وقت افسر ان کو چھوڑکر بھاگ رھے ھیں۔

اپنے حواس یکجا کرکے یونکر چلاتے ھیں ''ھمارے افسر! ھمارے افسر کہاں ھیں؟،، لیکن ان کی چیخوں کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ ''لعنت ھو ان بزدلوں پر!،، وہ چلاتے ھیں ''وہ ھمیں چھوڑکر بھاگ گئے۔،،

اس غداری پر غصہ یونکروں کو یکجا کردیتا ھے۔ ان کی بہترین چال تو یہ ھوتی کہ وہ زینے پر ڈٹ کر مقابلہ کریں لیکن وہ اس سے بھاگ کھڑے ھوتے ھیں۔ نیچے جو سرخ انتقام کمین گاہ میں ھے اس سے وہ ھراساں ھیں۔ وہ ان کو آگے نہیں بڑھنے دیگا۔ وہ پیچھے بھاگ کر ایک موٹی دیواروں والے کمرے میں گھس جاتے ھیں جس کا دروازہ بہت تنگ ھے۔ یہاں وہ ان چوھوں کی طرح جو کسی سوراخ میں چھپے ھوں سرخ گارڈوں کے سیلاب کا انتظار کرتے ھیں جو زینے پر چڑھکر اور گزرگاھوں کو بھر کر ان کو ڈبو سکتا ھے۔

ان میں سے کچھ نوجوانوں کےلئے جو متوسط طبقے کی پیداوار ھیں یہ انجام دو گنا المناک ھے۔ کسانوں اور مزدوروں کے ھاتھوں موت جن کے ساتھ ان کا کوئی جھگڑا نہیں ھے۔ لیکن انقلاب دشمنوں کے خیمے میں گھرکر ان کو اس انجام کا سامنا کرنا ھی ھے۔ وہ سمجھتے ھیں کہ وہ اس کے کتنے سزاوار ھیں۔ یہ احساس جرم ان کو بدحواس کردیتا ھے۔ ان کی بندوقیں ان کے ھاتھوں سے گرجاتی ھیں۔ وہ کرسیوں اور میزوں پر کراھتے ھوئے ڈھیر ھوجاتے ھیں، ان کی آنکھیں داخلے پر لگی ھیں جس کے ذریعہ سرخ لوگوں کا سیلاب زوروں کےساتھ آنے والا ھے۔ وہ پہلی لہر کی سرسراھٹ پر کان لگائے ھیں جو زینوں کے اوپر آکر، دروازے سے ٹکرائیگی۔ ان کی دھڑکتی ھوئی نبضوں کے سوائے کوئی آواز نہیں سنائی دے رھی ھے۔

اس عمارت میں ایک اور اذیت کا کمرہ ہے۔ اس میں انتونوف، سرخ سنتری اور وہ سب قیدی ہیں جو سفید گارڈوں نے دن کے دوران گرفتار کئے تھے۔ وہ قید میں لاچار بیٹھے ہیں جبکہ باہر انقلاب کی قسمت کے فیصلے کے لئے زوروں کی لڑائی ہورہی ہے۔ کوئی بھی ان کو نہیں بتاتا کہ لڑائی کیسی چل رہی ہے۔ موٹی موٹی دیواروں سے گزر کر صرف رائفلوں کی مدھم آواز اور شیشوں کے چھناچھن ٹوٹنے کی آواز۔

اب سب آوازیں یکایک بند ہو گئیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ انقلاب دشمنی کی فتح؟ کیا سفیدوں کی جیت ہوگئی؟ اب کیا ہوگا؟ دروازہ کھلےگا اور گولیوں سے نشانہ بنانےوالا دستہ ان کو دیوار سے لگاکر کھڑا کر دیگا؟ ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی جائیں گی؟ رائفلوں کے چلنے کی آواز ہوگی؟ ان کی موت ہوگی اور انقلاب کی بھی؟ اس طرح وہ سر ہاتھوں میں دبائے سوچ رہے ہیں جبکہ دروازے کے اوپر لگی ہوئی گھڑی بےرحمی سے ایک ایک سکنڈ بتا رہی ہے۔ ہر سکنڈ آخری ہو سکتا ہے اور وہ اس آخرت کا انتظار کر رہے ہیں، ان کے کان قاتل دستے کی چاپ پر لگے ہوئے ہیں جو گزرگاہ سے آئیگا۔ لیکن گھڑی کی ٹک ٹک کے سوا کوئی آواز نہیں ہے۔

ابھی ایک اور اذیت کا کمرہ ہے۔ یہ عورتوں سے بھرا ہے۔ یہ اوپری منزل پر ہے۔ یہاں ٹیلیفون اسٹیشن پر کام کرنےوالی سیکڑوں لڑکیاں سوئچ بورڈوں کے گرد دبکی بیٹھی ہیں۔ آٹھ گھنٹے کی گولہ‌باری، افسروں کی بدحواسی بھری بھاگ دوڑ، مدد کےلئے ان کی خوف‌زدہ چیخیں۔ ان سب باتوں نے ان لڑکیوں کے اعصاب کو بری طرح خراب کردیا ہے اور ان کے دماغوں پر بدحواسی طاری ہے۔ ان کے خیالات بالشویکوں کے ہولناک مظالم کے قصوں، عورتوں کی بٹالین کی عصمت‌دری اور ان سرخ غولوں کے جرائم کی طرف جاتے ہیں جو نیچے صحن میں سیلاب کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔

اپنے تصور میں وہ ان مظالم کا شکار ہو چکی ہیں اور ان وحشی درندوں کے بازوؤں میں پھڑک رہی ہیں۔ وہ رونے لگتی ہیں اور آخری

اور الوداعی تحریریں لکھتی ہیں - وہ چھوٹے چھوٹے جتھوں میں جمع ہو جاتی ہیں اور ان کے چہرے خوف سے سفید پڑ گئے ہیں - وہ ان بدمعاشوں کی خوشی بھری چیخوں اور ہال کی طرف سے ان کے بوٹوں کی آوازوں پر کان لگائے ہیں - لیکن بوٹوں کی آواز نہیں آرہی ہے، صرف ان لڑکیوں کے اپنے دلوں کی دھڑکن سنائی دے رہی ہے -

عمارت بالکل مقبرے کی طرح خاموش ہے - یہ مردہ لوگوں کی خاموشی نہیں ہے بلکہ یہ خاموشی کشیدہ اور مرتعش ہے - یہ ان سیکڑوں زندہ لوگوں کی خاموشی ہے جن کو خوف نے مفلوج کر دیا ہے - یہ خاموشی متعدی ہے اور یہ دیواروں سے گزر کر باہر سرخ مجمع پر بھی چھاجاتی ہے - وہ بھی اسی خوف سے مفلوج ہوکر خاموش ہو جاتے ہیں - وہ زینے سے اس طرح پیچھے ہٹ جاتے ہیں جیسے وہ گولیاں اگلنے لگے گا یا وہاں سے بموں کی بوچھار ہوگی - یہ سیکڑوں لوگ اندر والے سفید لوگوں سے خوفزدہ ہیں! اندر سیکڑوں لوگ باہر والے سرخ لوگوں سے ڈرے ہوئے ہیں - ہزاروں آدمی ایک دوسرے کی اذیت کا باعث ہیں -

عمارت کے اندر یہ خاموشی کی آزمائش ناقابل برداشت ہوجاتی ہے - میں تو کم از کم اب اس کو برداشت نہیں کرپاتا - میں سکون کے لئے ادھر ادھر دوڑتا ہوں - مجھے یہ پتہ نہیں کہ کہاں جا رہا ہوں - میں تو اس خاموشی سے بھاگنا چاہتا ہوں - اتفاق سے پہلو کا ایک دروازہ کھولتے ہوئے میں اس کمرے میں جا پہنچتا ہوں جہاں یونکر بھرے ہوئے ہیں - وہ اس طرح اچھل پڑتے ہیں جیسے یہ صور اسرائیل کی آواز ہو -

”امریکی نامہ نگار“، وہ ہانپ کر کہتے ہیں ”ارے، ہماری مدد کیجئے! ہماری مدد کیجئے!“

”میں کیا کر سکتا ہوں؟“، میں گھبرا کر کہتا ہوں ”میں کیا کروں؟“

”کچھ کیجئے، کچھ بھی“، وہ گڑگڑاتے ہیں ”بس ہم کو بچا لیجئے -“

کوئی انتونوف کا نام لیتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو منتر کی طرح جپنے لگتے ہیں - ”انتونوف، ہاں، انتونوف، انتونوف کے پاس

جائیے - نیچے ، انتونوف - جلدی ، قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے ، انتونوف ! ،، انھوں نے اشارے سے راستہ بتایا -

میں ایک منٹ میں دوسرے حیرت‌زدہ لوگوں کےسامنے پہنچ جاتا ہوں — یہ انتونوف اور سرخ قیدی ہیں -

'' آپ سب آزاد ہیں ، افسر بھاگ گئے ہیں - یونکروں نے ہتھیار ڈال دئے ہیں - وہ آپ سے اپنی جانیں بچانے کی التجا کرر ہے ہیں - کسی بھی شرط پر - بس وہ اپنی جانوں کی بھیک مانگ رہے ہیں ، صرف جلدی کیجئے ، جلدی - ،،

ایک لمحے میں وہی انتونوف جو قیدی تھے اب زندگی و موت کا فیصلہ کرنےوالے بن گئے - مجرم سے جج بننے کی درخواست کی جا رہی ہے - کیسی حیرت‌انگیز تبدیلی ہے ! لیکن اس پستہ قد ، کام سے تھکے ہوئے انقلابی کا چہرہ نہیں بدلتا - اگر ان کے دماغ میں انتقام کا خیال آیا بھی ہو تو وہ فوراً ہی غائب ہوگیا - '' اچھا تو مجھے مردہ نہیں بلکہ کمانڈر بننا ہے ،، انھوں نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا '' پہلی بات تو یونکروں سے ملنا ہے ، ہے نا ؟ بہت اچھا ،، - اور وہ ہیٹ پہن کر اوپر کے زینے پر یونکروں کی طرف چل پڑتے ہیں -

'' کامریڈ انتونوف ! جناب انتونوف ! کمانڈر انتونوف ! ،، وہ گڑگڑاتے ہیں '' ہماری جانیں بچا لیجئے - ہم قصوروار ہیں - لیکن ہم اپنے کو انقلاب کے رحم و کرم کے سپرد کرتے ہیں - ،،

یہ تھا ایک بےباکانہ مہم کا افسوسناک انجام ! صبح کو بالشویکوں کو مارنے نکلے تھے اور شام کو بالشویکوں سے اپنی جانیں بچانے کی التجا کرر ہے ہیں - وہ لفظ '' کامریڈ ،، اس طرح استعمال کرر ہے تھے جیسے کوئی '' سور ،، کہہ رہا ہو لیکن اب وہ اس کو ایک معزز خطاب کی حیثیت سے بڑے احترام سے ادا کرر ہے تھے -

'' کامریڈ انتونوف ،، انھوں نے التجا کی '' آپ ایک بالشویک کی حیثیت سے ، سچے بالشویک کی حیثیت سے قول دیجئے - ہماری سلامتی کے لئے قول دیجئے - ،،

'' میرا قول ؟ ،، انتونوف نے کہا '' اچھا میں دیتا ہوں - ،،

'' ممکن ہے کہ وہ آپ کا قول نہ مانیں ،، ایک بدحال یونکر بڑبڑایا '' اور ہم کو مار ڈالیں - ،،

”اگر وہ تم کو ماریں گے،، انتونوف نے یقین دلایا ”تو پہلے انھیں مجھے مارنا ہوگا۔،،
”لیکن میں مرنا نہیں چاھتا،، اسی یونکر نے سسکتے ہوئے کہا۔

سفید گارڈوں کی موت کے لئے مجمع کا فیصلہ

انتونوف اپنی حقارت کو نہیں چھپا سکے۔ وہ مڑ کر زینے کی طرف چلے۔ تنے ہوئے اعصاب کے لئے ان کے ہر قدم کی آواز توپ کے گولے جیسی تھی۔

باھر کے سرخ مجمع نے قدموں کی آواز سن کر اپنی رائفلیں تان لیں۔ اس کو گولیوں کی بوچھار کی امید تھی لیکن اس کو سخت حیرت ہوئی جب اس نے خود اپنے لیڈر انتونوف کو دیکھا!

”ھمارے ھیں!! ھمارے!،، سیکڑوں آوازیں بلند ہوئیں ”انتونوف، انتونوف زندہباد!،، اور سیکڑوں لوگوں نے نعرہ لگایا۔ صحن میں جو نعرے بلند ہوئے وہ سڑک تک پہنچے اور مجمع شور مچاتا ہوا آگے بڑھا۔ ”انتونوف، افسر اور یونکر کہاں ھیں؟،،

”ھار گئے،، انتونوف نے اعلان کیا ”ھتھیار ڈال دئے۔،،

ھزاروں گلوں سے ایسا شور بلند ہوا جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا ہو۔ ان میں فتح کے نعرے اور غصے کی گرج کے ساتھ مطالبہ تھا ”افسروں کے لئے موت! یونکروں کے لئے موت!،،

سفید لوگوں کے کانپنے کی معقول وجہ تھی! وہ ایسے لوگوں کے رحم و کرم پر تھے جن سے رحم کی توقع کا انھیں کوئی حق نہ تھا۔ نہ صرف لڑنے سے بلکہ دغابازی کے ساتھ لڑنے کی وجہ سے انھوں نے غصے کا آتش‌فشاں بھڑکا دیا تھا۔ سپاھیوں اور مزدوروں کی نگاہ میں سفید لوگ سرخ رفیقوں کے قاتل، انقلاب کا گلا گھونٹنے والے اور ایسے بدمعاش تھے جن کو کیڑوں مکوڑوں کی طرح کچل دینا چاھئے۔ صرف خوف کی وجہ سے ھی سرخ لوگوں نے زینے پر دھاوا نہیں بولا تھا۔ اب احتیاط کا کوئی سبب نہیں رھا تھا۔ غصے سے بھرے لوگوں نے دھاوا بول دیا۔ رات ان کی چیخوں سے بھر گئی ”ان قصابوں کا صفایا کر دو! سفید شیطانوں کو قتل کردو! ان میں سے ھر ایک کو جان سے مار دو!،،

اندھیرے میں جہاں تہاں ایک آدھ مشعلیں جل اٹھیں اور ان کی روشنی میں داڑھی‌والے کسانوں کے چہرے، سپاھیوں کے چہرے، شہر کے کاریگروں کے درشت اور دبلے پتلے چہرے اور سامنے کی صفوں میں بالٹک بیڑے کے بڑے بڑے جہاز رانوں کے فراخ اور چوکنا چہرے دکھائی دئے۔ ان سب میں، ان کی چمکتی آنکھوں اور بھنچے ہوئے جبڑوں سے انتقام کا اظہار ھوتا تھا۔ یہ مدتوں تک مصیبتیں سہنے کا ھولناک انتقام تھا۔ پیچھے سے دباؤ پڑنے پر مجمع زینے کی طرف آگے بڑھنے لگا جہاں انتونوف سکون و اطمینان سے کھڑے تھے لیکن انسانوں کے اس سیلاب کے مقابلے میں بہت ھی کمزور اور بےبس نظر آرھے تھے۔

انھوں نے اپنا ھاتھ اور آواز بلند کرتے ہوئے کہا "رفیقو، آپ ان کو قتل نہیں کرسکتے۔ یونکروں نے ھتھیار ڈالے ھیں اور یہ ھمارے قیدی ھیں۔"

مجمع حیران رہ گیا۔ پھر اس نے ناراضگی کی ایک زوردار آواز بلند کی "نہیں، نہیں، یہ ھمارے قیدی نہیں ھیں" اس نے احتجاج کیا "یہ تو مردہ لوگ ھیں۔"

"انھوں نے اپنے ھتھیار ڈال دئے ھیں" انتونوف نے اپنی بات جاری رکھی "میں نے تو ان کی جان بخش دی ھے۔"

"آپ نے ان کی جان‌بخشی کی ھوگی۔ ھم نہیں کرتے۔ ھم تو ان کی خاطر سنگینوں سے کریں گے!" ایک بڑا کسان چلایا اور مجمع کی طرف اپنی بات کی تصدیق کےلئے مڑا۔

"ھاں سنگین! ھم ان کی خاطر سنگینوں سے کریں گے!" انھوں نے تصدیق کا طوفان برپا کرتے ہوئے کہا۔

انتونوف نے اس طوفان کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے ایک بڑا ریوالور نکال لیا اور اس کو اوپر لہراتے ہوئے کہا "میں نے یونکروں کو ان کی سلامتی کےلئے قول دیا ھے۔ سمجھے نا! اور میں اپنے قول کا پاس اس کے ذریعہ کرونگا۔"

مجمع حیرت میں رہ گیا۔ یہ تو ناقابل یقین تھا۔

"یہ کیا ھے؟ آپ کا مطلب کیا ھے؟"

اپنا ریوالور مضبوط پکڑ کر اور انگلی لبلبی پر رکھ کر انتونوف

نے اپنا انتباہ دھرایا ''میں نے ان کی جانوں کی سلامتی کا وعدہ کیا ھے اور میں اس وعدے کا پاس اس کے ذریعہ کرونگا۔،،

''غدار! دشمن کا ساتھی!،، سیکڑوں آوازوں نے انتونوف کی مخالفت کی۔ ''سفید گارڈوں کا بچاؤ کرنےوالے!،، ایک بڑے جہازراں نے ان کے منہ پر کھینچ مارا۔ ''تم ان بدمعاشوں کو بچانا چاھتے ھو۔ لیکن تم ایسا نہیں کرسکتے۔ ھم ان کو مار ڈالیں گے۔،،

''وہ پہلا آدمی جو کسی قیدی پر ھاتھ ڈالیگا میں اس کو یہیں ختم کردونگا،، انتونوف نے آھستہ آھستہ ھر لفظ پر زور دیتے ھوئے کہا ''سمجھ گئے نا! میں اس کو گولی مار کر ختم کردونگا!،،

''ھم کو گولی مارو گے؟،، توھین محسوس کرتے ھوئے جہاز رانوں نے پوچھا۔

''ھم کو گولی مارو گے! ھم کو گولی مارو گے!،، پورے ناراض مجمع نے شور کیا۔

کیونکہ یہ تو شدید جذبات سے بھرا ھوا مجمع ھی تھا۔ ایسا مجمع جس پر ظالم، وحشیانہ اور خون کے پیاسے اشتعال آمیز اور غیرمہذب جذبات کا غلبہ ھو۔ اس میں بھیڑئے کی وحشت اور چیتے کی درندگی تھی۔ یہ مجمع اس زبردست درندے کی طرح تھا جس کو شہر کے جنگلوں سے ھنکاکر سفید شکاری لائے ھوں، وہ زخمی ھو اور اس کے زخموں سے خون بہہ رھا ھو، سارے دن کا تھکاماندہ اور اذیتوں کا شکار ھو اور اب خوشی اور غصے کے ایک جنوںآمیز دورے میں اپنے اذیت پہنچانےوالوں پر جھپٹ پڑنےوالا اور ان کو چیر پھاڑ کر رکھنے دینےوالا ھو۔ اور اس لمحے یہ چھوٹا سا آدمی اس کے اور شکار کے درمیان آگیا! میرےلئے اس سارے انقلاب میں زینے پر کھڑا یہ چھوٹا سا آدمی سب سے زیادہ جذباتی حیثیت رکھتا ھے۔ وہ اتنے غیرجذباتی طور پر مجمع کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یا یہ کہنا زیادہ صحیح ھوگا کہ ان ھزاروں دہکتی ھوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رھا ھے۔ اس کا چہرہ زردی مائل ھے لیکن اس کے اعضا میں کوئی لرزش نہیں ھے اور نہ تو آواز کانپ رھی ھے جب اس نے آھستگی اور متانت سے کہا ''وہ پہلا آدمی جو کسی یونکر کو مارنے کی کوشش کریگا میں اس کو ماردونگا۔،،

ایسی جرأت اور بے باکی نے ان کو دم بخود کردیا۔
"تمھارا مطلب کیا ہے ؟"، انھوں نے شور کیا " ان افسروں، انقلاب دشمنوں کو بچانے کےلئے تم ہم مزدوروں، انقلابیوں کو مار دوگے ؟"
" انقلابی !"، انتونوف نے حقارت سے جواب دیا۔ " انقلابی ! یہاں کہاں ہیں ؟ تم اپنے کو انقلابی کہنے کی جرأت کرتے ہو ؟ تم جو لاچار آدمیوں اور قیدیوں کی جان لینے کی بات سوچ رہے ہو !"
ان کا یہ طنز مؤثر ثابت ہوا۔ مجمع کو جھرجھری آگئی جیسے ان پر تازیانہ پڑا ہو۔
" سنو !"، انتونوف نے اپنی بات جاری رکھی " پتہ ہے کہ تم کیا کر رہے ہو ؟ تم سمجھتے ہو کہ یہ پاگل پن تمھیں کہاں لے جائیگا ؟ جب تم کسی قیدی سفید گارڈ کو مارتے ہو تو تم انقلاب دشمنی کو نہیں بلکہ انقلاب کو ہلاک کرتے ہو۔ اور اس انقلاب کےلئے میں نے اپنی زندگی کے بیس سال جلاوطنی اور جیل میں بسر کئے ہیں۔ تو تمھارا کیا خیال ہے کہ میں انقلابی ہو کر یہ کھڑا دیکھتا رہونگا کہ خود انقلابی ہی انقلاب کو سولی پر چڑھا دیں ؟"
" لیکن اگر ہم ان کو مل جاتے تو یہ ہرگز ہم کو نہ معاف کرتے"، ایک کسان نے زور سے کہا " یہ تو ہم کو مار ڈالتے۔"
" یہ سچ ہے کہ یہ ہم کو مار ڈالتے"، انتونوف نے کہا " تو کیا ہوا، یہ تو انقلابی نہیں ہیں۔ یہ تو پرانے نظام والے لوگ ہیں، زار اور کوڑوں کی سزا، قتل اور موت کے نظام کے لوگ۔ لیکن ہم تو انقلاب والے لوگ ہیں۔ اور انقلاب کا مطلب کچھ بہتر ہی ہے۔ اس کا مطلب سب کےلئے آزادی اور زندگی ہے۔ اسی لئے تم اپنی زندگی اور خون اس کی نذر کررہے ہو۔ لیکن تمھیں کچھ اور بھی اس کو دینا چاہئے۔ تمھیں اپنی عقل بھی اس کو دینی چاہئے۔ اپنے جذبات کی آسودگی سے بلند ہوکر تم کو انقلاب کی خدمت کرنی چاہئے۔ انقلاب کی فتح کےلئے تم نے بہادری دکھائی۔ اب انقلاب کی عزت کےلئے تم کو رحمدل بھی ہونا چاہئے۔ تم کو انقلاب سے محبت ہے۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ اس چیز کو مت مارو جس سے تم محبت کرتے ہو۔"

وہ جوش میں تھے ، ان کا چہرہ جل اٹھا تھا ، ان کے بازو اور آواز ملتجی تھے - انھوں نے اپنی پوری جان لگا کر یہ آخری اپیل کی تھی اور بالکل تھک گئے تھے -

”کامریڈ ، ان سے کہئے ،، انتونوف نے مجھ سے درخواست کی -

چار ہفتے پہلے میں نے انھیں جہاز رانوں کے سامنے ان کے جنگی جہاز ”دی ریپبلک ،، پر تقریر کی تھی - چنانچہ جیسے ھی میں بڑھکر آگے آیا انھوں نے مجھے پہچان لیا -

”امریکی کامریڈ ! ،، انھوں نے زور سے کہا -

میں نے انقلاب ، زمین اور آزادی کے لئے پورے روس میں لڑی جانے والی لڑائی ، سفید گارڈوں کی ان کے ساتھ غداری اور ان کے غصے کے بجا ھونے کے بارے میں خوب زوردار آواز میں جوش کے ساتھ تقریر کی - لیکن میں نے کہا کہ ساری دنیا کی آنکھیں ان پر لگی ھیں کیونکہ وہ سماجی انقلاب کے مجاھد ھراول ھیں - کیا وہ انتقام کا پرانا خونیں راستہ اختیار کریں گے یا اس سے کہیں زیادہ شریفانہ قانون کی بنیاد ڈالیں گے ؟ انھوں نے انقلاب کی حفاظت میں اپنے کو جوانمرد ثابت کیا ھے - کیا وہ اب اس کی ناموری کے لئے فیاضی سے کام لیں گے ؟

ابتدا ھی میں یہ تقریر مؤثر ثابت ھوئی لیکن اپنے مافیہ کی وجہ سے نہیں - کوئی عبادت کی دعا یا مذھبی تقریر بھی اتنی ھی مؤثر ھوتی - ۱۰۰ میں سے ایک بھی میری بات نہیں سمجھ رھا تھا کیونکہ میں انگریزی میں بول رھا تھا -

لیکن ان الفاظ نے ، جو ان کے لئے اجنبی اور بدیسی تھے اور اندھیرے سے ان تک پہنچ رھے تھے ، ان کو روکا اور اس کا موقع دیا (اور انتونوف ٹھیک یہی چاھتے تھے) کہ جذبات کا یہ طوفان مدھم پڑ جائے اور اس کا وقت مل جائے کہ کوئی دوسرا جذبہ ان پر غالب آجائے -

انقلاب مجمع کو ضابط بناتا ھے

اگرچہ یہ مجمع تھا لیکن تھا انقلابی مجمع - ان سپاھیوں اور مزدوروں کے مجمع میں سے کم از کم آدھے لوگوں کے دل میں انقلاب

کےلئے ایک طاقتور اور دائمی وفاداری تھی۔ لفظ ''انقلاب،، ان کےلئے جادو تھا۔ ان کے خوابوں، امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز ''انقلاب،، تھا۔ وہ سب اس کے خادم تھے اور وہ ان کا مالک۔

یہ سچ ہے کہ اس وقت ایک اور مالک نے ان کو اپنا تابعدار بنالیا تھا جس نے انقلاب کے ہر خیال کو ہٹا دیا تھا۔ ان پر انتقام سوار تھا اور مجمع کو بیدھڑک مہمیز لگاکر اکسا رہا تھا۔ لیکن یہ محض عارضی بات تھی۔ ان کی زندگی میں مستقل وفاداری تو انقلاب سے ہی تھی۔ موقع ملنے پر وہ پھر ابھریگا، غاصب کو نکال باہر کریگا، اپنے اقتدار واختیار کو قائم کرکے پھر اپنے پیروؤں کو کنٹرول کریگا۔ انتونوف اس پورے مجمع کے خلاف تنہا نہ تھے۔ اس مجمع میں هزاروں انتونوف تھے جو انقلاب کےلئے ان کے زبردست جوش وخروش میں حصےدار تھے۔ انتونوف تو اس مجمع کا ایک ذرہ تھے۔ وہ اس کا جوهر، اس کی روح، یونکروں اور افسروں کےساتھ اس کی دشمنی میں حصےدار اور اسی کی طرح شعلہور جذبات سے دہکتے تھے۔

انتونوف اس مجمع کے پہلے فرد تھے جن کو اپنے جذبات کو لگام دینی پڑی۔ وہ پہلے تھے جن کے شعور میں انتقام کی جگہ انقلاب نے لی۔ ان کے دل میں انقلاب کے نظرئے نے جو تبدیلی پیدا کی تھی وہ سپاھیوں اور مزدوروں کے دلوں میں بھی پختہ کی جا سکتی تھی۔ انتونوف یہ جانتے تھے اور ''انقلاب،، کا جادو بھرا لفظ باربار کہہ کر وہ ان لوگوں کو ان کی انقلابی ھستی کی طرف واپس لانا چاھتے تھے۔ وہ ھنگامے کے اندر سے انقلابی نظم وضبط پیدا کرنے کے خواھاں تھے اور انھوں نے ایسا ھی کیا۔

ھم نے اپنی آنکھوں سے ایک بار پھر بیان کا قدیم معجزہ یعنی طوفان کو رام کرنا دیکھا۔ غل وشور اور لعنت ملامت ختم ھوگئے۔ صرف ادھر ادھر کوئی غصے سے بھری آواز باقی رہ گئی۔ لیکن جب وسکوف نے میری بات کا ترجمہ کیا اور انتونوف نے دوبارہ تقریر کی تو یہ ناراضگی کے مرکز بھی ختم ھوگئے۔ اب وہ زیادہ سنبھل گئے تھے اور بات سننے کے موڈ میں تھے۔ وہ سپاھی اور جہازراں انتقام کےلئے اپنی مرضی کی جگہ انقلاب کی مرضی کو دے رہے تھے۔ صرف ان کو اس مرضی کو سمجھنا تھا۔

'' اچھا ، انتونوف کیا بات ہے ؟ ،، انھوں نے کہا '' آپ ہم سے کیا چاھتے ھیں ؟ ،،

'' یونکروں کےساتھ جنگی قیدیوں جیسا برتاؤ کرنا ،، انتونوف نے کہا '' ھتھیار ڈالنے کے شرائط کو پورا کرنا ۔ میں نے ان یونکروں کی جان بخشی کا وعدہ کیا ھے ۔ میں چاھتا ھوں کہ آپ بھی میرے وعدے کی حمایت کریں ۔ ،،

اب مجمع سوویت بن گیا ۔ ایک جہازراں نے تقریر کی ، پھر دو سپاھیوں اور ایک مزدور نے ۔ ووٹ ھاتھ اٹھا کر لئے گئے ۔ جنگ سے داغدار ۱۰۰ ھاتھ اٹھے ، پھر سو اور یہاں تک کہ تقریباً ایک ہزار ھاتھ بلند ھو گئے ۔ وہ ایک ہزار بھنچے ھوئے مکے جو افسروں کو موت کی دھمکی دے رھے تھے اب کھلے ھاتھوں کی صورت میں ان کے زندہ رہنے کا وعدہ کرر ھے تھے ۔

اسی لمحے پیٹروگراد دوما * کا ایک وفد آن پہنچا جس کو '' خانہ جنگی کو امکانی طور پر کم سے کم خون خرابے کے ساتھ ختم کرنے ،، کا کام سپرد کیا تھا ۔ لیکن انقلاب بلا خون خرابے کے اپنے معاملات کو نبٹا رھا تھا ۔ اس نے ان حضرات کو نظرانداز کر دیا اور ایک دستہ مقرر کیا کہ وہ عمارت کے اندر جاکر سفید گارڈوں کو لائے ۔ پہلے یونکر آئے ، پھر افسر جن کو ان کی چھپنے کی جگہوں کو تلاش کرکے نکالا گیا تھا ، حتی کہ ایک کو تو پیر کھینچ کر لایا گیا تھا ۔ ان کو پتھر کے اونچے زینوں پر ڈھکیل کر لایا گیا ۔ وہ مشعل کی روشنی میں ہزار بندوقوں کی نالیوں ، ہزار دلوں کی نفرت ، ہزاروں جلا دینےوالی آنکھوں کے سامنے کھڑے آنکھیں جھپکا رھے تھے ۔

کچھ فقرے کسے گئے ۔ کچھ آوازیں بلند ھوئیں '' انقلاب کے قاتل ! ،، اور پھر خاموشی چھا گئی ، عدالت کی سنجیدہ خاموشی ۔ کیونکہ یہ تو عدالت ھی تھی ، حقوق و ملکیت سے محروم لوگوں کی عدالت ۔

---

* یہاں ذکر شہری دوما کا ھے جو زارشاھی روس اور عارضی حکومت کے زمانے میں شہروں میں بورژوا انتظامی ادارہ ھوا کرتا تھا ۔ سرکاری طور پر تو یہ سلف گورنمنٹ کی شکل میں تھا لیکن حقیقت میں یہ ایک امدادی ریاستی ادارہ تھا جو شہری امور کا منتظم تھا ۔

ظلم کے شکار لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کا فیصلہ کر رہے تھے۔ نیا نظام پرانے کا فیصلہ کررہا تھا۔ یہ انقلاب کی عدالت عالیہ تھی۔

"مجرم ہیں! سب کے سب مجرم ہیں!"، یہ تھا فیصلہ۔ مجرم انقلاب کے دشمنوں کی حیثیت سے، مجرم زار اور استحصال کرنے والے طبقوں کو برقرار رکھنے والوں کی حیثیت سے، مجرم ریڈ کراس اور جنگ کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کی حیثیت سے، ہر طرح سے مجرم روس کے مزدوروں اور دنیا کے مزدوروں کے غداروں کی حیثیت سے۔

کمبخت قیدی مجرم کے خانے میں اس طوفان سے جھکے اور سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان میں سے کچھ کے لئے تو گولیوں کی بوچھار کے سامنے کھڑا ہونا زیادہ آسان ہوتا لیکن یہاں تو بندوقیں ان کی حفاظت کررہی تھیں۔

پانچ جہازراں کندھوں پر رائفل رکھے زینوں کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ انتونوف نے ایک افسر کا ہاتھ پکڑ کر ایک جہازراں کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا:

"نمبر ایک۔ ایک لاچار، نہتا قیدی، اس کی زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس کی حفاظت انقلاب کی عزت کے لئے کرو"۔ دستے نے افسر کو گھیر لیا اور پھاٹک سے گزر گیا۔

اسی طرح دوسرا، پھر ایک اور، اور پھر ایک اور — ہر ایک چار پانچ لوگوں پر مشتمل دستے کے سپرد کیا گیا۔ "چلو، کوڑے کرکٹ کا خاتمہ ہوا"، ایک بوڑھا کسان بڑبڑایا جب آخری افسر محافظوں کے سپرد کیا گیا اور اب یہ جلوس مورسکایا پر چل پڑا۔

سرماحل کے قریب غضب آلود مجمع یونکروں پر پل پڑا اور ان کو محافظوں سے چھین لیا لیکن انقلابی جہازرانوں نے مجمع پر حملہ کرکے اس سے قیدیوں کو چھڑایا اور ان کو سلامتی کے ساتھ پیٹر اور پال کے قلعہ کے قیدخانے لائے۔

انقلاب ہر جگہ مجمع کے طوفانی جذبات کو روکنے کے لئے کافی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ وہ وحشیانہ خون خرابے کو روکنے کے لئے ہمیشہ بروقت نہیں پہنچ پاتا تھا۔ بےقصور شہریوں پر بدمعاش حملہ کر دیتے تھے۔ بھولی بسری جگہوں پر نیم وحشی لوگ، اپنے کو

سرخ گارڈ کہہ کر وحشیانہ جرائم کرتے تھے - کمیساروں کے احتجاج کے باوجود جنرل دوخونین کو محاذ پر ریل کے ڈبے سے کھینچ لیا گیا اور اس کے پرزے اڑا دئے گئے - حتی کہ پیٹروگراد میں دھاوا کرنےوالے مجمع نے کچھ یونکروں کو ڈنڈے مارکر ختم کردیا اور کچھ کو دریائے نیوا میں پھینک دیا -

مزدور جان کا احترام کرتے ھیں

بہرحال گرم خون‌والے غیر ذمےدار لوگوں کی ایسی جنونی اور ہنگامی حرکتوں سے انسانی زندگی کی طرف انقلابی مزدور طبقے کے رویہ کی عکاسی نہیں ہوتی بلکہ ان پہلے قوانین سے جو سوویت نے برسراقتدار ہوتے ھی بنائے -

حکمراں طبقے کی حیثیت سے مزدور اب اس پوزیشن میں تھے کہ وہ اپنے سابق استحصال کرنےوالوں اور قاتلوں سے بدلہ لےسکیں - جب میں نے ان کو اٹھتے اور حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے دیکھا اور ساتھ ھی ان کو اپنی گرفت میں ایسے لوگوں کو بھی لیتے دیکھا جو ان کو اذیت پہنچاتے تھے، جیل میں ٹھونستے تھے اور ان کےساتھ غداری کرتے تھے تو مجھے یہ خوف ہوا کہ انتقام کا وحشیانہ طوفان برپا ہوگا -

مجھے معلوم تھا کہ ھزاروں مزدور جو اب برسراقتدار تھے کھنکتی ہوئی زنجیروں میں سائبیریا کے برفانی علاقے کو بھیج دئے گئے تھے - وہ جانداروں کےلئے قبروں یعنی شلیسیل بورگ کی پتھریلی کال کوٹھریوں میں برسوں رہ کر زرد پڑ گئے تھے اور چلنے میں لڑکھڑاتے تھے - میں نے ان کی پیٹھوں پر وہ گہرے نشانات دیکھے جو کزاکوں کے بلدار کوڑوں نے چھوڑے تھے اور مجھے لنکن کے یہ الفاظ یاد آئے : ”اگر خون کے ہر قطرے کےلئے جو تازیانے سے نکلتا ھے تلوار کےذریعہ خون کا قطرہ نکالا جائے تو خدا کا فیصلہ قطعی خالص اور منصفانہ ہوگا - “

لیکن یہاں کوئی خوفناک خون خرابہ نہیں ہوا - بلکہ اس کے برعکس، انتقام کا خیال مزدوروں کے دماغوں پر بالکل حاوی نہیں تھا - ۱۰ نومبر ۱۹۱۷ء کو سوویت نے اپنے فرمان کے ذریعہ سزائے

موت کو کالعدم قرار دیا۔ یہ صرف انسانیت دوستی کا رویہ نہ تھا۔ مزدوروں نے اپنے دشمنوں کو نہ صرف زندگی کی ضمانت دی بلکہ بہت سے معاملات میں ان کی آزادی کی منظوری بھی دلوائی۔

پرانی حکومت کی بہت سی بری ہستیوں کو کیرینسکی نے پیٹر اور پال کے قلعہ میں بند کر رکھا تھا۔ یہیں ہماری ملاقات زار کی خفیہ پولیس کے سربراہ بیلیتسکی سے ہوئی جس نے اپنے زمانے میں ان کال کوٹھریوں میں بےشمار لوگوں کو بھیجا تھا۔ یہیں سابق وزیرجنگ سوخوملینوف بھی تھا جس کی جرمنوں کےساتھ سازش نے ہزارہا روسی سپاہیوں کی جان مورچوں پر لی تھی۔ یہ دونوں بڑے بدمعاش ہم سے بڑے اخلاق سے پیش آئے اور اپنی معصومیت کا اعلان کرکے انہوں نے اپنے خلاف ''غیرانسانی رویے'' پر احتجاج کیا۔

''لیکن بالشویکوں میں بمقابلہ کیرینسکی کے زیادہ انسانیت ہے'' انہوں نے کہا ''وہ ہم کو اخبار تو دیتے ہیں۔''

ہم معزول عارضی حکومت کے وزرا سے بھی ان کی کوٹھریوں میں ملے اور ہم نے دیکھا کہ وہ اپنی بدقسمتی کو وضعداری کےساتھ نباہ رہے ہیں۔ تریشچینکو، جو ہمیشہ کی طرح خوبصورت نظر آرہا تھا، ہم سے ملاقات کے وقت اپنے پلنگ پر پالتی مارے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

''یہ پرعیش زندگی تو نہیں ہے'' اس نے بےعیب انگریزی میں کہا ''لیکن اس کےلئے داروغہ کو ملزم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اس کو یکدم سیکڑوں فاضل قیدیوں کا انتظام کرنا پڑا اور فاضل راشن ہے نہیں۔ اس لئے ہم بھوکے ہیں۔ لیکن ہم کو بھی وہی ملتا ہے جو سرخ گارڈوں کو ملتا ہے اور حالانکہ وہ ہم کو ناراضگی کی نظروں سے دیکھتے ہیں پھر بھی اپنی روٹی میں ہم کو حصےدار بنا لیتے ہیں۔''

نوجوان یونکروں کو ہم نے ٹیلی‌فون اسٹیشن کی مہموں کےبارے میں بتاتے، دوستوں کے بھیجے ہوئے پارسلوں کو کھولتے یا گدوں پر لیٹے ہوئے تاش کھیلتے پایا۔ چند دن بعد یونکروں کو رہا کردیا گیا۔ دوسری بار ان کو وعدہ لیکر چھوڑا گیا تھا اور دوسری بار انہوں نے اپنے نجات دھندوں کے خلاف وعدہ شکنی کی۔ وہ جنوب

جا کر ان سفید گارڈوں کی فوجوں سے مل گئے جو بالشویکوں کے خلاف منظم کی جا رہی تھیں۔

اس طرح کی دغابازانہ حرکتوں سے سفید لوگوں نے بالشویکوں کی معافی کا معاوضہ دیا۔ اپنے دستخطوں سے جنرل کراسنوف نے یہ سنجیدہ وعدہ کیا کہ وہ بالشویکوں کے خلاف ھاتھ نہیں اٹھائے گا اور اس کو رھا کر دیا گیا۔ وہ جلد ھی دون کے کزاکوں کی ایک فوج کی کمان سنبھال کر سوویتوں کو تباہ کرنے لگا۔ بورتسیف کو پیٹر اور پال کے جیل سے بالشویکوں کے حکم پر رھا کردیا گیا۔ وہ سیدھا پیرس میں انقلاب دشمنوں سے جا ملا اور بالشویک دشمن پرچے کا ایڈیٹر بن گیا۔ اس طرح ھزاروں لوگ جن کو بالشویکوں کے رحم کی وجہ سے آزادی ملی تھی بعد کو حملہ‌آور فوجوں کے ساتھ اپنے نجات دھندوں کو بے رحمی اور بے دردی سے قتل کرنے کے لئے آئے۔

اپنے انقلابی رفیقوں کے ان جتھوں پر نظر دوڑاتے ھوئے جن کو بالشویکوں کے ھاتھوں رھائی پائے ھوئے لوگوں ھی نے مارا تھا تروتسکی نے کہا ”انقلاب کے پہلے دنوں میں جو سب سے بڑا جرم ھم نے کیا وہ ھماری ضرورت سے زیادہ مہربانی تھی۔“

یہ تو طنزیہ الفاظ ھیں! لیکن تاریخ کا فیصلہ یہ ھوگا کہ روسی انقلاب، جو فرانس میں ۱۷۸۹ء کے الٹ پلٹ سے کہیں زیادہ بنیادی تھا، کوئی ھنگامی انتقام نہ تھا بلکہ عملی طور پر ”خونریزی کے بغیر انقلاب“ تھا۔

پیٹروگراد میں گولیوں کے شکار لوگوں کا، ماسکو میں تین دن کی لڑائی، کیئف اور ایرکوتسک میں سڑکوں پر لڑائیوں اور صوبوں میں کسانوں کی بغاوت میں اتلاف‌جان کا انتہائی مبالغہ آمیز تخمینہ لے لیجئے۔ ان سب کو ایک ساتھ جوڑ کر روس کی پوری آبادی پر تقسیم کردیجئے — ان تیس لاکھ لوگوں پر نہیں جو امریکی انقلاب میں حصہ لے رھے تھے اور نہ تو دو کروڑ تیس لاکھ فرانسیسی انقلاب میں حصہ لینے والوں پر بلکہ ان ۱۶ کروڑ لوگوں پر جو روسی انقلاب میں حصہ لے رھے تھے۔ اعدادوشمار یہ بتائیں گے کہ ان چار مہینوں کے دوران جو سوویت اقتدار نے اپنے کو بحراٹلانٹک سے بحرالکاھل تک، شمال میں بحرابیض سے لیکر جنوب میں بحراسود تک قائم اور

مستحکم کرنے میں تین ہزار روسیوں میں ایک سے بھی کم اتلاف جان کا اوسط رہا۔

یہ واقعی بہت خونی تھا !

لیکن اس کو تاریخی پہلو سے دیکھئے ! صحیح ہو یا غلط، جب امریکہ کے قومی مفاد کی تکمیل کا تقاضہ یہ ہوا کہ ہم غلامی کے کلنک کو دور کر دیں تو ملکیت کے بڑے بڑے حقوق ضبط کر لئے گئے اور اس پر عمل کے دوران ہم اس وقت تک نہیں رکے جب تک ہم نے ہر ۳۰۰ لوگوں میں سے ایک کو قتل نہیں کر دیا۔ صحیح ہویا غلط، کسان اور مزدور روس سے زارشاہی، جاگیرداری اور سرمایہ‌داری کا کلنک دور کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسی گہری جڑوالی شدید بیماری کیلئے بڑے عمل جراحی کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ آپریشن اس طرح کیا گیا کہ اسمیں نسبتاً بہت کم خون بہا۔ کیونکہ بچوں کی طرح، کسی عظیم قوم کی فطرت میں بھی معاف کرنا اور بھول جانا اور بدلہ نہ لینا ہوتا ہے۔ انتقام مزدور طبقے کے فطری جذبے کے خلاف ہے۔ ان ابتدائی دنوں میں بھی انھوں نے خانہ‌جنگی کو بہت نرمی سے چلانے کی کوشش کی۔ بڑی حدتک وہ کامیاب ہوئے۔ سفید اور سرخ لوگوں کا مجموعی اتلاف جان عالمی جنگ (پہلی) کی کسی ایک لڑائی کے برابر بھی نہ تھا۔

”لیکن سرخ دهشت !“، کوئی اعتراض کر سکتا ہے۔ وہ بعد میں آئی جب اتحادیوں کی قومیں روس میں گھس آئیں اور ان کے حفاظتی سائے میں زار کے حامیوں اور صدسیاہ نے انقلاب دشمن سفید دهشت کا طوفان کسانوں اور مزدوروں کے خلاف برپا کر دیا۔ یہ قتل و غارت اور بدمستی کا ایسا طوفان تھا جسمیں لاچار عورتوں اور بچوں کے غول بے رحمی سے قتل کردئے جاتے تھے۔

تب اپنے دفاع میں، بے‌حد مجبور ہوکر مزدوروں نے انقلاب کی سرخ دهشت کا جوابی وار کیا۔

تب سزائے موت کو پھر جاری کرنا پڑا اور سفید سازش کرنے‌والوں نے انقلاب کا تیز سزا دینے‌والا ہاتھ اپنے اوپر محسوس کیا۔

سرخ اور سفید دهشتوں کے بارے میں شدید الزامات اور جوابی

الزامات ھیں۔ اس بحث میں چار واقعات سامنے آتے ھیں جنکے بارے میں یہاں بتانا ھے۔

اول، سرخ دھشت صاف طور پر انقلاب میں بعدوالا دور تھا۔ دوسرے، یہ ایک دفاعی اقدام تھا جو انقلاب دشمن سفید دھشت کے جواب میں براہ‌راست کیا گیا تھا۔ تیسرے، تعداد اور بدکارانہ شدائد دونوں کے لحاظ سے سفید لوگوں کے مظالم کے سامنے سرخ لوگوں کی حرکتیں ماند پڑ جاتی ھیں۔ چوتھے، اگر اتحادیوں نے روس میں مداخلت نہ کی ھوتی اور سوویتوں کے خلاف پھر خانہ‌جنگی نہ اکسائی ھوتی تو غالباً سرخ دھشت نہ ھوئی ھوتی اور انقلاب اسی طرح جاری رھتا جس طرح شروع ھوا تھا یعنی عملی طور پر ” غیرخونیں انقلاب،، ھوتا۔

گیارھواں باب

طبقات کی جنگ

” نودولتے، مہم‌باز اور دغاباز!،،

اس طرح بورژوازی بالشویکوں کو بدنام کرتی تھی یا کیڈیٹ شاتسکی کے ساتھ ملکر اس طرح مذاق اڑاتی تھی ” ارے، بھلا یہ کتے، یہ کمینے حکومت کو کیا چلائیں گے!،،

یہ خیال ھی ایک مذاق تھا کہ سرخ حکومت چند گھنٹے یا چند دن سے زیادہ برقرار رہ سکے گی۔ بار بار ھم سے کہا جاتا تھا ” کل ان کو سولی پر چڑھا دیا جائیگا،،۔ لیکن بہت سے کل گذر گئے اور کوئی بالشویک بجلی کے کھمبے سے جھولتا نہ نظر آیا۔ جب سوویتوں کے زوال کی کوئی نشانی نظر نہ آئی تو بورژوازی گھبرائی۔ ” ان کو لڑائی کے ذریعہ برباد کرنا ضروری ھے،، رپبلک کی کونسل کی ایک اپیل میں کہا گیا تھا۔ ” یہ عوام اور انقلاب کی دشمن ھیں۔،،

شہری دوما ان تمام طاقتوں کو متحد و مجتمع کرنےوالا مرکز بن گئی جو سوویتوں کے خلاف تھیں۔ وہ جنرلوں، پادریوں، دانش‌وروں،

افسروں، سٹہ بازوں، سینٹ جارج کا تمغہ پانےوالوں، بوائے اسکاؤٹوں، فرانسیسی اور برطانوی افسروں، سفیدگارڈوں اور کیڈیٹوں سے ابلی پڑ رہی تھی۔ ان عناصر پر ہی ''نجات دھندہ کمیٹی''، یعنی انقلاب دشمن جنرل اسٹاف مشتمل تھا۔

''یہاں سارے روس کی نمائندگی ہے''، پرانے میئر شریئڈر نے ڈینگ ماری۔

ھاں، سارے روس کی، صرف اس کے کسانوں، مزدوروں، سپاھیوں اور جہازرانوں کی نمائندگی نہیں ہے۔ پرولتاری اسمولنی سے یہاں آنا جیسے کسی دوسری دنیا میں داخل ہونا تھا جو خوب کھانے پینےوالے اور خوش پوشاک لوگوں کی دنیا تھی۔ یہیں سے مراعات اور طاقت‌والے پرانے نظام نے مزدور طبقے کے قائم کئے ہوئے نظام پر ضرب لگائی۔ یہیں سے بورژوازی نے سوویتوں کے خلاف اپنی سہم منظم کی اور اس کو بدنام، مفلوج اور برباد کرنے کے لئے ہر ذریعہ استعمال کیا۔

بورژوا ہڑتال اور توڑپھوڑ

بورژوازی چاہتی تھی کہ اس کی ایک ضرب سے سوویتیں گھٹنے ٹیک دیں۔ چنانچہ اس نے نئی حکومت کے تمام شعبوں میں عام ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ بعض وزارتوں سے تو سارے سفید پوش کارکن ایک ہوکر نکل آئے۔ وزارت خارجہ میں ۶۰۰ افسروں نے فرمان امن کا غیرملکی زبانوں میں ترجمہ کرنے کی اپیل سنی اور استعفا دے دیا۔ بینکوں اور کاروباری حلقوں سے جمع کئے ہوئے بڑے ہڑتالی فنڈ کے ذریعہ چھوٹے افسر حتی کہ مزدور طبقے کا کچھ حصہ بھی خرید لیا گیا۔ کچھ عرصے تک ڈاکیوں نے سوویت ڈاک کا کام کرنے سے انکار کر دیا، تارگھر سوویت خبریں نہیں بھیجتا تھا، ریلوے فوجیں نہیں منتقل کرتی تھی، ٹیلی‌فون میں کام کرنےوالی لڑکیوں نے اپنا کام چھوڑ دیا تھا اور بڑی بڑی عمارتیں ویران ہو گئی تھیں۔ وھاں کوئی آتش‌دان تک روشن کرنےوالے نہیں رہے تھے۔

اس عام ہڑتال کا جواب بالشویکوں نے یہ دیا کہ اگر ہڑتالی فوراً اپنےاپنے کام پر نہ واپس آئے تو وہ اپنے عہدے اور پنشن کے حق

سے محروم کر دئے جائیں گے - ساتھ ھی انھوں نے اپنی صفوں سے نئے عملے کی بھرتی شروع کر دی - خالی دفتروں میں کام کی پوشاکیں پہنے لوگ نظر آنے لگے - سپاھی بھی کھاتوں اور اعدادوشمار میں اپنا سر کھپانے لگے - ایسی ذھنی محنت سے جس کی عادت ان کو نہ تھی وہ بری طرح تھک جاتے تھے - بڑے بڑے قدآور جہازراں پوری کوشش سے ایک انگلی سے ٹائپ رائٹر پر کام کرنے لگے - ٹیلی‌فون اسٹیشن کے سوئچ بورڈوں پر مزدور اناڑی پن سے کھٹکے ملاتے اور الگ کرتے تھے اور جھنجھلائے ہوئے ٹیلی‌فون کرنےوالے ان کو ٹیلی‌فون پر ھی برا بھلا کہتے اور دھمکیاں دیتے تھے - وہ بہت ھی بھدےپن اور سستی سے کام کرتے تھے - لیکن ان میں بڑی لگن تھی اور دن بدن انکی رفتار تیز ھوتی جا رھی تھی - دن بدن پرانے کام کرنےوالے واپس آرھے تھے - اور آخر میں بورژوازی کی ھڑتال ناکام ھوگئی -

سوویتوں کے خلاف دوسرا ھتھیار توڑپھوڑ تھا - فیکٹریوں میں منیجروں نے مشینوں کے خاص خاص پرزے چھپا دئے ، حساب کتاب میں گڑبڑ کی ، منصوبے اور فارمولے ضایع کر دئے اور رات کے اندھیرے میں جہاز کے ذریعہ جرمنی کو سیسا اور آٹاروانہ کر دیا - افسروں نے سامان کو غلط جگہوں پر بھیجنا شروع کر دیا اور غذا کو ناقابل استعمال کہہ کر برباد کرنے لگے اور ھر چیز کو دفترشاھی کی لپیٹ میں لے لیا -

بالشویکوں نے اس کا جواب ”تمام توڑپھوڑ کرنے اور اشتعال پھیلانےوالوں کو انتباہ کر کے دیا جو سوویت اداروں میں چپکے سے گھس آئے تھے “ - ساتھ ھی شہر کی دیواروں پر تمام ایماندار شہریوں سے اپیل کا پوسٹر بھی لگایا گیا :

تمام ایماندار شہریوں سے !

جنگی انقلابی کمیٹی کا حکم :

اعلان کیا جاتا ھے کہ سارے ھنگامہ اور قتل و غارت کرنےوالے اور نفع‌خور عوام کے دشمن ھیں -

ان سنگین جرائم کے مرتکب لوگوں کو جنگی انقلابی کمیٹی

کے خاص حکم کے تحت فوراً گرفتار کرکے کرونشتاد جیل بھیج دیا جائے گا اور جنگی انقلابی عدالت میں ان کے مقدمے کی سماعت تک ان کو وہاں رکھا جائیگا۔

تمام پبلک تنظیموں اور ایماندار شہریوں سے جنگی انقلابی کمیٹی یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ ہنگامے، قتل و غارت اور نفع خوری کے سارے معاملات کی اطلاع فوراً جنگی انقلابی کمیٹی کو کریں۔

ان برائیوں کے خلاف جدوجہد تمام ایماندار لوگوں کا فریضہ ہے۔ جنگی انقلابی کمیٹی ان تمام لوگوں سے حمایت کی توقع کرتی ہے جنکو عوام کے مفاد سے دلچسپی ہے۔

نفع خوروں اور قتل و غارت کرنےوالوں کو سزا دینے میں جنگی انقلابی کمیٹی بہت سختی سے کام لے گی۔

جنگی انقلابی کمیٹی

پیٹروگراد

۱۰ (۲۳) نومبر ۱۹۱۷ء

جو لوگ عوام کی بھوک سے نفع اٹھانا چاہتے تھے وہ انتباہ کی وجہ سے چھپ گئے۔ بعد کو غیرمعمولی کمیشن (چیکا) ان قانون شکن اشخاص اور نئے سوویت نظام کے دوسرے دشمنوں سے نبٹنے کے لئے بنایا گیا۔

ان طبقوں میں جو سوویتوں کے خلاف دشمنی نہیں رکھتے تھے بورژوازی نے دشمنی پھیلائی۔ لاکھوں معذور لوگوں، یتیموں اور زخمیوں کی مصیبتوں میں عوامی خیرسگالی کا شعبہ بند ہونے سے شدت پیدا ہوگئی۔ اسپتال اور یتیم خانے غذا اور ایندھن سے محروم ہوگئے۔ بیساکھیوں پر چلنےوالے لوگوں کے وفدوں اور بچوں کو گود میں لئے بھوکی ماؤں نے سماجی سلامتی کی نئی کمیسار میڈم الکساندرا کولونتائی کو گھیر لیا۔ لیکن وہ مجبور تھیں۔ سیف مقفل تھے اور افسران کنجیاں لیکر چلتے بنے تھے۔ سابق وزیر کاؤنٹس پانینا ساری رقم لیکر بھاگ گئی تھی۔ لیکن وہ گرفتار کر لی گئی۔

ВСѢМЪ ЧЕСТНЫМЪ ГРАЖДАНАМЪ!

ВОЕННО-РЕВОЛЮЦІОННЫЙ КОМИТЕТЪ ПОСТАНОВЛЯЕТЪ:

Хищники, мародеры, спекулянты объявляются врагами народа.

Лица, виновныя въ этихъ тягчайшихъ преступленіяхъ, будутъ немедленно арестовываться по спеціальнымъ ордерамъ Военно-Революц. Комитета и отправляться въ Кронштадтскія тюрьмы впредь до преданія ихъ Военно-Революціонному суду.

Всѣмъ общественнымъ организаціямъ, всѣмъ честнымъ гражданамъ Военно-Революц. Комитетъ предлагаетъ: обо всѣхъ извѣстныхъ случаяхъ хищенія, мародерства, спекуляціи немедленно доводить до свѣдѣнія Военно-Революц. Комитета.

Борьба съ этимъ зломъ—общее дѣло всѣхъ честныхъ людей. Военно-Революц. Комитетъ ждетъ поддержки отъ тѣхъ, кому дороги интересы народа.

Въ преслѣдованіи спекулянтовъ и мародеровъ Военно-Революціонный Комитетъ будетъ безпощаденъ.

Военно-Революціонный Комитетъ.

Петроградъ.
10 ноября 1917 г.

بالشویکوں نے اس اقدام اور اسی طرح کے دوسرے اقدامات کا جواب پھانسی سے نہیں بلکہ انقلابی عدالت کے تقرر سے دیا۔ گرانڈڈیوک نکولائی کے محل کے موسیقی ہال کی لمبی نیم دائرہ نما میز کے گرد سات جج بیٹھے تھے۔ ان میں دو سپاہی، دو مزدور، دو کسان اور صدر ژوکوف تھے۔

پہلی قیدی کاؤنٹس پانینا تھی۔ وکیل صفائی نے بڑی تفصیل سے اس کے سنہرے کارنامے اور خیراتی کاموں کا ذکر کیا۔ نوجوان مزدور وکیل سرکار ناؤسوف نے اس کا جواب یوں دیا:

"رفیقو، یہ سب سچ ہے۔ یہ عورت نیک دل ہے۔ لیکن وہ غلط راستے پر چل رہی ہے۔ اس نے اپنی دولت سے لوگوں کی مدد کی ہے۔ لیکن اس کی یہ دولت آئی کہاں سے؟ استحصال کے شکار لوگوں کے پاس سے۔ اس نے اپنے اسکولوں، نرسوں اور شوربہ تقسیم کرنےوالے باورچی خانوں کے ذریعہ بھلائی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اگر لوگوں کے پاس وہ دولت ہوتی جو اس عورت نے ان کے خون اور پسینے سے حاصل کی تھی تو خود ہمارے اسکول، نرسیں اور شوربہ تقسیم کرنےوالے باورچی‌خانے ہوتے۔ اور ہم ان کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتے نہ کہ اس طرح جیسے کہ اس کے خیال میں ہمارے لئے ان کو ہونا چاہئے۔ اس کے نیک کام وزارت کے فنڈ لینے کے قصور سے اس کو بری نہیں کرتے۔"

اس کو مجرم قرار دیا گیا۔ اس کو جیل بھیجدیا گیا اور جب رقم بھر دی گئی تو اس کو پبلک کی ملامت کا نشانہ بننے کے لئے رہا کر دیا گیا! ابتدا میں اسی طرح کی ہلکی سزاؤں کا رواج تھا۔ لیکن طبقاتی تصادم جتناھی زوردار ہوتا گیا انقلابی عدالت کی سزائیں زیادہ سخت ہوتی گئیں۔

پیسہ تو سبھی حکومتوں کی جان ہوتا ہے اور سارے مالیاتی ادارے بورژوازی کے ھاتھ میں تھے۔ شہری دوما اور "نجات‌دھندہ کمیٹی"، کو بینکوں نے اوپر ھی اوپر پانچ کروڑ روبل دے دئے اور سوویتوں کو ایک روبل بھی نہیں دیا۔ ان کی تمام درخواستیں اور تحریریں بے سود ثابت ہوئیں۔ بورژوازی کو یہ منظر دیکھ کر

بڑی خوشی ہو رہی تھی کہ سارے روس کی حکومت بینکوں کے سامنے پیسے کے لئے ہاتھ پھیلاتی تھی اور اس کو ایک کوڑی نہیں ملتی تھی۔

پھر ایک دن بالشویک بندوقیں ہاتھ میں لیکر بینکوں کو آئے۔ انھوں نے تمام فنڈوں پر قبضہ کر لیا اور پھر بینکوں پر۔ بینکوں کو قومیانے کے فرمان کے مطابق یہ مالیاتی طاقت کے مرکز مزدور طبقے کے ہاتھ میں آگئے۔

شراب، پریس، چرچ — سوویتوں کے خلاف

لوگوں کے دماغ کو چکرانے کے لئے بورژوازی کو شراب بڑی معاون معلوم ہوئی۔ شہر میں شراب کے گودام بارود کے گوداموں سے زیادہ خطرناک تھے۔ عوام کی رگوں میں شراب کی گردش کا مطلب شہر کی زندگی میں ہنگامہ تھا۔ اس مقصد سے شراب کے گودام کھولدئے گئے اور لوگوں کو دل بھرکر پینے کے لئے مدعو کیا گیا۔ بدمست لوگ بوتلیں ہاتھ میں لیکر گوداموں سے باہر آئیں گے اور برف پر ڈھیر ہو جائیں گے یا سڑکوں پر گھوم‌پھر کر گولیاں چلائیں گے اور لوٹیں گے۔

ایسے ہنگاموں کا جواب بالشویکوں نے مشین گنوں سے دیا، انھوں نے بوتلوں کو گولیوں سے توڑ دیا۔ ان سب کو ہاتھوں سے توڑنے کے لئے کافی وقت نہ تھا۔ انھوں نے سرمامحل کے زمیں‌دوز شراب کے گوداموں میں جمع تیس لاکھ روبل کی شراب جسمیں سے کچھ سو سال پرانی تھی برباد کر دی۔ یہ شراب گوداموں سے زار اور اس کے حامیوں کے گلوں سے نہیں گذری بلکہ آگ بجھانے‌والے ہوزوں سے گذرکر نہر میں پہنچ گئی۔ کتنا زبردست نقصان تھا یہ۔ بالشویکوں کو اس کا بڑا افسوس تھا کیونکہ ان کو پیسے کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن ضبط و نظم کی ضرورت اس سے زیادہ تھی۔ انھوں نے اعلان کر دیا ”شہریو! انقلابی نظام کی خلاف‌ورزی نہ ہو! کوئی چوری یالوٹ‌مار نہ ہو! پیرس کمیون کی مثال کی پیروی کرتے ہوئے ہم ہر لٹیرے یا بدنظمی پھیلانے‌والے کا خاتمہ کر دیں گے“۔ اس خطرے کے استیصال کی غرض سے روس کے شہریوں کے لئے یہ پوسٹر چسپاں کر دیا گیا:

لازمی حکم

(۱) شہر پیٹروگراد کے محاصرے کی حالت میں ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

(۲) سڑکوں اور چوکوں پر ہر طرح کے اجتماع ، جلسے اور جلوس وغیرہ کی ممانعت کی جاتی ہے۔

(۳) شراب اور سامان کے گوداموں ، کارخانوں ، اسٹوروں ، دوکانوں ، ذاتی مکانوں وغیرہ وغیرہ کو لوٹنے کی کوششوں کو بلا انتباہ مشین گن فائرنگ سے روکا جائیگا۔

(۴) مکانوں کی کمیٹیوں ، دربانوں اور پہرے داروں اور ملیشیا والوں کو یہ خدمت سپرد کی جاتی ہے کہ وہ تمام مکانوں ، صحنوں اور سڑکوں پر سخت نظم و نسق قائم رکھیں اور مکانات ، پھاٹک اور داخلے رات کو نو بجے بند کر دئے جائیں اور سات بجے صبح کھولے جائیں۔ رات کے نو بجے کے بعد صرف مکانداروں کو مکانوں کی کمیٹیوں کے سخت کنٹرول کے تحت باہر جانے کی اجازت دی جائے۔

(۵) کسی طرح کی اسپرٹ والی شرابیں تقسیم کرنے یا بیچنے اور خریدنے کے مجرموں کو اور دفعہ ۲ و ۴ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بھی فوراً گرفتار کرکے سخت سزائیں دی جائیں گی۔

پیٹروگراد۔ ۱۹ نومبر ، رات کے ۳ بجے

مزدوروں اور سپاہیوں کے نمائندوں کی سوویت سے منسلک ہنگاموں کے خلاف جدوجہد کرنے والی کمیٹی۔

اگر شراب لوگوں کے ذہنوں کو زہرآلود نہ کر سکے تو پریس موجود تھا۔ جھوٹ کی فیکٹریاں روزانہ اخباروں اور پوسٹروں کے لئے یہ مواد تیار کر لیتی تھیں کہ بس اب بالشویکوں کا زوال ہونے ہی والا ہے ، کہ لینن ریاستی بینک سے تین کروڑ روبل کا سونا اور پلیٹنم لیکر فن لینڈ بھاگ گئے ، کہ سرخ لوگوں نے عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا ، کہ اسمولنی میں جرمن افسروں کا راج ہے۔

بالشویکوں نے اس کا جواب پریس کے سب ایسے اداروں کو بند کر کے دیا جو ”کھلے عام بغاوت کے لئے اپیل کر رہے تھے یا لوگوں کو جرائم کرنے کے لئے اکساتے تھے۔“

ОБЯЗАТЕЛЬНОЕ ПОСТАНОВЛЕНІЕ.

1) Городъ Петроградъ объявленъ на осадномъ положеніи.

2) Всякія собранія, митинги, сборища и т. п. на улицахъ и площадяхъ воспрещается.

3) Попытки разгромовъ винныхъ погребовъ, складовъ, заводовъ, лавокъ, магазиновъ, частныхъ квартиръ и проч. и т. п. будутъ прекращаемы пулеметнымъ огнемъ безъ всякаго предупрежденія.

4) Домовымъ комитетамъ, швейцарамъ, дворникамъ и милиціи вмѣняется въ безусловную обязанность поддерживать самый строжайшій порядокъ въ домахъ, дворахъ и на улицахъ, причемъ ворота и подъѣзды домовъ должны запираться въ 9 час. вечера и открываться въ 7 час. утра. Послѣ 9 час. вечера выпускать только жильцовъ подъ контролемъ домовыхъ комитетовъ.

5) Виновные въ раздачѣ, продажѣ или пріобрѣтеніи всякихъ спиртныхъ напитковъ, а также въ нарушеніи пунктовъ 2-го и 4-го будутъ немедленно арестованы и подвергнуты самому тяжкому наказанію.

Петроградъ 6-го декабря, 3 часа ночи.

Комитетъ по борьбѣ съ погромами при Исполнительномъ Комитетѣ Совѣта Рабочихъ и Солдатскихъ Депутатовъ.

بالشویکوں نے اعلان کیا ''دولت‌مند طبقوں کے پاس پبلک پریس کا بہت بڑا حصہ ہے اور وہ بدنام کن باتوں اور جھوٹ سے لوگوں کے دماغ اور ضمیر کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ... اگر پہلا انقلاب جس نے شاہی نظام کا تختہ الٹا تھا شاہ‌پرست پریس کو دبا دینے کا حق رکھتا تھا، تو یہ انقلاب جس نے بورژوازی کا تختہ الٹا ہے بورژوا پریس کو دبا دینے کا حق رکھتا ہے۔''

پھر بھی، مخالف پریس کو پوری طرح نہیں دبایا گیا۔ جو اخبار بند کئے گئے تھے وہ دوسرے دن نئے نام سے نکلے۔ مثلاً ''تقریر'' کا نام ''آزاد تقریر'' ہو گیا اور ''دن'' کا نام ''رات'' ہوا، پھر ''اندھیری رات میں''، ''آدھی رات'' اور ''رات کے دو بجے'' وغیرہ ہوا۔ ''طنز و مزاح'' نامی اخبار بڑی آزادی کے ساتھ کارٹونوں اور نظموں کے ذریعہ بالشویکوں کا سخت مذاق اڑاتا رہا۔ اطلاعات عامہ کی امریکی کمیٹی * اپنا پروپیگنڈا بے‌روک‌ٹوک کرتی رہی اور اس نے سیمویل گومپرس ** کا مضمون اس سرخی کے ساتھ شائع کیا کہ ''سوشلسٹ جنگ کے حامی ہیں''۔ لیکن بالشویکوں نے اس قطعی جھوٹ سے عوام کو ورغلانے کے خلاف موثر اقدامات کئے۔

زار نے آرتھوڈاکس گریک چرچ کے پادریوں کو روحانی پولیس کی حیثیت سے استعمال کرکے ''مذہب کو عوام کے لئے افیون بنا دیا تھا''۔ دوزخ کے خوف اور جنت کے وعدوں کے ذریعہ عوام کو مطلق‌العنانی کی اطاعت کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ اب چرچ کو

---

* اطلاعات عامہ کی امریکی کمیٹی — صدر امریکہ ولسن نے اپریل ۱۹۱۷ء میں امریکہ کے عالمی جنگ میں شامل ہونے کے بعد جلدھی قائم کی تھی۔ اس کے کام میں جنگی پروپیگنڈا، سنسرشپ اور جاسوسی تھے۔ ۱۹۱۷ء کی خزاں میں اس کمیٹی کی ایک روسی شاخ قائم کی گئی۔ روس میں اس کی سرگرمیاں سوویت دشمن تھیں اور وہ ''امریکی بولیٹین'' شائع کرتی تھی۔

** سیمویل گومپرس امریکہ کا رجعت‌پرست ٹریڈ یونین لیڈر تھا جس نے سوویت روس کے خلاف غیرملکوں کی مداخلت کی حمایت کی۔

یہی کام کرنے کے لئے بورژوازی نے طلب کیا۔ مقدس اعلانات کے ذریعہ بالشویکوں کو چرچ کے سارے رسوم اور عبادتوں سے رانده قرار دیا گیا۔

بالشویکوں نے مذہب پر کوئی براہ‌راست حملہ نہیں کیا لیکن چرچ کو ریاست سے علحدہ کر دیا۔ حکومت کے جو فنڈ چرچ کی تجوریوں میں جا رہے تھے ان کو روک دیا گیا۔ شادی بیاہ کو شہری فریضہ قرار دیا گیا۔ خانقاہوں کی جاگیریں ضبط کرلی گئیں۔ بعض خانقاہوں کو اسپتالوں میں بدل دیا گیا۔

لاٹ پادری نے ان مرتدانہ اقدامات کے خلاف گھن گرج احتجاج کیا لیکن اسکا کوئی اثر نہ ہوا۔ مقدس چرچ کے لئے عوام کی عقیدت تقریباً ویسے ہی داستانی ثابت ہوئی جیسے زار کے لئے ان کی وفاداری تھی۔ انھوں نے چرچ کے اس فرمان کو دیکھا جو بالشویکوں کی طرفداری کے لئے ان کو جہنم واصل کرتا تھا اور پھر انھوں نے بالشویکوں کے اس فرمان کو دیکھا جو ان کو زمین اور فیکٹریاں دیتا تھا۔

ان میں کچھ نے کہا ”اگر ہم کو انتخاب کرنا ہے تو ہم بالشویکوں کا ہی انتخاب کریں گے،،۔ دوسروں نے چرچ کا انتخاب کیا۔ بہت سے لوگوں نے یہ کہا کہ ”کوئی بات نہیں،، اور ایک دن اگر چرچ گئے تو دوسرے دن بالشویکوں کے مظاہرے میں بھی تھے۔

کسان ، انارکسٹ اور جرمن ، سوویتوں کے خلاف

شہروں میں بالشویکوں کا زور تھا۔ بورژوازی دیہاتوں کو ان کے خلاف بنانا چاہتی تھی۔

”دیکھو !،، انھوں نے کسانوں سے کہا ”شہروں میں آٹھ گھنٹے روزانہ کام ہوتا ہے۔ تم آخر ۱۶ گھنٹے روزانہ کیوں کام کرو ؟ شہروں کو اپنا اناج کیوں دو جب تم کو معاوضے میں کچھ نہیں ملتا ؟،، کسانوں کی سوویت کی پرانی انتظامیہ کمیٹی نے اسمولنی کی نئی حکومت کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔

بہرحال ، بالشویکوں نے ان سے الگ کسانوں کی ایک نئی کانگرس بلائی۔ اسمیں پرانے کارکنوں نے چیرنوف کی قیادت میں بالشویکوں پر

سخت حملے کئے - لیکن دو ٹھوس واقعات کو جھٹلایا نہ جاسکا - اول تو بالشویکوں نے کسانوں کو زمین دی تھی محض وعدے نہیں - دوسرے، اب بالشویک کسانوں کو حکومت میں شرکت کی دعوت دے رہے تھے -

کئی دنوں کے طوفانی بحث مباحثے کے بعد ایک سمجھوتہ ہوا - کسان رات کو مشعلیں لئے قطار درقطار نکلے، پاولوفسکی رجمنٹ کا آرکسٹرا "مارسیلز" کا ترانہ بجا رہا تھا اور مزدور دوڑ دوڑ کر کسانوں سے بغل گیر ہو رہے تھے اور ان کو چوم رہے تھے - کسانوں کی سوویت کے بڑے جھنڈے کے پیچھے جس پر لکھا تھا "محنت کش عوام کا اتحاد زندہ باد!" یہ جلوس برف سے ڈھکی سڑکوں سے گذرتا اسمولنی پہنچا - یہاں سرکاری طور پر کسانوں کا "ملن" سپاھیوں اور مزدوروں کے ساتھ ھوا - جوش میں آکر ایک دیہاتی نے زور سے کہا "میں یہاں زمین پر چل کر نہیں آیا ھوں بلکہ ھوا میں اڑتا آیا ھوں" - اب حکومت حقیقت میں مزدوروں، سپاھیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی سوویت بن گئی ھے -

سوویتوں کو توڑنے کے لئے بورژوازی نے دائیں بائیں ھر طرف اچک پھاند کی — بائیں طرف انارکسٹوں تک - سیکڑوں افسر اور شاہ‌پرست، انارکسٹ تنظیموں میں گھس گئے اور سیاہ جھنڈے کے تحت اپنے کاموں میں بھی انارکسٹ (نراجی) بن گئے -

انارکسٹ ھوٹلوں میں داخل ھو جاتے اور ریوالور دکھا کر لوگوں کے منی بیگ "وصول" کر لیتے - ماسکو میں انھوں نے ۳۴ محل "قومیا" لئے اور ان کے مکینوں کو نکال باھر کیا - انھوں نے امریکی ریڈ کراس کے کرنل روبنس کی کار کو ایک موڑ پر کھڑے دیکھا اور اس کو "اشتراکی" بنا کر اسمیں بیٹھ گئے اور رفوچکر ھو گئے - وہ یہ کہہ کر اپنی ھر بات کو بجا قرار دیتے تھے کہ "ھم سچے انقلابی ھیں — بالشویکوں سے زیادہ ترقی پسند ھیں" -

بالشویکوں نے اصلی انارکسٹوں کو الٹی میٹم دے دیا کہ وہ اپنے گھر کی صفائی کر لیں - ساتھ ھی انھوں نے "انارکسٹ" مرکزوں پر چھاپے مار کر کھانے پینے کے سامان، جواھرات اور جرمنی سے آئی ھوئی نئی مشین گنوں کے بڑے ذخیرے برآمد کئے - انھوں نے تمام چوری کی

چیزیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں اور ان رجعت پرستوں کو خو اعلی‌ترین انقلابی ہونے کا دعوی کرتے تھے گرفتار کر لیا۔

بورژوازی نے مدد کے لئے اپنے سابق دشمنوں یعنی جرمنوں سے رجوع کیا۔ انھوں نے بار بار ہم سے کہا کہ اگلے ہفتے ہم جرمن فوجوں کو ماسکو میں دیکھیں گے۔

اس وقت بالشویکوں کے پاس جرمنوں کے مقابلے کے لئے نہ تو سرخ فوجیں تھیں اور نہ توپخانہ۔ لیکن ان کے پاس چھاپے کا توپخانہ تھا جس سے انھوں نے جرمن صفوں پر پروپیگنڈے کی گولیوں کا مہلک حملہ کیا۔ "مشعل"، اور "امن عامہ"، میں تمام زبانوں میں جرمن سپاہیوں کے نام اپیل شائع کی گئی کہ وہ اپنی بندوقیں روس میں مزدوروں کی ریپبلک کو برباد کرنے کے لئے نہیں بلکہ جرمنی میں مزدوروں کی ریپبلک قائم کرنے کے لئے استعمال کریں۔

میں نے اور جان ریڈ نے ایک باتصویر پوسٹر تیار کیا۔ اس میں پیٹروگراد کا سابق جرمن سفارت‌خانہ دکھایا گیا تھا جس پر ایک بڑا جھنڈا لگا تھا اور اس کی تصویر کے نیچے لکھا تھا:

"یہ بڑا جھنڈا دیکھئے۔ اس پر ایک بڑے جرمن کا قول ہے۔ کیا وہ بسمارک تھا؟ کیا وہ ہنڈین‌برگ تھا؟ نہیں، یہ تو لافانی کارل مارکس کی بین‌اقوامی اخوت کی اپیل ہے: "دنیا کے مزدورو، ایک ہو!"،

"یہ جرمن سفارت‌خانے کی محض زینت نہیں ہے۔ روسیوں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ یہ جھنڈا بلند کیا ہے اور جرمنی‌والو، تم کو یہ لوگ وہ الفاظ واپس کر رہے ہیں جو تمھارے کارل مارکس نے ۷۰ سال پہلے ساری‌دنیا کو دئے تھے۔

"آخرکار ایک حقیقی پرولتاری ریپبلک قائم ہو گئی ہے لیکن یہ ریپبلک اس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام ملکوں کے مزدور ریاستی اقتدار نہ حاصل کر سکیں۔

"روسی کسان، مزدور اور سپاہی جلد ہی کسی سوشلسٹ کو سفیر کی حیثیت سے برلن بھیجیں گے اور جرمنی کب پیٹروگراد کے اس جرمن سفارت‌خانے کی عمارت میں کوئی انٹرنیشلسٹ سوشلسٹ بھیجے گا؟"،

ایک اور تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ ایک سپاہی روسی شاہی عقاب والے نشانوں کو محل پر سے اکھاڑ رہا ہے اور وہیں نیچے مجمع ان کو جلا رہا ہے۔ اس تصویر کے نیچے یہ الفاظ تھے:

"ایک محل کی چھت پر سپاہی مطلق العنانی کے نفرت انگیز نشان کو اکھاڑ رہا ہے۔ اور نیچے مجمع عقابوں کو جلا رہا ہے۔ مجمع میں سپاہی یہ بتا رہا ہے کہ مطلق العنانی کا خاتمہ سماجی انقلاب کی پیش قدمی کا محض پہلا قدم ہے۔

"مطلق العنانی کا تختہ الٹ دینا آسان ہے۔ مطلق العنانی کا انحصار صرف سپاہیوں کی اندھی فرمانبرداری پر ہے۔ روسی سپاہیوں نے صرف اپنی آنکھیں کھولیں اور مطلق العنانی ہوا ہو گئی۔"

یہ تصویریں، اشتہار اور پرچے اڑا دئے جاتے تھے تاکہ ہوا ان کو جرمن مورچوں تک لے جائے۔ وہ ہوائی جہازوں سے گرائے جاتے تھے اور جوتوں اور بکسوں میں چھپاکر اور جرمنی کو واپس ہونے والے قیدیوں کے ذریعہ جرمنوں تک پہنچائے جاتے تھے۔

ان سب باتوں نے ملکر جرمن فوجوں میں انتشار پیدا کیا اور انقلاب کی تیاری کی۔ جنرل ہوفمان* نے کہا "لینن اور بالشویکوں نے ہی ہمیں پست ہمت کر دیا اور ہمیں شکست اور وہ انقلاب دیا جسے آپ ہمیں تباہ کرتے دیکھ رہے ہیں"۔ شاید پروپیگنڈا اتنا مؤثر نہیں تھا۔ لیکن اس نے سوویتوں پر جرمنوں کو حملے سے باز رکھا۔ روسی بورژوازی نے اتحادیوں کی مداخلت کی سازش کرنی شروع کر دی۔

دستوری اسمبلی کا خاتمہ

۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو جبکہ طبقات کے درمیان جدوجہد اپنے عروج پر تھی دستوری اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ یہ انقلاب کے پہلے

---

* ہوفمان — جرمن جنرل، مغربی محاذ کا چیف آف اسٹاف۔ نومبر ۱۹۱۷ء میں سوویت حکومت کے ساتھ صلح کی بات چیت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔

دور کی آئینہ‌دار تھی ، ایک ایسے رجحان کی جس کو اب مسترد کر دیا گیا تھا - اس کے انتخابات ایک فرسودہ فہرست کے ذریعہ ہوئے تھے جسمیں ایک سوویت پارٹی یعنی بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں کا پارٹی کی حیثیت سے نام تک نہ تھا - عوام نے اس ادارے کی طرف توجہ تک نہ کی تھی جو ماضی سے کسی بھوت کی طرح نمودار ہوا تھا - بورژوازی نے زوروں کے ساتھ اسکو اچھالا - درحقیقت بورژوازی دستوری اسمبلی کے لئے کوئی اشتیاق نہیں رکھتی تھی اور مہینوں تک اس کو ملتوی کرنے یا اس کا گلا گھونٹ دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی رہی تھی - میں نے ان کو اکثر یہ کہتے سناتھا " دستوری اسمبلی — ہم اس پر تھوکتے ہیں " - اور اب یہ ان کی آخری امید ، آخری پردہ تھی جس کے پیچھے وہ چھپ سکیں اور وہ اس کے زوردار وکیل بن گئے تھے -

دستوری اسمبلی کے افتتاح کے دن ایک بڑا جلوس منظم کیا گیا - تقریباً پندرہ ہزار بڑے چھوٹے افسروں اور دانش‌وروں نے سڑکوں پر مظاہرہ کیا - کام نہ کرنے‌والی امیر خواتین شاندار لباسوں میں صف‌آرا تھیں ، شاہ پرست سرخ پرچم اٹھائے تھے اور بڑی بڑی توندوں‌والے جاگیردار زوروں سے گا رہے تھے " ہم عوام کے کاز کے لئے بھوکوں مرے اور اپنا خون بہایا " — یہ سب اپنے کو ایک انقلابی جلوس کی طرح پیش کرنے کی امکانی کوشش کر رہے تھے - لیکن صرف گیت اور پرچم سرخ تھے - مظاہرین زیادہ‌تر سفید گارڈ اور صد سیاہ کے لوگ تھے - ان میں مشکل سے ہی کوئی کسان یا مزدور ہوگا - عوام الگ کھڑے تھے اور ان مظاہرہ کرنے‌والوں کا مذاق اڑا رہے تھے یا ان کو حقارت‌بھری خاموشی سے دیکھ رہے تھے -

دستوری اسمبلی کو بلانے میں کافی دیر ہوچکی تھی - وہ تو مردہ ہی پیدا ہوئی تھی - انقلاب کی تیز رفتار میں انقلابی عوام کی وفاداری مکمل طور پر سوویتوں کو منتقل ہوچکی تھی - سوویتوں کے لئے تو پانچ لاکھ آدمیوں نے جلوس نکالا تھا اور صرف جلوس ہی نہیں بلکہ وہ اس کے لئے لڑنے مرنے کو بھی تیار تھے - سوویتیں محنت کش طبقوں کے لئے پیاری تھیں کیونکہ وہ تو انکا اپنا ادارہ تھیں ، ان ہی

کے طبقوں میں انکا جنم ہوا تھا اور ان کے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے وہ اچھی طرح لیس تھیں -

ہر برسر اقتدار طبقہ ریاستی مشینری اسی طرح ڈھالتا ھے جو اس کے اقتدار کی حفاظت کے لئے بہترین ہو ، جس کے ذریعہ وہ اپنے مفادات کے لئے حکمرانی کر سکے - جب بادشاہ اور امرا برسراقتدار تھے تو ریاستی مشینری جس کے ذریعہ وہ حکومت کرتے تھے مطلق العنانی اور نوکرشاھی تھی - جب ۱۸ ویں صدی میں بورژوا سرمایہ دار طبقات برسراقتدار آئے تو انھوں نے پرانی ریاستی مشینری کو ہٹا دیا اور ایک نئی مشینری — پارلیمنٹ ، کانگرس — بنائی جو ان کے مقاصد کے لئے موزوں تھی -

اسی طرح روس میں برسر اقتدار آنےوالے محنت کش طبقوں نے اپنی ریاستی مشینری یعنی سوویتیں بنائیں - وہ انھیں ہزاروں مقامی سوویتوں کی شکل میں جانچ اور آزما چکے تھے - وہ ان کے کام کو جانتے تھے - یہ تو ان کے روزمرہ کے تجربے کا ایک حصہ تھیں - ان کے ذریعہ انھوں نے اپنی دلی تمنائیں حاصل کرلی تھیں یعنی زمین اور فیکٹریاں اور امن کی تجاویز - سوویتوں کے ساتھ وہ فتح کی طرف بڑھ رہےتھے - انھوں نے ان سوویتوں کو روس کی حکومت بنا دیا تھا -

اور اب اس دیر میں چونکنےوالی دستوری اسمبلی نے سوویتوں کو روس کی حکومت ماننے سے انکار کر دیا - اس نے مزدوروں اور استحصال کے شکار لوگوں کے حقوق کے بارے میں سوویتوں کے اعلان — ” روسی انقلاب کے منشور اعظم ،، کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا - یہ تو اسی طرح تھا جیسے فرانسیسی انقلاب انسان کے حقوق کے اعلان کو ماننے سے انکار کر دیتا -

چنانچہ یہ دستوری اسمبلی برخاست کر دی گئی - ۱۹ جنوری ۱۹۱۸ ء کو علی الصباح جہازراں پہرےداروں نے کہا کہ وہ سونا چاھتے ھیں اور جو مندوبین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو بحث بند کر دینا چاھئے اور اپنےاپنے گھر جانا چاھئے - اس طرح دستوری اسمبلی ایک اجلاس کے بعد ختم ہو گئی جس سے مغربی دنیا میں کافی ہنگامہ ہوا لیکن روس کی زندگی میں پتا بھی نہیں ہلا - دستوری اسمبلی کا لوگوں

پر کوئی اثر نہیں تھا اور جس طرح اس کی موت واقع ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جینے کا کوئی حق بھی نہ تھا۔

دستوری اسمبلی کے لئے سب سے زیادہ سوگوار بورژوازی ھی تھی۔ یہ تو ان کی آخری امید تھی۔ اس کے خاتمے کے بعد انقلاب اور اس کے سارے کاموں کے خلاف ان کا غم و غصہ ٹھنڈا ھی نہیں پڑتا تھا۔ یہ قدرتی بات تھی کیونکہ انقلاب تو ان کے لئے بلائے آسمانی تھا۔ اس نے اعلان کر دیا تھا: "جو کام نہیں کرتا وہ کھاتا بھی نہیں"، اور "کسی کو اس وقت تک کیک نہیں ملیں گے جب تک سبکو روٹی نہ مل جائے"۔ اس نے تو بورژوازی کی پوری زندگی کی بنیاد ھی اڑادی تھی۔ اس نے جاگیرداروں سے بڑی بڑی جاگیریں، منصب‌داروں سے ان کے سنہری پٹیوں والے عہدے اور سرمایہ‌داروں کے ھاتھ سے بینکوں اور فیکٹریوں کا کنٹرول چھین لیا تھا۔ کوئی بھی یہ نہیں پسند کرتا کہ اس سے کچھ چھین لیا جائے۔ کوئی عیش و آرام کا عادی طبقہ اپنے گلشن کو چھوڑکر کام کرنے نہیں جاتا۔ کوئی مراعات رکھنےوالا طبقہ رضاکارانہ طورپر اپنی مراعات سے دست‌بردار نہیں ھوتا۔ اپنی روایات میں گہرا دھنسا ھوا کوئی بھی طبقہ پرانی باتوں کو چھوڑکر بخوشی نئی باتوں کو گلے نہیں لگاتا۔

اس کلیے میں کچھ استثنا بھی ھیں اور روس میں یہ نمایاں ھیں۔ مثلاً معمر زار شاھی جنرل نکولایف نے اپنے بالشویک ھونےکا اعلان کر دیا اور سرخ فوج میں کمانڈر ھوگئے۔ بعد کو جب یام‌بورگ میں سفید گارڈوں نے ان کو گرفتار کیا تو ان سے اپنے عقائد سے منکر ھونے کا مطالبہ کیا گیا لیکن جنرل نکولایف نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کو اذیتیں پہنچائی گئیں اور ان کے سینے کو جلا کر اس پر سرخ ستارہ بنایا گیا۔ پھر بھی انھوں نے توبہ نہیں کی۔ ان کو پھانسی کے تختے تک لے جایا گیا اور ان کی گردن میں پھندا ڈال دیا گیا۔

"میں بالشویک کی حیثیت سے مر رھاھوں۔ سوویتیں زندہ‌باد!"، وہ چلائے جبکہ وہ ھوا میں معلق جھول رہے تھے۔

جنرل نکولایف کی طرح کے دوسرے لوگ بھی تھے، ایسے لوگ جنکے دلوں کو تالستائی اور متعدد روسی انسانیت‌دوستوں کی تعلیمات

چھو گئی تھیں — ایسے لوگ جنھوں نے پرانے نظام کی ناانصافی اور نئے نظام کا انصاف دیکھ لیا تھا۔

لیکن یہ تو مستثنی لوگ تھے۔ طبقے کی حیثیت سے بورژوازی انقلاب کو خوف و نفرت سے دیکھتی تھی۔ وہ صرف اس کو قتل کرنے کی سوچتے تھے۔ انتقام سے اندھے ہوکر انھوں نے عزت، اخلاق اور حب الوطنی کے سارے قوانین کو بالائے طاق رکھدیا۔ انھوں نے انقلاب کو ختم کرنے کے لئے غیرملکی سنگینوں کی مانگ کی۔ اس کے لئے ہر ہتھیار کو حتی کہ دھوکے سے قتل کو بھی مقدس بنا دیا گیا۔ تہذیب کا نقاب اتارکر پھینک دیا گیا، پرانے چنگل اور پنجے ظاہر ہوگئے۔ تعلیم یافتہ اور مہذب لوگ درندے بن گئے۔

بارھواں باب

نئے نظام کی تعمیر

ریاستی اقتدار دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں میں روسی اعلی طبقے کا رویہ تاریخ کےلئے نیا یا غیرمعمولی نہیں ہے۔ بےنظیر بات تو اقتدار کو اپنی مٹھی میں رکھنے کے لئے روسی مزدور طبقے کا عزم ہے۔ وہ بڑی سختی سے اس پر ڈٹا ہے، اینٹ کا جواب پتھر سے، ضرب کا جواب ضرب سے دے رہا ہے، فولاد کو لوہے سے ٹکرا رہا ہے۔ مزدوروں نے اپنے میں بےنظیر ضابطہ اور اتحاد پیدا کر لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عام لوگوں کی صفوں کو ان کے لیڈروں کی آہنی قوت ارادی نے قائم رکھا، کہ ان لوگوں کا عزم محض چوٹی والے لوگوں کے عزم کا عکس تھا۔ لیکن اس کے برعکس زیادہ سچ ہے۔

لیڈر تو باعزم نہ تھے۔ ایک نازک لمحے میں زینوویف، کامینیف، میلیوتین، نوگین اور ریکوف نے بالشویک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی ممبری سے استعفا دے دیا اور مؤخرالذکر تین اشخاص نے عوامی کمیسار کے عہدوں سے بھی استعفا دے دیا۔ ماسکو کی بربادی کے سارے قصوں پر یقین کرتے ہوئے لوناچارسکی چیخ اٹھے

"میرا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ھے۔ میں اس دھشت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایسے خیالات کے دباؤ کے تحت جو مجھے پاگل بنائے دیتے ھیں کام کرنا ناممکن ھے۔ میں اب زیادہ نہیں برداشت کر سکتا۔ میں استعفا دیتا ہوں"۔

"ان سب کم‌عقیدہ لوگوں کو، سب مذبذب اور مشکوک لوگوں کو، بورژوازی اور ان کے براہ راست اور بالواسطہ حامیوں کے شوروغوغے سے ڈرے ہوئے سب لوگوں کو شرم آنی چاھئے۔ پیٹروگراد، ماسکو اور دوسری جگہوں کے مزدوروں اور سپاھیوں میں تو تذبذب کا شائبہ بھی نہیں ھے" اس وقت لینن نے پارٹی کے تمام ممبروں اور روس کے تمام محنت کش طبقوں سے اپیل میں کہا تھا۔ دغا کرنے والے لوگوں کی تذلیل و تشہیر پورے روس میں ھو گئی۔ پرولتاریوں کی ناراضگی کے طوفان سے مجبور ھو کر کمیسار جلدی سے اپنی جگہوں پر واپس گئے اور پھر کبھی ڈھلمل یقین نہیں ہوئے۔

لیکن شکست کا خوف ان کو ھمیشہ ستاتا رہا۔ حتی کہ لینن بھی اس سے نہیں بچے۔

"دس دن اور گزر جائیں تو ھماری زندگی کے ۷۰ دن ھو جائیں گے۔ اتنے دن جتنے کہ پیرس کمیون کے تھے"، انھوں نے ابھی تک بربادی سے بچنے پر متحیر ھو کر کہا۔ کبھی کبھی تو لیڈر اپنی اس جرأت کا خاتمہ یقینی موت سمجھنے لگتے تھے۔

لیکن یہ منحوس خیالات کبھی بھی بالشویک لوگوں کی عام صفوں میں نہیں آئے۔ وہ پورے عزم و اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتے گئے اور انھوں نے اپنے اوپر کے لیڈروں میں نئی ھمت اور عزم پیدا کیا اور نیچے عوام کو وسیع پیمانے پر فتح کے عزم سے ولولہ بخشا۔

روس میں بالشویکوں کی تعداد

بالشویکوں کی بنائی ہوئی اس حکومت کی حمایت عوام نے کس حد تک کی؟ عوام نے انقلاب کی کس پیمانے پر پیروی کی؟ اخبار "دیلو نرودا" (عوام کا کاز) نے اس بارے میں لکھا "انقلاب تو سارے عوام کی بغاوت ھوتی ھے۔ لیکن ھمارے یہاں کیا ھے؟ بیچارے مٹھی‌بھر احمقوں کو لینن اور تروتسکی نے دھوکا دیا ھے۔"

یہ سچ ہے کہ روس کی زبردست آبادی میں بالشویک پارٹی کی ممبرشپ ''مٹھی بھر،، تھی، ایک یا دو فیصدی سے زیادہ نہیں۔ اگر یہی سب کچھ تھا تو نئی حکومت پر بجا طور سے ''بڑی اکثریت پر ایک بہت ہی چھوٹے حصے کے ظلم،، کا الزام لگایا جاسکتا تھا۔ لیکن ایک بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے یعنی بالشویک جذبات کو بالشویک پارٹی کے پیمانے سے نہیں ناپا جا سکتا۔ سرکاری بالشویک پارٹی کے ہر بالشویک پر عام آبادی میں ۳۰ سے ۵۰ اشخاص تک بالشویکوں کے ہمدرد تھے۔

بالشویک پارٹی میں داخلے کے اعلی معیار، اس کے سخت فرائض اور ڈسپلن کیوجہ سے عام طور پر لوگ پارٹی میں شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے اس کے لئے ووٹ دیا*۔

دستوری اسمبلی کے الکشن میں شمالی اور وسطی روس میں بالشویکوں کو ۵۵ فیصدی ووٹ ملے (ایک دو فیصدی نہیں)۔ پیٹروگراد میں بالشویکوں اور ان کے اتحادیوں، بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں کو پانچ لاکھ ۷۶ ہزار ووٹ ملے جو ۱۷ باقی پارٹیوں کے مجموعی ووٹوں سے زیادہ تھے۔

کہا جاتا ہے کہ جھوٹ تین درجے کے ہوتے ہیں: ''جھوٹ، بےحیائی کا جھوٹ اور اعداد و شمار،،۔ انقلابی اعدادوشمار خاص

---

* امریکہ میں سوشلسٹ پارٹی کے ممبروں کے مقابلے میں سوشلسٹ ووٹروں کی تعداد ہمیشہ ۱۰ سے ۵۰ گنی تک زیادہ رہی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں نیویارک میں بارہ ہزار سوشلسٹ پارٹی کے ممبر تھے اور الکشن میں سوشلسٹ پارٹی کے ووٹر ایک لاکھ ۷۶ ہزار تھے۔ ولادی واستوک میں ۱۹۱۸ء میں بالشویک پارٹی کے ممبر ۳۰۰ تھے اور جون کے الکشن میں بالشویک پارٹی کے ووٹر ۱۲۰۰۰ تھے۔ یہ الکشن اتحادیوں کی نگرانی میں ہوا تھا جبکہ بالشویک اخباروں کو بند کر دیا گیا تھا اور ان کے لیڈر جیل میں ڈال دئے گئے تھے پھر بھی بالشویک پارٹی کو بمقابلہ ۱۶ دوسری پارٹیوں کے مجموعی ووٹوں کے زیادہ ووٹ ملے۔ اس پر بھی زارپرستوں کولچاک اور دینیکین کے لئے پروپیگنڈا کرنےوالوں (جیسے جان اسپارگو) نے ممبرشپ کی طرف پوری توجہ دلانے کی کوشش کی جو انتہائی گمراہ کن بات تھی۔ (مصنف کا نوٹ)

طور سے غیرمعتبر ہیں کیونکہ انقلاب کے زمانے میں تو رائےعامہ ایک طوفانی لہر کی طرح اٹھتی ہے۔ آج لوگ ایک طرف ووٹ دیتے ہیں اور چند ہفتے بعد وہ بالکل مختلف طرف ووٹ دیں گے۔

جب دستوری اسمبلی کا انتخاب نومبر ۱۹۱۷ء میں ہوا تھا تو تقریباً ایک تہائی ووٹ بالشویکوں (معہ ان کے اتحادی بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں کے) کے لئے تھے۔ جب دستوری اسمبلی جنوری ۱۹۱۸ء میں منعقد ہوئی تو تقریباً دو تہائی ووٹ بالشویکوں کے لئے تھے۔ چند ہفتوں کے دوران بالشویک خیالات شہروں سے گاؤں کو اور صوبوں کو پہنچ گئے۔ کسانوں نے جب یہ دیکھا کہ زمین کے سوویت فرمان نے واقعی ان کو زمین دے دی ہے تو وہ کروڑوں کی تعداد میں بالشویک جھنڈے کے گرد جمع ہو گئے۔

بالغ آبادی میں بالشویک حامیوں کے اضافے کا اچھا تخمینہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:

مارچ ۱۹۱۷ء — زار کے خاتمے پر ۱۰۰۰۰۰
جولائی ۱۹۱۷ء — مسلح مظاہرے کے بعد ۵۰۰۰۰۰
نومبر ۱۹۱۷ء — دستوری اسمبلی کے الیکشن میں (سرکاری اعدادوشمار) ۹۰۰۰۰۰۰
جنوری ۱۹۱۸ء — سوویت نمائندوں کی تیسری کانگرس میں ۱۳۰۰۰۰۰۰

بالشویکوں کے پاس صرف تعداد ہی نہیں بلکہ سب اہم جگہیں بھی تھیں۔ بڑے بڑے شہر بالشویکوں کی حمایت کر رہے تھے۔ ریلوےمین، کان کن اور بنیادی صنعتوں کے مزدور بھی بالشویکوں کے ساتھ تھے۔ سپاہی اور جہازراں بھی غالب اکثریت میں انہیں کے ساتھ تھے۔ انقلاب کو بالشویک طریقے سے چلانے کے لئے بالشویکوں کے پاس روس کی بنیادی طاقتوں کا دیا ہوا اختیار تھا۔

عوام کی سرد مہری

بالشویکوں کو عوام میں جو حمایت حاصل تھی اس کو حقیر کر کے دکھانا بھی سخت غلطی ہوگی۔ اور یہ کہنا بھی سنگین غلطی

ہوگی کہ سب عوام انقلاب کے پرجوش حامی تھے ، سب اعلی اور مقدس ولولے سے بھرے تھے ۔ اس کے برعکس ان کی بڑی تعداد بالکل الگ تھلگ تھی ۔ انقلاب تو ابھی ان کی کھال تک پہنچا تھا ۔

جاڑے کی ایک صبح تھی جب میں نیو جرسی کے ایک فارم کے مالک اور فلسفی چارلس کونتز کے ساتھ جو انقلاب کے سائنسی مطالعہ کے لئے روس آئے تھے برف گاڑی پر روانہ ہوا ۔ یہ دیکھ کر کہ ہم امریکی ہیں ، ہمارا گاڑیبان جو ایک پندرہ سالہ لڑکا تھا بڑے جوش میں آگیا ۔

"ارے ، امریکی !" ، اس نے جوش کے ساتھ کہا ۔ "مجھے بتائیے کہ کیا بفیلوبل اور جیس جیمس کا واقعی کوئی وجود ہے ؟"

ہم نے کہا "ہاں" ، اور فوراً ہمارے گاڑیبان کی آنکھوں میں ہماری عزت بڑھ گئی ۔ ان امریکی بےباکوں کے کارنامے اس کی زبان کی نوک پر تھے ۔ اور اب اس کو یہ خوشی نصیب ہوئی کہ وہ اپنے ہیروؤں کے دو ہم وطنوں کو اپنی گاڑی میں لئے جا رہا ہے ۔ وہ تعریف سے بھری بڑی بڑی نیلی آنکھوں سے دیر تک ہم کو گھورتا رہا اور ہم نے اس کی سخت کوشش کی کہ ہم بفیلوبل اور جیس جیمس جیسے معلوم ہوں ۔

"اوہ ، ہو !" ، اس نے شور مچا کر کہا ۔ "میں آپ کو دکھاؤنگا کہ گھوڑے کیسے ہنکائے جاتے ہیں" ، اس نے راس ڈھیلی کر دی اور گھوڑے کے لئے "ب ۔ ر ۔ ر" ، کی آواز نکالتے ہوئے ایک جھٹکے کے ساتھ سرپٹ روانہ ہو گیا ، برف گاڑی برف کے چھوٹے چھوٹے تودوں پر اس طرح اچھل رہی تھی جیسے پہاڑی سڑک پر جارہی ہو ۔ خوشی سے چلاتا ہوا وہ اپنے بکس پر کھڑا ہو گیا اور اپنی چابک سڑکائی ۔ برف گاڑی خوفناک طور پر ادھر ادھر جھول رہی تھی اور کونتز اور میں اپنی نشستوں سے بری طرح چمٹے تھے ۔ ہم نے اس سے گاڑی روکنے کی التجا کی ۔

ہم نے اس سے کہا کہ بفیلوبل تو اپنے بہترین کارنامے کے دوران بھی اس سے بہتر نہیں تھا لیکن ایسا آئندہ مت کرنا ۔ وہ ہمارے اوپر امریکہ کے مغرب کے بارے میں سوالوں کی متواتر بوچھار کر رہا تھا جبکہ ہم اس کے لئے کوشاں تھے کہ وہ روس کے بارے میں باتیں کرے ۔

لیکن یہ بےسود تھا - روسی انقلاب تو گہن میں آگیا تھا - اپنی چمکتے ہوئے گردپوشوں‌والی کہانیوں میں اس نے جو کارنامے پڑھے تھے وہ ان واقعات کے مقابلے میں کہیں زیادہ خون کو جوش میں لانےوالے اور اہم تھے جو پیٹروگراد کی سڑکوں پر ہوئے تھے -

انقلاب کی طرف سے ساری بےنیازی اسی طرح سے رنگارنگ نہیں تھی - کثیرتعداد لوگوں کی قوتیں روزمرہ کے کاموں اور کھانا کپڑا حاصل کرنے کی تفصیلات میں لگی ہوئی تھیں - دوسرے کمینگی کے ساتھ انقلاب میں لوٹ‌مار کرنے اور آرام سے لیٹے رہنے کے مواقع دیکھتے تھے - انھوں نے ابھی تک غلاموں کی طرح محنت مشقت کی ہے اور اب نوابوں کی طرح اینڈے پھرینگے - ان کے لئے انقلاب کے معنی کام کرنے کے لئے آزادی نہیں بلکہ کام کرنے سے آزادی تھے - وہ کونوں کناروں میں دن بھر لیٹے رہتے اور نئے نظام میں ان کی خاص دین سورج مکھی کے بیج کھاکھاکر فٹ پاتھ پر چھلکے تھوکنا تھا - سپاہی ''ریاست کے مہمان،، بن گئے - کھانے، کپڑے اور رہائش کی جگہ کے معاوضے میں جو ان کو حکومت سے ملتی تھی وہ کچھ بھی نہیں کرتے تھے - ان کی رات تاش کھیلنے میں اور دن سونے میں گزرتے تھے - قواعد کرنے کے بجائے وہ سڑکوں پر بساطیوں کی طرح ربر کے جوتے، سگریٹ اور دوسری معمولی چیزیں بیچنے لگے -

انقلاب کے مفادات سے ضمیر فروشانہ اور مجرمانہ بےنیازی بھی تھی - جو منصب دانش‌وروں نے چھوڑے تھے ان کی جگہ مہم‌بازوں اور جاہ و منصب کی ہوس رکھنےوالوں نے آکر لوٹ‌مار اور شہرت حاصل کرنے کا اچھا موقع دیکھا - جب جان ریڈ اور میں پیٹروگراد کی پولیس کے افسر اعلی کے پاس گئے تو وہ ہم کو گلے سے لگاکر چلایا ''خوش‌آمدید، پیارے رفیقو، میں شہر کی بہترین جائے رہائش آپ کے لئے فراہم کرونگا - ہمیں ساتھ ملکر ''مارسیلز،، گانا چاہئے - ارے، ہمارا شاندار انقلاب،، اس نے بڑے جوش‌وخروش کے ساتھ کہا - اس کے ولولے میں کوئی شک نہیں تھا - اس کا سرچشمہ درجن‌بھر بوتلیں تھیں جو میز پر نظر آ رہی تھیں - ان کے زیراثر وہ کافی باتونی ہو گیا تھا - اس‌نے کہا ''فرانسیسی انقلاب میں دانتون اور مارات نے پیرس پر حکمرانی کی تھی - ان کے نام تاریخ میں آگئے - آج میں پیٹروگراد

پر حکمران ہوں - میرا نام بھی تاریخ میں آئے گا ،، - یہ شان و شوکت لمحاتی ثابت ہوئی ! دوسرے دن اس کو رشوت لینے کے لئے جیل بھیجدیا گیا -

ایک اور رومانی لٹیرے نے کسی نہ کسی طرح فوجی کمیسار کا عہدہ حاصل کر لیا - اور وہ ماسکو سے جتنی دور نکلتا گیا اس کا گھمنڈ بڑھتا گیا - اس‌نے ایک مقامی سوویت کو کہلا بھیجا کہ اس کی آمد کا اعلان توپ کی سلامی سے کیا جائے اور اس کی ملاقات کےلئے مندوبین کو جمع ہونا چاہئے - ریوالور ہاتھ میں لئے وہ پلیٹ‌فارم پر گیا اور گرجدار آواز میں حیرت‌زدہ سامعین کےسامنے اپنے کمیشن کے بارے میں پڑھکر سنایا - وہ ہر جملے پر ایک گولی چھت کی طرف داغ رہا تھا - ایسے مہم‌باز جلد ہی ختم کردئیے گئے -

لیکن کثیر تعداد عوام کے لئے بالشویکوں میں لامحدود صبر و برداشت کا جذبہ تھا - وہ جانتے تھے کہ ریاست نے ان کے ذہنوں کو کند اور چرچ نے ان کے ضمیر کو مسخ کر دیا ہے ، قحط نے ان کے جسموں کو چوس لیاہے اور شراب نے ان کے جوش و خروش کو زنگ‌آلود کر دیا ہے - جنگ کے طویل برسوں سے وہ تھک کر چور ہوگئے ہیں اور صدیوں کے ظلم اور دغابازی سے انکا کردار بگڑ گیا ہے - ان کثیر تعداد عوام کے لئے بالشویکوں کے پاس صبر و برداشت اور تعلیم تھی -

نیا تخلیقی جذبہ

بالشویکوں نے اعلان کیا ” چاہے جو دوسرے اخراجات کم کر دئے جائیں لیکن تعلیم عامہ پر اخراجات زیادہ ہونے چاہئیں - تعلیم کا فیاضانہ بجٹ ہر قوم کے لئے عزت و شہرت کا باعث ہوتا ہے - ہمارا پہلا مقصد جہالت کے خلاف جدوجہد ہونا چاہئے - ،،

ہر جگہ اسکول کھولے گئے حتی کہ محلوں ، بارکوں اور فیکٹریوں میں بھی - ان کے اوپر جلی حرفوں میں لکھا ہوتا تھا ” بچے — دنیا کی امید ہیں ،، - ان اسکولوں میں لکھوکھا بچے پہنچ گئے جن میں سے

24 (11) февраля 1918 г.

The first International Detachment of the Red Army.

The Section for the formation and drilling of troops at the All-Russian College for the Organization and Administration of the Red Army notifies herewith that authorization has been obtained by it for the formation of a First International Detachment of the Red Army to be attached to one of the military units of Petrograd. This detachmen will consist of foreigners, the general language to be English. The members are to be enrolled as volonteers. The conditions of life of the volunteers to be the same as those of the memhers of the Red Army. The persons wishing to enroll are to present themselves at the Mariinsky Palace 3 rd floor entrance Voznesensky prospect where a Bureau for the enrollment of foreigners of all nationalities has been organised. It is proposed to attach the detachment to the Grenadier Guard Regiment (Petrogradskaia Storona, Bolshoi Wulfova street)

The Section geves herewith a translation of the Call of the initiators of the formation of the detachment Comrades American Socialists Albert Williams and Samuel Agursky, who are at the head of the Bureau for the enrolling of volonteers.

Members of College of the Section for the Formation and Drilling.

CALL.

In this terrible world war democracy has been threatened; the international forces have been split asunder. and the working classes have been iden into the shambles by the imperialists of all countries. In the darkness there rose the Russian Revolution evoking the mighty hopes of all man-

Интернацiональный отрядъ красной армiи.

Отдѣлъ формированiя и обученiя при Всероссiйской Коллегiи организацiи и управленiя Красной Арміей объявляетъ, что мнѣ разрѣшено формированiе при одной изъ воинскихъ частей Петрограда перваго Революцiоннаго Интернацiональнаго отряда Красной Армiи изъ иностранцевъ (разговорный языкъ англiйскiй).

Запись производится на добровольческихъ началахъ. Условiя жизни волонтеровъ общiя съ условiями жизни красноармейцевъ. Организовано бюро по записи иностранцевъ различныхъ нацiональностей. Отряды предположено формировать при Гвардiи Гренадерскомъ полку (Петроградская стор., Б. Вульфова улица).

При семъ отдѣлъ прилагаетъ переводъ воззванiя инициаторовъ формированiя отряда, товарищей американскихъ соцiалистовъ—Альберта Вильямсъ и Самуила Агурскаго—стоящихъ во главѣ бюро по записи волонтеровъ.

Члены: Коллегiя Отдѣла Формированiя и Обученiя.

ВОЗЗВАНIЕ!

Въ эту страшную мiровую войну, всей демократiи угрожала опасность. Интернацiональные силы были разрознены и рабочiй классъ повсюду скованъ имперiалистами всѣхъ странъ. Изъ всеобщей тьмы внезапно запылалъ свѣтъ русской революцiи, пробуждая великiе надежды человечества. Со-

سرخ فوج میں شامل پہلے انٹرنیشنل دستے کے بارے میں اعلان
جس کو ”پراودا“ نے روسی اور انگریزی میں شایع کیا

کچھ چالیس اور ساٹھ سال کے تھے — بوڑھی عورتیں اور سفید داڑھیوں والے کسان۔ ایک پوری قوم پڑھنا لکھنا سیکھ رہی تھی۔

انقلابی اعلانات اور اوپیرا کے اشتہارات کے ساتھ ساتھ دیواروں اور باڑوں پر بڑی بڑی ہستیوں کی سوانح عمریاں، صحت، آرٹ اور سائنس کے بارے میں طویل مضامین بھی نظر آنے لگے۔ ہر طرف مزدوروں کے تھیٹر، کتب خانے اور لکچروں کے کورس نمودار ہونے لگے۔ کلچر کے دروازے جو ابھی تک عوام کے لئے بند تھے کھول دئے گئے۔ میوزیم اور پکچر گیلریاں کسانوں اور مزدوروں سے بھری رہنے لگیں۔

بالشویکوں کا مقصد نہ صرف بہتر دماغوں کا بلکہ اچھے جسموں کا بھی حصول تھا۔ اس کے لئے کئی فرمان جاری کئے گئے مثلاً آٹھ گھنٹے کے کام کا قانون۔ ہر بچے کے حلالی ہونے کے حق کا اعلان کر دیا گیا۔ حرامی ہونے کا کلنک بالکل دھو دیا گیا۔ ہر صنعت کو دو سو مزدور عورتوں پر زچہ بچہ کے لئے ایک بستر فراہم کرنا تھا۔ بچے کی پیدائش سے آٹھ ہفتے پہلے اور آٹھ ہفتے بعد تک عورت کو کام سے چھٹی ملنے لگی۔ مختلف علاقوں میں مادر محل کھولے گئے۔ امیروں کے بجائے بچوں کا اولین حق پھلوں اور دودھ جیسی ”نعمتوں“ پر مان لیا گیا۔ رہائشی مکانات کے قانون کے مطابق کسی امیر کو دس یا بیس کمروں کا مکان یا اتنے ہی مکانات رکھنے کا حق نہیں رہا۔ دوسری طرف بہت سے خاندانوں کو پہلی بار تازہ ہوا، روشنی اور ٹھکانے کے مکان میں رہنے کا حق ملا۔ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ نے عوام کو اپنی بنیاد بنا کر، عوام کو معقول اور صاف ستھرے جسم، دماغ اور ضمیر سے تقویت پہنچانے کی کوشش کی۔ بالشویک مستقبل کے لئے کام کرنے لگے۔

پرانے بورژوا نظام کی اہم بنیادوں کو ختم کرکے بالشویک بہت ہی دشوار فریضے یعنی ایک نئے نظام کی تعمیر سے دوچار تھے۔ انکو اسے ہر شعبے میں، نیچے سے لیکر اوپر تک، ماضی کے کھنڈروں پر ایسے وقت میں تعمیر کرنا تھا جبکہ وہ ہر طرف سے دشمنوں سے گھرے تھے اور ان پر حملے ہو رہے تھے۔

کسی نئے نظام کی تشکیل و تنظیم کے زبردست فریضے کے بارے

میں مبالغہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے کچھ رکاوٹوں کی جھلک فوجی شعبے میں دیکھی۔ تروتسکی نے جنرل ہوفمان کے منہ پر ابھی اپنا یہ جملہ کھینچ ہی مارا تھا کہ ”تم زندہ قوموں کے جسموں پر اپنی تلوار سے لکھ رہے ہو“، اور بریسٹ لیتوفسک کے پہلے معاہدہ امن پر دستخط سے انکار کر دیا تھا کہ جرمنوں نے اچانک پیٹروگراد پر دھاوا بول دیا۔ میں شہر کے دفاع کے لئے سرخ گارڈوں میں شامل ہوگیا۔ اس بات کو سن کر لینن نے یہ تجویز کی کہ مجھے ایک غیرملکی دستہ منظم کرنا چاہئے اور ”پراودا“ نے ہماری ”اپیل“ ٹائپ کے ایسے انگریزی حروف میں چھاپی جو اسکو مل سکے۔

تقریباً ساٹھ آدمی اس دستے میں شامل ہوگئے۔ ان میں چارلس کونتز بھی تھے جو ابھی تک تالستائی کے پیرو تھے اور ایک چوزے کو بھی مارنے کے خلاف تھے۔ اب انقلاب خطرے میں تھا اس لئے انہوں نے اپنی آشتی پرستی کو پھینک کر بندوق ھاتھ میں لے لی۔ ایک پچاس سالہ فلسفی کاسپاھی میں تبدیل ہو جانا زبردست کایاپلٹ ہے۔ چاند ماری کی مشق میں ان کی رائفل داڑھی میں پھنس جاتی تھی لیکن ایک بار ان کی گولی نشانے پر جا بیٹھی تو ان کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

ہم گڈمڈ لوگ تھے اور ہماری جنگی صلاحیت واقعی بہت کم تھی۔ لیکن روسیوں پر ہمارے جذبے کا بڑا اخلاقی اثر ہوا۔ ان کو یہ احساس ہوا کہ وہ بالکل اکیلے نہیں ہیں۔ اور ہم کو بھی چھوٹے پیمانے پر ان مشکلات کی جھلک دکھائی دی جن کے خلاف بالشویکوں کو بہت بڑے پیمانے پر جدوجہد کرنی تھی۔ ہم نے ان ہزاروں رکاوٹوں کو دیکھا جن پر کسی تنظیم کو بروئے کار لانے میں قابو حاصل کرنا تھا۔

برطانوی اور فرانسیسی ایجنٹوں نے ایک طرف اور جرمن ایجنٹوں نے دوسری طرف ہمارے دستے میں گھسنے کی کوشش کی۔ سفید لوگوں نے انقلاب دشمنی کے مقاصد سے اس پر حاوی ہونا چاہا۔ اشتعال پھیلانےوالوں نے رشک و حسد اور نفاق کو ہوا دینے کی کوشش کی۔ ہمیں دستے کے لئے آدمی تو مل گئے تھے لیکن ان کے لئے سازوسامان ملنا تقریباً ناممکن ہو رہا تھا۔فوجی گوداموں میں بےحد گڑبڑ

تھا۔ رائفلیں ایک جگہ تھیں، تو کارتوس دوسری جگہ، ٹیلیفون، خاردار تار اور سفرمینا کے آلات و اوزار سب گڈمڈ تھے اور افسر اس گڈمڈ میں اضافے کے لئے کوشاں تھے۔ جب توڑپھوڑ کرنےوالے ہٹائے گئے تو کچے اور نالائق لوگوں نے ان کی جگہ لی۔

ہم پیٹروگراد سے دو میل کے فاصلے پر ٹرین میں بیٹھے اور مال‌گاڑی میں تکلیف‌دہ سفر کے بعد جب ہم جاگے تو شہر کی مخالف سمت چار میل آچکے تھے۔ اس طرح ہم نے رات بھر میں چھ میل کا فاصلہ ضایع کر دیا تھا اور ہم ایک ریلوے یارڈ میں پہنچا دئے گئے جہاں بکتے جھکتے سپاہی، ٹرینیں اور ٹوٹے پھوٹے انجن بھرے تھے۔ بدحواس کمیسار ریلوے افسروں کے چہروں کے سامنے کاغذات اور مکے تان رہے تھے جو زوروں سے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

یہ اس گڑبڑ کی ایک جھلک تھی جو سارے روس میں پھیلا ہوا تھا۔ اس میں نظم و ضبط پیدا کرنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ پھر بھی اس نا ممکن کو ممکن بنایا جا رہا تھا۔ اس گڑبڑ اور ہنگامے میں عظیم سرخ فوج ابھر رہی تھی جو دنیا کو اپنی تنظیم، ڈسپلن اور کار کردگی سے حیرت میں ڈالنےوالی تھی۔ اور صرف جنگ کے میدان میں ہی نہیں بلکہ تہذیب اور معیشت کے میدانوں میں بھی طاقتور رہنمائی کے اس جذبے کے نتائج نمودار ہو رہے تھے جس کو انقلاب نے جنم دیا تھا۔

روسی عوام میں ہمیشہ سے زبردست پنہاں صلاحیتوں کا خزانہ رہا ہے۔ لیکن ان کا اظہار کبھی نہ ہوسکا۔ ان کو قیدخانے کے سخت داروغہ یعنی مطلق العنانی نے قید کر رکھا تھا۔ انقلاب نے ان کو نجات دلائی اور وہ صدیوں سے جمع غم و غصے کے ساتھ پھوٹ پڑیں اور پرانے بورژوا نظام کو توڑ پھوڑ دیا۔

ہم نے انقلاب کو عوام کی زبردست طاقتیں بربادی کے لئے استعمال کرتے دیکھا تھا۔ اب ہم دیکھ رہے تھے کہ انقلاب ان کی تخلیقی طاقتوں کو اکساکر تعمیری کاموں کی طرف لے جارہا ہے۔ انقلاب کے نئے نعرے ہیں ”ضبط و نظم، محنت اور ڈسپلن“۔



تعلیم کی ہمت‌افزائی کے لئے پوسٹر :
” ناخواندہ تو اندھا ہوتا ہے۔ ہر جگہ اس کو گڈھوں اور
مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ “

لیکن کیا یہ نیا جذبہ بڑے بڑے سرگزوں میں ہی پیدا ہو رہا ہے ؟ یا اسی طرح کا عمل صوبوں اور روس کی وسیع آبادی میں بھی پایا جاتا ہے ؟ اس وقت یہ ہمیں خود ہی معلوم کرنا ہے ۔ انقلاب کے درمیان تقریباً ایک سال گذارنے کے بعد کونتز اور میں وطن واپس جا رہے ہیں ۔ ہماری آنکھیں مشرق کی طرف ، امریکہ پر لگی ہیں ۔ ہمارا سفر ان دو براعظموں پر ہوگا جن پر روس پھیلا ہے یعنی ٹرانس‌سائبیریائی ریلوے پر چھہ ہزار میل کا فاصلہ طے کرکے بحرالکاہل تک ۔

تیسرا حصہ

انقلاب کی وسعت

سائبیریا کے پار اکسپرس ٹرین سے سفر

تیرھواں باب

استیپی جاگ اٹھے

اپریل ۱۹۱۸ء کا آخر ھے۔ کوننز اور میں پیٹروگراد کے سرخ کمیون کو الوداع کہہ رھے ھیں۔ برف کے گالے گر رھے ھیں اور رات چھائی جا رھی ھے۔ طوفانی، بھوکا، پرانا شہر ھمارے لئے اپنے ھزاروں انقلابی واقعات کیوجہ سے عزیز ھے کیونکہ تقریباً ھر سڑک اور شاھراہ نے زبردست انقلابی ڈرامے میں کوئی نہ کوئی رول ادا کیا ھے۔

نیکولائفسکی اسٹیشن کے زینوں سے ھم جس چوک کو دیکھ رھے ھیں وہ انقلاب کی پہلی قربانیوں سے سرخ ھوچکا ھے اور ھم آدھی رات کو دوڑتی ھوئی ایک ٹرک سے سوویت اشتہاروں کی بوچھار کرکے اس کو سفید بنانے میں مدد دے چکے ھیں۔ اس چوک پر ان مارچ

گرتے ہوئے دستوں کے قدم گونجے ہیں جو غمگین گیت گاتے ، اپنے مقتولوں کو لئے جار ہے تھے اور ہم نے اس پر "تمام اختیار سوویتوں کو !" کے فاتحانہ نعروں کی گونج بھی سنی ہے - اس چوک نے کزاک گھڑسواروں کو مزدوروں کی صفوں میں گھستے اور ان کو پتھریلی سڑک پر گراتے بھی دیکھا ہے - اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ یہ محنت کش ، پرولتاریہ کی آہنی بٹالینوں میں ، روس کی ناقابل تسخیر سرخ فوج میں متحد ہو کر واپس آئے -

نہ جانے کتنی یادیں ہم کو اس شہر سے وابستہ کرتی ہیں - لیکن ٹرانس سائبیریا اکسپرس کا انجن روانگی کے لئے تیار ہے - وہ جذبات کے لئے رک تو نہیں سکتا - ہر ہفتے وہ بحرالکاہل کے لئے اپنے چھہ ہزار میل کے طویل سفر پر روانہ ہوتا ہے - وہ صرف ٹن ٹن کرتی ہوئی سگنل کی گھنٹیوں کی پروا کرتا ہے خواہ وہ زار کے حکم سے بجتی ہوں یا بالشویکوں کے حکم سے - تیسری گھنٹی پر ہم ٹرین میں جا کر دوردراز مشرق کے سفر کے لئے روانہ ہوجاتے ہیں -

یہ مشرق ہمارے لئے کن رازوں کا انکشاف کریگا ؟ کیا ہم یہ دریافت کرینگے کہ انقلابی مرکزوں کی اسپرٹ دوردراز تک پھیل گئی ہے یا نہیں ؟

انقلاب تارکین وطن کی نظر میں

ہمارے ہمراہی آرام سے اپنے اپنے کمپارٹمنٹوں میں چائے اور سگریٹ سے شوق کر رہے ہیں - ہمارے ڈبے میں تقریباً بیس زمیندار ، سٹہ باز ، جنگ سے نفع کمانے والے ، سادے لباس میں سابق افسر ، نکالے ہوئے افسر اور تین خواتین ہیں جو بہت رنگی چنگی ہیں - یہ سب پرانے صاحب استطاعت طبقے کے افراد یا ان کے خادموں پر مشتمل تھے -

ان کے قدیم مراعات تو ختم ہو چکے ہیں - لیکن زندگی نے ان کے لئے ابھی اپنی تڑک بھڑک نہیں کھوئی ہے - کیا اب بھی وہ سنسنی خیز مہم نہیں چلا رہے ہیں جو ان کے ساتھی تارکین وطن میں "بالشویکوں کے خونیں چنگلوں سے فرار" کے نام سے جانی جاتی

ہے ؟ اور چند ہفتے بعد ان کے سامنے پیرس ، لندن اور واشنگٹن کے ایوانوں میں ایک اور سنسنی‌خیز مہم ہوگی جب وہ اپنے فرار کے بارے میں دہشت اور خطرات کے قصے بیان کریں گے -

ان کے قصوں سے یہ حذف کر دیا جائیگا کہ انہوں نے ایک سجے سجائے بین‌اقوامی ڈبے میں فرار کیا جہاں بہترین بستر لگے تھے ، طعام‌خانے تھے اور قلی خدمت کے لئے حاضر تھے - ان کی جگہ دوسری تفصیلات لے لینگی - بالشویکوں کے قتل و غارت ، زناکاری اور لوٹ مار کے بارے میں چھوٹے چھوٹے من گھڑت قصے - ہر تارک وطن کو کسی نہ کسی ظلم کا شکار ہونا چاہئے - اسکا فرار ہر قیمت پر دل‌خراش اور ڈرامائی ہونا چاہئے - ورنہ مغربی جمہوریتوں کی زبردست اشتہا کے لئے ان میں کیا کشش ہوگی -

بالشویکوں نے ان تارکین وطن کو پاسپورٹ دئے ، ان پر بالشویک مہر لگائی اور ان کو بالشویک گاڑیبان اسٹیشن لائے اور بالشویک قلیوں ہی کی مدد سے وہ اس ٹرین پر بیٹھے جسکے کنڈکٹر ، اسٹوکر اور ڈرائیور سبھی بالشویک عقیدہ رکھتے تھے - اب وہ ایسے راستے پر سفر کر رہے ہیں جس کی دیکھ‌بھال بالشویک مزدور کرتے ہیں ، حفاظت بالشویک سپاہی کرتے ہیں ، بالشویک پیٹ‌مین رہنمائی کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بالشویک بیرے ہی کھلاتے ہیں جبکہ یہ لوگ گھنٹوں بیٹھ کر انہیں بالشویکوں کو ڈاکوؤں اور قاتلوں کی حیثیت سے کوستے ہیں - یہ ایک عجیب نظارہ تھا ! یہ انہیں لوگوں کو برا بھلا کہتے ہیں ، ان پر لعنت اور کوسنوں کی بوچھار کرتے ہیں جن پر ان کے کھانے پینے ، پناہ اور سفر کا ، اس سانس کا انحصار ہے جو وہ لیتے ہیں کیونکہ اس ٹرین میں سوائے ہمارے کنڈکٹر کے سبھی بالشویک ہیں -

اس شخص کی روح چاکرکی ہے اور عقیدہ شاہ‌پرست - کسانوں کی نسل سے ہونے کے باوجود وہ خود زار سے زیادہ زارپرست ہے - تمام تارکین وطن کو وہ ” حضور ،، (بارین) کہہ‌کر ہی مخاطب کرتا ہے - ” دیکھئے نا حضور ،، اس نے کہا ” ہم جاہل لوگ ، کاہل اور نہ بدلنےوالے ہیں - بس ہمیں ایک بوتل وادکا مل جائے اور ہم خوش ہیں - ہمیں اس سے زیادہ آزادی نہ چاہئے - ہمیں اپنے سر پر

ایک ڈنڈے کی ضرورت ہے ، تبھی ہم کام کرتے ہیں - ہمیں زار کی ضرورت ہے ،، -

تارکین وطن اس سے خوش ہو گئے - وہ ان لوگوں کے لئے تسکین کا مستقل ذریعہ بن گیا ، بالشویک اندھیرے میں مشعل راہ معلوم ہوا - انھوں نے کہا :

،، اس ایماندار گنوار (موژیک) میں آپ ان لکھوکہا روسی کسانوں کی روح دیکھ سکتے ہیں جو اپنے مالک کی خدمت ، چرچ کی فرماں برداری اور زار کی محبت پر قانع ہیں - یہ سچ ہے کہ کچھ بالشویکوں کے سبزباغ دکھانے سے گمراہ ہو گئے ہیں لیکن وہ کچھ ہی ہیں - بھلا ان لکھوکہا صابر ، محنت کش لوگوں کو اس پاگل پن سے کیا کام جو ماسکو اور پیٹروگراد میں پھیل گیا ہے ؟ ،،

یہ بات قابل قبول معلوم ہوتی تھی کیونکہ یہاں باہر نکل کر ہمارے لئے بھی انقلاب کا اتنا زیادہ جوش و خروش برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا - بڑی بڑی فکریں ، سیاسی اور ذاتی ، اس زبردست منظر کے مقابلے میں حقیر معلوم ہوتی ہیں جو دنیا کے اس طویل ترین ریلوے سفر میں ہماری آنکھوں کے سامنے آتا جا رہا ہے -

ہم وسطی روس کے دور دور تک پھیلے ہوئے اناج کے کھیتوں ، آرکٹک کی طرف شمال کو بہنے والے وسیع دریاؤں کے بڑے بڑے پلوں کے پار ، اورال کے پیچ و خم کھاتے ہوئے دروں اور تائیگا کے بڑے بڑے اچھوتے جنگلوں میں سے جہاں تقریباً انسان کا گذر نہیں ہوا ہے گذرتے ہیں اور پھر سائبیریا کے استیپی میدانوں میں آجاتے ہیں -

پورے دن ہم کسانوں کی جھونپڑیاں دیکھتے رہتے ہیں جو بھیڑیوں اور ٹنڈرا سے آنے والی انتہائی سرد ہواؤں سے بچنے کے لئے یکجا گڈمڈ ہیں یا پھر ہم اسٹیشنوں پر ان قطاروں میں کھڑے ہو جاتے ہیں جہاں چائے کے لئے گرم پانی بڑے بالٹوں سے ملتا ہے اور روٹی ، انڈے اور مچھلیاں کسان عورتوں سے خریدی جاسکتی ہیں - شام کے وقت ہم لکڑی جلانے والے انجن کو دیکھتے ہیں جو کسی جھاڑو ستارے کی طرح اپنی چمنی سے چنگاریاں خارج کرتا رہتا ہے - ہر رات کو جب ہم سونے جاتے ہیں تو ہمارے ویگن کے نیچے پہئے چلتے ہوتے ہیں اور ہر صبح جب ہم جاگتے ہیں تب ہم دو چمکتی ہوئی

پٹریاں دیکھتے ھیں جو مشرق کی طرف جاتے ھوئے انجن کے سامنے پھیلتی جاتی ھیں۔

رفتہ رفتہ یہ وسعتیں کچھ مسمریزم کے اثر کی طرح ھمارے اوپر چھاجاتی ھیں اور ایسی کیفیت پیدا کر دیتی ھیں جسکو روسی ''پروستور'' کہتے ھیں یعنی بے انتہا وسعت کا احساس۔ اس کے جادو کے زیراثر ایسی چیزیں جو کبھی طاقتور اور قطعی تھیں حقیر اور غیراھم بن‌جاتی ھیں۔ حتی کہ ھم پر انقلاب کی گرفت بھی ڈھیلی پڑجاتی ھے۔ ممکن ھے کہ یہ ابال ریلوےمین اور شہروں کے صنعتی مزدوروں تک ھی محدود رھا ھو؟

وھاں تو انقلاب ایک لازمی واقعہ تھا جو جھنڈوں اور مجاھدانہ نعروں، پریڈوں اور جلسوں کے ذریعہ ھماری آنکھوں اور کانوں پر دھاوے بولتا تھا۔ لیکن یہاں سائبیریائی استیپی پر تو ھم اسکا کوئی نشان نہیں پاتے۔ ھم یہاں لکڑھاروں کو کلھاڑیاں سنبھالے، گاڑیبانوں کو گھوڑے لئے، عورتوں کو ٹوکریاں اور کچھ سپاھیوں کو بندوقیں اٹھائے دیکھتے ھیں۔ لیکن بلیوں پر کچھ پھٹے ھوئے لال جھنڈوں کے سوا انقلاب کا کوئی نشان نہیں دیکھتے۔

''کیا انقلاب کا جذبہ یہاں ایسا ھی ٹھنڈا پڑ گیا ھے جیسے کہ یہ رنگ اڑے ھوئے جھنڈے ھیں؟'' ھم نے اپنے آپ سے پوچھا۔ ''کیا تارکین وطن یہ کہنے میں حق بجانب ھیں کہ روسی کسان کی آرزوئیں اپنے مالک، چرچ اور آقائے ولی نعمت کی خدمت اور محبت تک محدود ھیں؟ بہرحال کیا یہی ''مقدس روس'' ھے؟''

ھمارے اس سوچ بچار کے بیچ کھٹاکھٹ کی زوردار آوازیں ھوئیں، بریک رگڑتے اور گھستے ھوئے پہیوں میں لگ گئے، ویگن میں ایسے زور کا دھکا لگا کہ ھم اپنی نشستوں سے الگ جا پڑے اور ٹرین اچانک رک گئی۔ ھر ایک کھڑکی سے جھانک کر پریشانی سے پوچھنے لگا ''بہہ گیا؟''، ''پھٹ پڑا؟''، ''پل ٹوٹ گیا؟''، لیکن کچھ نہیں نظر آتا سوائے بےجان ھموار استیپی کے جہاں موسم سرما کی نشانی برف کے تودے جابجا پھیلے ھیں۔

اچانک برف کے ایک ڈھیر کے پیچھے سے ایک آدمی کا خاکہ سا دکھائی دیا جس نے اپنے پیچھے کوئی اشارہ کیا اور تیزی سے دوڑتا ہوا ٹرین کی طرف آیا - گھنی جھاڑی سے ایک اور آدمی نکلا اور پہلے والے کے پیچھے چلا - برف کے ڈھیروں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے اور دور افق سے زیادہ سے زیادہ سائے ابھرنے لگے یہاں تک کہ سارا میدان ایسے آدمیوں سے داغ دار ہوگیا جو ٹرین کی طرف دوڑ رہے تھے - زمین میں بوئے ہوئے داستانی اژدھے کے دانتوں کی طرح یہ پورا بنجر اور بے جان علاقہ آنکھ جھپکتے زندہ ہوگیا ، مسلح آدمیوں سے بھر گیا -

"میرے خدا ! دیکھو ! "، رنگی چنگی خواتین میں سے ایک نے کہا - "بندوقیں ! ان کے پاس بندوقیں ہیں ! "، اس کے پرواز خیال نے عملی جامہ پہن لیا تھا - یہ رہے اس کے قصوں کے زندہ جان بالشویک - وہ تو اصلی ہو گئے جو بندوقیں اور دستی بم لئے ہیں اور ان کے چہروں پر ناخوشگوار تاثرات ہیں - سب سے آگے دوڑنے والا اپنی رفتار کم کر دیتا ہے ، اپنے ہاتھوں کو جوڑ کر منہ میں لگاتا ہے اور زور سے چلا کر ہم سے کہتا ہے "کھڑکیاں بند کرو ! "،

کوئی بھی حجت نہیں کرتا - پوری ٹرین میں کھڑکیاں نیچے گرنے کی آواز آتی ہے اور یہی حالت ان تارکین وطن کی ہمت کی ہے - وہ قریب آتے ہوئے لوگوں کے چہروں پر اپنے لئے کوئی خوشکن تاثر نہیں دیکھتے - یہ لوگ اٹل اور سخت ہیں اور ان میں سے بہتوں کے چہرے کوئلے سے سیاہ ہیں - ان میں سے ہر ایک ناراضگی سے ٹرین کی طرف دیکھ رہا ہے - اپنے سارے رویے اور حرکتوں سے وہ یہی صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کے ہتھیاروں کا نشانہ ہمیں لوگ ہیں -

ہمیں پتہ بھی نہیں کہ ہم سے کیا قصور ہوا - ہمیں تو اتنا پتہ ہے کہ کسی اچانک حادثے نے ہماری ٹرین روک دی ہے اور ہم اپنے چاروں طرف تشدد آمیز طریقے سے باتیں کرتے ہوئے لوگ دیکھتے ہیں - ہمیں غصے میں بھرے کچھ الفاظ "خونیں ظالم کو قتل "، کرنے کے بارے میں سنائی دیتے ہیں اور جب گلدستہ نما خاتون کا چہرہ

کھڑکی سے دکھائی دیتا ہے تو مجمع مذاق اڑاتے ہوئے زور سے کہتا ہے ''اے، میڈم راسپوتین!،، اس خاتون کو بالکل یقین ہے که یه لوگ اس بات پر بحث مباحثه کر رہے ہیں که آیا ہم لوگوں کو باہر نکال کر اور ایک ایک کرکے مارا جائے یا ہم سب کو اجتماعی طور پر ٹرین کو جلا کر یا اڑا کر موت کے گھاٹ اتارا جائے۔

نامعلوم صورت حال اور بھی جاں گسل تھی۔ میں نے اپنے کو صورت حال معلوم کرنے کے لئے پیش کیا اور کھڑکی کھولنا شروع کی۔ ابھی کھڑکی آدھی ہی کھلی تھی که میں نے دیکھا که ایک بندوق کی نال میرے چہرے پر تنی ہے اور بندوق کے دوسرے سرے سے ایک بڑا سا کسان غرا کر کہہ رہا ہے ''کھڑکی جلدی سے نیچے گرا لو ورنه میں گولی مار دونگا،،۔ اور ایسا لگتا ہے جیسے وہ گولی چلا دے گا۔ لیکن ایک سال جو میں نے روس میں گذارا ہے مجھے بتاتا ہے که وہ ایسا نہیں کریگا، که کسان ابھی اتنا غیرمہذب ہے که وہ انسان کی جان لینے سے نفرت کرتا ہے۔ اس لئے میں اپنی کھڑکی نہیں بند کرتا بلکه اپنا سر نکالکر کسان کو ''کامریڈ،، کہہ کر خطاب کرتا ہوں۔

''اے، انقلاب دشمن تو مجھے اپنا کامریڈ مت کہہ!،، اس نے جھڑک کر کہا۔ ''عوام کا خون پینےوالے، شاہ‌پرست، زار کا پٹھو!،،

اسی طرح کے خطابوں کی بوچھار انقلاب کے دشمنوں پر کی جاتی تھی۔ لیکن میں نے یه کبھی نہیں سناتھا که ان سب کا ایک گوله بنا کر اتنے غصے کے ساتھ اس کو نشانے پر لگایا جائے۔ میں نے فوراً ایک سوویت سرٹیفکٹ نکالا جسمیں میری شناخت کی گئی تھی اور جس پر چیچیرین* کے دستخط تھے۔ لیکن یه کسان پڑھا لکھا نه تھا۔ اس کے برابر ایک تگڑا آدمی، تیوریاں چڑھائے کھڑا تھا۔ اس نے سرٹیفکٹ کولے لیا اور اس کو پرکھنے کے انداز میں دیکھنے لگا۔

''جعلی،، اس نے فوراً فیصله کر دیا۔

میں نے ایک اور تحریر پیش کی جس پر تروتسکی کے دستخط تھے

---

* چیچیرین، گ۔ و۔ (۱۹۳۶ء — ۱۸۷۲ء) — ممتاز سوویت ریاستی کارکن اور مدبر۔

اور پھر اس نے دھرا دیا ''جعلی،،۔ اب میں نے ایک اور کاغذ پیش کیا جو ریلوے کے بالشویک کمیسار نے دیا تھا۔ لیکن وھی رٹ ''جعلی!،، وہ اب بھی اپنی ضد پر قائم تھا۔ اچھا، میں آخر میں اپنا ٹرمپ کارڈ پیش کرونگا۔ میں نے نکولائی لینن کا دستخطی خط پیش کر دیا، صرف دستخط ھی نہیں بلکہ پورے کا پورا خط لینن کے ھاتھ کا لکھا ھوا تھا۔ میرے ''محتسب،، نے اس کا جائزہ غور سے لیا اور لینن کے نام کے جادو سے اس کے چہرے کا غصہ مسکراھٹ میں تبدیل ھوگیا۔ مجھے یقین ھو گیا کہ اس سے معاملہ طے ھو جائے گا۔ اور ایسا ھی ھوا لیکن میرے حق میں نہیں بلکہ میرے خلاف جیسا کہ میں نے اس کے بھنچے ھوئے جبڑے سے دیکھا۔ میں کاغذات شناخت پیش کرنے میں حد سے تجاوز کر گیا تھا۔

اس کے ذھن میں میرا معاملہ صاف تھا۔ ھو نہ ھو یہ انقلاب کے خلاف کسی شیطنیت کا سازشی ھے۔ بالشویکوں میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے یہ سوویت کاغذات کی بڑی تعداد کی نمائش کرتا ھے، حتی کہ یہ دعوی کرتا ھے کہ خود لینن نے بھی لکھا ھے۔ یہ کوئی معمولی جاسوس نہیں معلوم ھوتا۔ ھمیں فوراً کارروائی کرنی چاھئے۔

وہ میرے کاغذوں کا پیکٹ لیکر ایک لمبے. آدمی کی طرف بڑھا جو گھوڑے سے اتر رھا تھا۔ ''وہ آندری پیتروویچ ھیں۔ وہ ان کاغذوں کے بارے میں سب کچھ جان لیں گے،، اس بڑے کسان نے کہا جس نے بندوق کی نال میرے چہرے پر تان دی تھی۔ ''وہ ابھی ماسکو سے لوٹے ھیں۔ وہ سب بالشویکوں کو جانتے ھیں اور یہ بھی کہ وہ اپنے نام کیسے لکھتے ھیں۔ وہ انقلاب دشمنوں اور ان کی ساری چالوں سے بھی واقف ھیں۔ آندری پیتروویچ کو وہ شیطان چرکا نہیں دے سکتے۔،،

کونتز اور میں خلوص دل سے دعا مانگ رھے تھے کہ آندری پیتروویچ واقعی اپنی شہرت کے حامل ثابت ھوں۔ اور ھماری خوش قسمتی سے ایسا ھی ھوا۔ وہ بالشویکوں کے لیڈروں کو جانتے تھے۔ وہ ان کے دستخط پہچانتے تھے۔ چند سوالوں کے ذریعہ انھوں نے ھماری معلومات کی آزمائش کی اور مطمئن ھو کر بڑے خلوص کے ساتھ ھم سے ھاتھ ملایا، ھم سے کامریڈ کہکر صاحب سلامت کی اور ھم کو باھر آنے کی دعوت دی جہاں ان کو سیکڑوں باتیں پوچھنی تھیں۔

”لیکن ہم تو آپ سے سیکڑوں سوال پوچھنا چاہتے ہیں“، ہم نے جواب دیتے ہوئے فوراً سوالات شروع کر دئے۔ ”یہ اتنے آدمی یکدم کہاں سے آگئے؟ یہ ٹرین کیوں روکی گئی ہے؟ ہتیاروں کی اس نمائش سے آپکا کیا مطلب ہے؟“

”ایک ایک سوال کیجئے“، انھوں نے ہنستے ہوئے کہا ”اول، یہ لوگ اس بڑی کوئلے کی کان کن ہیں جو یہاں سے آدھ میل سے کم ہوگی اور گاؤوں کے کسان ہیں۔ ہزارھا اور ابھی آتے ہوں گے۔ دوسرے، ہم نے یہ بندوقیں اور دستی بم پندرہ منٹ پہلے اٹھائے ہیں، نمائش کے لئے نہیں بلکہ فوراً استعمال کرنے کے لئے۔ تیسرے، ہم نے یہ ٹرین روکی ہے تاکہ زار اور شاہی خاندان کو اس سے اتارلیں۔“

”زار اور شاہی خاندان! اس ٹرین پر؟ یہاں؟“، ہم نے چیختے ہوئے کہا۔

”ہم یہ بات قطعی طور پر نہیں جانتے“، آندری پیتروویچ نے کہا ”ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ تقریباً بیس منٹ پہلے اومسک سے ایک تار آیا جسمیں کہا گیا تھا: ”نکولائی کو افسروں کے ایک گروہ نے رہا کر لیا ہے۔ غالباً وہ اسٹاف کے ساتھ اکسپرس پر بھاگ رہا ہے۔ ایرکوتسک میں زارشاہی قائم کرنے کا منصوبہ ہے۔ اس کو روکو زندہ یا مردہ۔“

اچھا، تو مجمع کا مطلب ”خونیں ظالم“ سے زار تھا اور زارینہ کے لئے وہ ”میڈم راسپوتین“ کہہ رہے تھے!

زار کی گرفتاری سے ناامیدی

”ہم نے دو آدمی گاؤوں کو اور دو آدمی کانوں کو دوڑائے جو زور زور سے تار پڑھکر سنا رہے تھے“، آندری پیتروویچ نے اپنا بیان جاری رکھا ”ہر ایک نے اپنے اوزار چھوڑ دئے، بندوق سنبھال لی اور ٹرین کی طرف بھاگا۔ ہزار آدمی تو یہاں آگئے ہیں اور ابھی انکا تانتا رات تک بند نہ ہوگا! دیکھئے نا، ہم اپنے زار کا کتنا لحاظ کرتے ہیں! صرف بیس منٹ کی نوٹس پر ان کے لئے کتنے شاندار استقبال کا انتظام ہو گیا ہے۔ ان کو فوجی مظاہرے پسند ہیں۔ تو یہ

رھا ، باقاعدہ فوجی اسٹائل میں تو نہیں ھے لیکن ھے شاندار ، ٹھیک ھے نا ؟ ،،

اور واقعی ایسا ھی تھا۔ میں نے اتنے مسلح لوگ کبھی نہیں دیکھے تھے ۔ وہ تو متحرک سلاح خانوں کی طرح تھے ۔ ان کے ھاتھوں میں اتنے دستی‌بم تھے جو ھزار زاروں کو فنا کر سکتے تھے اور ان کے دلوں اور آنکھوں میں انتقام کی وہ آگ بھڑک رھی تھی جو دس ھزار کو جلا کر خاک سیاہ کر سکتی تھی ۔

لیکن وھاں کوئی زار نہ تھا جس کو ختم کیا جا سکے ۔

'' ھاں بالکل یہی میں نے سوچا تھا ،، آندری پیترووچ نے اپنی بات‌جاری رکھی '' انقلاب دشمنوں کا یہ ایک اور دھوکا ھے ۔ یہ تار سوویتوں کے خلاف اشتعال‌انگیزوں کی ایک اور حرکت ھے ۔ وہ کانوں کے کام میں گڑبڑ پیدا کرنا چاھتے ھیں اور اس سے گڑبڑ ھوگا ۔ ھمارے آدمی اتنے جوش میں ھیں کہ وہ آج کام نہیں کرینگے ۔ آئندہ دنوں میں اسی طرح کے تار آئیں‌گے ۔ ان کا خیال ھے کہ '' زار بھاگ رھا ھے ، زار بھاگ رھا ھے ،، کا شور مچانے سے لوگ جھوٹے انتباہ سے اکتا جائیں گے اور جب ھم بےپروا ھو جائیں‌گے تو وہ چپکے سے زار کو نکالنے کی کوشش کرینگے ۔ لیکن وہ یہاں ھمارے لوگوں کو نہیں جانتے ۔ زار پر نشانہ لگانے کاموقع حاصل کرنے کے لئے وہ سال کے ھر دن یہاں آئیں‌گے ۔ ،،

جس جوش کے ساتھ تلاشی لینےوالا گروہ ڈبوں میں ڈھونڈھ رھا تھا اس سے '' آقائے ولی نعمت ،، کی طرف ان کے رویے میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا ۔ انھوں نے ساری ٹرین ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالی ، ٹرنک کھول لئے ، بستروں کو جھاڑ ڈالا ، اپنی سنگینیں ادھر ادھر گھونپ کر دیکھا حتی کہ انجن پر لکڑی کے ٹکڑے بھی الٹ پلٹ ڈالے کہ کہیں اعلی حضرت زار لکڑیوں کے ڈھیر میں نہ چھپے بیٹھے ھوں ۔

دو سفید داڑھیوں‌والے کسان اپنے آپ تفتیش کر رھے تھے ۔ وہ ڈبوں کے نیچے اپنی بندوقیں ڈالکر دیکھتے تھے اور سنگینوں سے کھٹکھٹاتے تھے اور پھر ان کو واپس نکالکر افسردگی سے سر ھلاتے تھے ۔ ان کو امید تھی کہ زار کہیں دو ڈبوں کو ملانے والے حصے

میں چھپا ہوگا۔ وہ امید کرتے کہ دوسرے ڈبے میں ان کی قسمت یاوری کرے گی اور اپنا کام جاری رکھتے۔ لیکن زار تو تھا نہیں، اس لئے ان کی سنگینیں اس کے اندر نہیں پیوست ہو سکیں۔

لیکن انھوں نے ایک اور چیز کے اندر اپنی سنگینیں ضرور پیوست کر دیں۔ یہ تھی "آقائے ولی نعمت" کے لئے روسی دیہاتی کی گہری محبت اور وفاداری کی قدیم روایت۔ یہ خوشگوار قدیم داستان اس نظارے کے سامنے اپنا وجود نہیں برقرار رکھ سکی کہ دو وفادار اور مہربان بوڑھے کسان اپنی سنگینیں اندھیرے کونوں میں گھونپ کر ان کو واپس کھینچ رہے تھے اور ان کو اس بات کا رنج تھا کہ سنگینوں پر آقائے ولی نعمت کے کوئی مہلک نشان نہ تھے۔

زار کی جگہ ہم

آندری پیترووچ تیزفہم آدمی تھے۔ ان کے آدمیوں کو زار تو ملا نہیں اسلئے انھوں نے کونتز اور مجھکو اس کی جگہ پر استعمال کیا۔

"یہ دنیا بھی عجیب ہے کامریڈو، عجیب اور انوکھی باتوں سے بھری"، انھوں نے اپنے رفیقوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں آئے تھے تاریخ کے سب سے بڑے مجرم کو پکڑنے۔ یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جس کو زار کے ہاتھوں کوئی تکلیف یا آزار نہ پہنچا ہو۔ لیکن اپنے بدترین دشمن کو پانے کے بجائے ہمیں یہاں اپنے بہترین دوست مل گئے۔ یہ ٹرین ہماری مطلق العنانی کے خیالات کے حامل ہونے کے بجائے ہمارے انقلاب کے خیالات کو لئے جا رہی ہے۔ اور ان کو امریکہ لئے جا رہی ہے۔ انقلاب زندہ باد! ہمارے امریکی کامریڈ زندہ باد!"

پھر تو تالیوں، مصافحے اور فوٹو لینے کی دھوم مچ گئی اور ہم روانہ ہوگئے لیکن زیادہ دیر کے لئے نہیں۔ پھر ایک دھاوا بولنے والے مجمع نے ہمیں روک لیا اور بار بار یہی ہونے لگا۔ یہ احتجاج کرنا بےسود ثابت ہوا کہ زار ٹرین پر نہیں ہے۔ حتی کہ وہ اس بات کی تصدیق کے کاغذات بھی یہ کہہ کر مسترد کر دیتے تھے کہ یہ جعلی

هیں - ہر مجمع تلاشی کے ذریعہ ہی اپنی یقین دہانی کرتا تھا - اس لئے ٹرانس سائبیریا کی انتہائی تیزرفتار ٹرین انتہائی سست رفتار بن گئی -

مارینسک میں ٹرانسپورٹ کے کمیسار نے یہ تار دیکر واقعات کو ایک نیا موڑ دیا :

"تمام سوویتوں کو :

کونتز اور ولیمس، سرخ فوج کے ناظم عام ٹرین نمبر ۲ پر سفر کر رہے ہیں - میں سوویتوں کے نمائندوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان سے مشورے کے لئے ملیں -

سادونیکوف"

یہ تار ہر اسٹیشن پر اکسپرس کو دیکھنے آنےوالے مجمع کے سامنے پڑھا جاتا - زار کے لئے ان کی اور ان کے اسلحہ کی تیز اشتہا کی حالت میں اچانک ان کو دو رفیق سپرد کر دئے جاتے - اس کے لئے ان کو اپنے جذبات الٹنے کی ضرورت ہوتی تھی لیکن وہ اسکو بڑی شرافت سے کرتے تھے - ہر اسٹیشن پر ہمارا شاندار استقبال ہوتا، سرخ فوج کے نئے دستے سلامی دیتے اور کمیسار بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنے مسائل ہمارے سامنے پیش کرتے اور مجمع میں لوگ دھکم پیل کرتے ہمیں فوجی داناؤں کی حیثیت سے دیکھنے آتے -

ہم اس سے گھبراتے لیکن اس سے کافی واقفیت بھی حاصل ہوتی تھی - ہم اس نئی تہذیب کی جھلک دیکھتے تھے جو جنم لے رہی تھی، مستقبل کو ہم پیدا ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے - ایک شہر میں ابھی ابھی اس کی بنیاد پڑی تھی - کسان، مزدوروں کے ساتھ ایک مرکزی سوویت میں متحد ہوئے تھے - دوسرے شہر میں ابھی وہ بنیاد تک نہیں پہنچے تھے — یہاں پڑھے لکھے لوگ ہڑتال کر رہے تھے - بہت سے مرکزوں میں نیا ڈھانچہ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا، سوویت اسکول بھرے ہوئے تھے، کسان بازار میں اناج لا رہے تھے، فیکٹریاں سامان بنا رہی تھیں اور ہر جگہ پروپیگنڈا کرنےوالے مزدور مقرر تھے - اگرچہ یہ سب باتیں اکثر بھدی اور نامکمل ہوتی تھیں پھر بھی اس کا ثبوت دیتی تھیں کہ عوام حقیقی تخلیقی طاقت کا سرچشمہ بن گئے ہیں -

ہم نے یہ بات تارکین وطن کو بتائی لیکن وہ مغربی جمہوریتوں کے لئے قصے گڑھنے میں لگے تھے اور یہ واقعات ان کی جھنجھلاہٹ

کا باعث تھے - بعض لوگ تو ہم سے بیزار ہوگئے اور ہم کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے اور ہمارے ساتھ اپنے طبقے سے انحراف کرنے والوں جیسا برتاؤ کرنے لگے - دوسرے اپنے پرانے حماقت‌آمیز موضوعات چھیڑنے لگے — زارشاهی کے سنہرے دن ، روسی عوام کی " جہالت "، بالشویکوں کی شدید بیوقوفی -

چودھواں باب

چیرم کے سرخ جلاوطن قیدی

ہماری ٹرین کے تارکین وطن میں بہت سے نکات پر اختلاف رائے تھا - لیکن ایک نکتے پر وہ متحد تھے : چیرم (چیریم‌خووا) میں جہاں سائبیریا کی سب سے بڑی تعزیری بستی تھی ہمیں سنگین خطرہ درپیش تھا-

" چیرم میں پندرہ ہزار سزایافتہ مجرم ہیں "، وہ کہتے تھے - " یہ سخت قسم کے مجرم ہیں — ٹھگ ، چور اور قاتل - ان سے تو نبٹنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کو کانوں میں بھیجکر بندوقوں کے ذریعہ ان سے کام لیا جائے - یہ بھی ان کے لئے بہت زیادہ آزادی ہے - ہر ہفتے بیسیوں چوریاں ، مار دھاڑ کے واقعات ہوتے ہیں - اب ان میں کے زیادہ‌تر شیطان چھوڑ دئے گئے ہیں اور بالشویک بن بیٹھے ہیں - یہ تو ہمیشہ سے جہنم تھا اور اب خدا جانے اس کی کیا حالت ہوگی - "

پہلی مئی کی ابھی کچی کچرائی ہوئی صبح تھی جب ہم چیرم پہنچے - شمال سے چلنےوالی ہوا کیوجہ سے غبار کا ایک پردہ سا ساری جگہ پر پھیلا ہوا تھا - ہم نیم خوابی کی حالت میں سمٹے سمٹائے اپنے کمپارٹمنٹ میں لیٹے تھے کہ اس چیخ سے جاگ اٹھے " وہ آ رہے ہیں ! وہ آ رہے ہیں ! " ہم نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا - ہم دور تک دیکھ سکتے لیکن ہمیں گردوغبار کے ایک امنڈتے بادل کے سوا اور کچھ آتا نہیں دکھائی دیتا تھا - پھر اس گرد کے اندر ہم نے ایک سرخ چمک ، فولاد کی بھوری چمک دیکھی اور دھندلا سا سیاہ مجمع آگے بڑھ رہا تھا -

پردے کھینچ کر ان کے پیچھے، تارکین وطن بدحواسی کی حالت میں جواھرات اور نقد چھپانے لگے یا خوف سے بےحس و حرکت بیٹھے رہ گئے - باھر، موٹی موٹی کیلوں والے بوٹوں کے نیچے راکھ چرمرا رہی تھی - کوئی نہیں جانتا تھا کہ ''وہ،، کس موڈ میں آرھے ھیں، ان کے خون میں کیا بدنفسی جوش مار رھی ھے اور ان کے ھاتھوں میں کون سے ھتھیار ھیں - بس ھم اتنا جانتے ھیں کہ یہ چیرم کے وحشتناک مجرم ھیں — ''قاتل، ٹھگ اور چور،، اور وہ ٹرین کے ڈبوں کی طرف آرھے ھیں -

وہ آھستہ آھستہ آگے بڑھ رھے تھے، ھوا ان کی آنکھوں میں گرد اور سیاھی بھر رھی تھی اور وہ مشکل سے ایک بڑا خون جیسا سرخ جھنڈا سنبھالے تھے - پھر ھوا ذرا رک گئی، اس کا گرد کا پردہ گر گیا اور لوگوں کا ایک نوع بنوع مجمع سامنے آگیا -

کانوں نے ان کے کپڑے سیاہ کر دئے تھے اور وہ ڈوریوں سے بندھے تھے، ان کے میلے چہرے خوفناک ھو گئے تھے - بعض آدمی تو بیلوں جیسے بڑے اور بھدے ڈھانچوں والے تھے، بعض سوکھے سہمے اور خمیدہ تھے جنکو ھزار طرح کی ھواؤں نے مسخ کر دیا تھا - یہ تھے تالستائی کے آدم‌خور مجرم — ترچھی ابروؤں اور وحشیانہ جبڑوں والے - یہاں تھا دستوئفسکی کا ''مردہ گھر،، جسمیں لنگڑاتے، گالوں پر زخموں کے نشان اور نکلی ھوئی آنکھوں والے لوگ تھے - یہ گولیوں، چاقوؤں اور کان کے حادثوں کے نشان تھے اور کچھ جنم سے ھی اس عذاب کا شکار ھوگئے تھے - لیکن ان میں سے بہت کم کمزور تھے -

کمزور لوگوں کو طویل اور سخت سزا نے ختم کر دیا تھا - چند ھزار لوگ دسیوں ھزار کی باقیات تھے جو یہاں چیرم کی بڑی اداس سڑک پر ھنکا دئے گئے تھے - وہ برف و باراں، برفانی آندھیوں اور گرمیوں کی حدت میں، تھکن سے چور سرگرداں رہ چکے تھے - اذیت گھروں نے ان کے اعضا کو چور چور کر دیا تھا - فوجی پولیس والوں نے ان کی کھوپڑیاں اپنے تیغوں سے پھوڑ دی تھیں - آھنی ھتکڑیاں بیڑیاں ان کے گوشت میں اتر گئی تھیں - کزاکوں کے تازیانوں نے ان کی پیٹھوں

کا قیمہ کر دیا تھا اور ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے ان کو روند کر زمین پر گرا دیا تھا۔

جسموں کی طرح ان کی روحیں بھی تازیانہ زدہ تھیں۔ خونین کتے کی طرح قانون ان کا تعاقب کرتا رہاتھا، ان کو جیل کی کال کوٹھریوں میں ھنکاتا تھا اور سائبیریا کی اس سخت سزا کی جگہ لاتا تھا۔ ان کو ھنکا کر زمین کی سطح سے غاروں میں بھیجتا تھا، جہاں وہ جانوروں کی طرح محنت کرتے تھے اور اندھیرے میں کوئلہ کھود کر ان لوگوں کو اوپر بھیجتے تھے جو روشنی میں رہتے ھیں۔

اب وہ کانوں سے نکل کر اوپر روشنی میں چل رہے تھے۔ ان کے ھاتھوں میں بندوقیں تھیں۔ بغاوت کے سرخ جھنڈے لہراتے، وہ شاھراھوں پر آزاد پھر رہے تھے۔ وہ ایک بڑے گلے کی طرح آگے بڑھ رہے تھے اور وحشیانہ طاقت کا مجسمہ لگتے تھے۔ ان کے سامنے گرم اور آرامدہ ٹرین کے ڈبے تھے — دوسری دنیا جو ان سے لاکھوں میل دور تھی لیکن اب ان سے چندانچوں کے فاصلے پر تھی، ان کی دسترس میں تھی۔ تین منٹ میں وہ اس ٹرین کو اس طرح لوٹ مار کر صاف کر سکتے تھے جیسے کسی طوفان نے اسکو برباد کر دیا ھو۔ ایک بار خوب سیر ھو لینے میں ان کو کتنا مزا آئےگا! بس، ایک تیز حلہ، ایک زوردار دھاوا۔

لیکن ان کی حرکتوں میں نہ تو عجلت ھے اور نہ جوش جنوں۔ انھوں نے اپنے جھنڈے زمین پر ٹکا دئے اور خود ایک ھلال کی شکل میں، جس کے قلب میں زیادہ مجمع تھا، ٹرین کی طرف منہ کرکے کھڑے ھو گئے۔ اب ھم ان کے چہرے دیکھ سکتے ھیں — ناراض، گستاخ اور نفرت سے بھرے چہرے جن پر سخت محنت کیوجہ سے درندگی برس رھی ھے۔ ان سب پر برائیوں اور دھشت کی تباہ‌کاریاں نظر آرھی ھیں۔ ان پر بے انتہا درد اور تکلیف کے آثار ھیں، سارے جہان کا رنج و غم ھے۔

لیکن ان کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک ھے، یہ مسرت کی روشنی ھے یا انتقام کی چمک؟ اینٹ کے جواب میں پتھر۔ قانون نے ان پر ھزاروں چوٹیں کیں۔ کیا اب ان کی باری آئی ھے؟ کیا وہ اپنے طویل اور تلخ برسوں کا بدلہ لیں‌گے؟

ایک ہاتھ ہمارے کندھوں کو چھوتا ہے۔ ہم مڑکر دو قدآور کان کنوں کو دیکھتے ہیں۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ چیرم کے کمیسار ہیں۔ ساتھ ہی وہ علم برداروں کو اشارہ کرتے ہیں اور سرخ جھنڈے ہماری آنکھوں کے سامنے بلند ہو جاتے ہیں۔ ایک پر بڑے بڑے حروف میں وہی پرانا مانوس نعرہ ہے: "پرولتاریو، اٹھو! تمھیں سوائے اپنی زنجیروں کے اور کچھ نہیں کھونا ہے!" دوسرے جھنڈے پر لکھا ہے "ہم تمام ملکوں کے کان کنوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں، دنیا بھر میں ہمارے رفیقوں کو سلام!"

"ٹوپیاں اتار لو!" کمیسار نے چلاکر کہا۔ انھوں نے اناڑی پن سے اپنی ٹوپیاں اتار لیں اور ان کو ہاتھوں میں لیکر کھڑے ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ "انٹرنیشنل" کا ترانہ شروع ہوا:

اٹھ جاگ او بھوکے بندی، اب کھینچ لال تلوار!
کب تک سہےگا بھائی ظالم کا اتیاچار!
تمھارے خون سے رنگ کر گلشن
اب جگہ جگہ لایا رنگ!
یہ سو برس کے بندھن
اک ساتھ کریں گے بھنگ
یہ انتم جنگ ہے جس کو
جیتیں گے ہم اک ساتھ۔

میں نے دنیا بھر کے شہروں کی سڑکوں پر مارچ کرنےوالوں کی زبردست قطاروں سے "انٹرنیشنل" کی گونج سنی ہے۔ میں نے باغی طلبا کو کالج کے ہالوں میں اسے زورشور سے گاتے سنا ہے۔ میں نے "انٹرنیشنل" کو چار فوجی بینڈ باجوں کے ساتھ ملکر دو ہزار سوویت سندوبین کی آواز سے تاوریچیسکی محل کے ستونوں کے درمیان گونجتے ہوئے سنا ہے۔ لیکن ان گانےوالوں میں کوئی بھی "بھوکے بندی" لوگ نہ تھے۔ وہ تو ان بدبخت لوگوں کے ہمدرد تھے۔ یہاں چیرم

کے کان کن مجرم خود بھوکے بندی تھے، سب سے زیادہ بدبخت۔ ان کے لباس، چہرے، حتی کہ آوازوں سے یہ بدبختی عیاں تھی۔

وہ بھرائی اور بےسری آواز میں گا رہے تھے لیکن ان کی آوازوں میں تمام دوروں کے بربادشدہ لوگوں کا درد اور احتجاج تھا، قیدیوں کی آہیں، تازیانوں کی سزا سے مجبور بادبانی جہاز چلانےوالے غلاموں کی کراہیں، چکر پر کھنچے ہوئے کسان غلاموں کے نالے، صلیبوں، لوگوں کو زندہ جان جلانےوالے کھمبوں اور سولیوں سے آتی ہوئی چیخیں، ہزاروں لاکھوں سزایافتہ لوگوں کا ماضی کی طویل دسترس سے باہر امنڈتا ہوا کرب تھا۔

یہ مجرم صدھا سال تک ظلم سہنےوالوں کے جانشین تھے۔ یہ سوسائٹی سے نکالے ہوئے لوگ تھے جن کو اس کے سخت ھاتھ نے کچل اور مروڑ کر اس غار کی تاریکی میں پھینک دیا تھا۔

اب اس غار سے شکست‌خوردہ لوگوں کا ترانۂ فتح بلند ہو رہا تھا۔ مدتوں تک خاموش رہنے پر مجبور لوگوں کے منہ سے نغمہ پھوٹ پڑا، یہ نغمہ شکایتوں کا نہیں فتح کا نغمہ ھے۔ اب وہ سماج سے نکالے ہوئے لوگ نہیں رہے، وہ شہری ھیں۔ مزید برآں، اب وہ نئی سوسائٹی کے خالق ھیں!

ان کے اعضا ٹھنڈک سے ٹھٹھرے ھیں۔ لیکن ان کے دل شعلہ فشاں ھیں۔ بھدے اور کھردرے چہروں پر طلوع ہوتے ہوئے سورج کی تابانی ھے۔ افسردہ آنکھوں میں چمک آگئی ھے۔ گستاخ اور لڑاکو نرم پڑ گئے ھیں۔ ان سے تمام قوموں کے محنت‌کشوں کے ایک برادری یعنی انٹرنیشنل میں متحد ہونے کی تبدیلی کا تصور ہوتا ھے۔

"انٹرنیشنل زندہ باد! امریکی مزدور زندہ باد!"، انہوں نے نعرے لگائے اور پھر اپنی صفوں میں سے ایک آدمی کو آگے کر دیا۔ وہ دیوپیکر تھا، وہ سچ مچ وکٹر ھیگو کے ایک ناول کردار ژان ولژان کی طرح تھا اور ژان‌ولژان جیسا دل رکھتا تھا۔

"چیرم کے کان‌کنوں کی طرف سے"، اس نے کہا "ہم ان کامریڈوں کا خیرمقدم کرتے ھیں جو اس ٹرین پر ھیں! پچھلے عرصے میں یہ کتنی مختلف بات تھی! روزانہ ٹرینیں یہاں سے گذرتی تھیں

لیکن ہم ان کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم میں سے کچھ خطاوار ہیں۔ لیکن ہم میں سے بہتیرے وحشیانہ مظالم کا شکار ہوئے ہیں۔ اگر انصاف ہوتا تو ہم میں سے کچھ اس ٹرین پر ہوتے اور اس ٹرین کے کچھ لوگ کانوں میں ہوتے۔

"لیکن زیادہ تر مسافر کانوں کے بارے میں کچھ جانتے تک نہیں۔ وہ اپنے گرم بستروں میں یہ بات نہیں جانتے کہ یہاں نیچے ہزاروں زمین کھودنے والے جانور ہیں جو کاروں کو حرارت اور انجنوں کو بھاپ دینے کے لئے کوئلہ کھودتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ہم میں سے سیکڑوں بھوک سے مار دئے گئے، پیٹ پیٹ کر ختم کر دئے گئے یا چٹانوں کے پھٹ پڑنے سے مر گئے۔ اگر وہ جانتے بھی تھے تو انھوں نے پروا نہیں کی۔ ان کے لئے تو ہم کوڑا کرکٹ اور اچھوت تھے۔ ان کے لئے ہم نہیں ہونے کے برابر تھے۔

"اب ہم سب کچھ ہیں! ہم انٹرنیشنل میں شامل ہوگئے ہیں! ہم آج تمام ملکوں کی محنت کی فوجوں کی صفوں میں شامل ہوگئے ہیں۔ ہم ان سب کے ہراول ہیں۔ ہم جو غلام تھے اب سب سے زیادہ آزاد بنا دئے گئے ہیں۔

"رفیقو! ہم اپنی ہی آزادی نہیں چاہتے بلکہ ساری دنیا کے مزدوروں کے لئے آزادی چاہتے ہیں۔ جب تک وہ آزاد نہ ہوں ہم اس آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتے جو ہمیں کانوں کا مالک بننے اور خود ان کو چلانے کے لئے چاہئے۔

"دنیا کے سامراجیوں کے لالچی ہاتھ سمندروں کے پار پہنچ رہے ہیں۔ دنیا کے مزدوروں کے ہاتھ ہی ان چنگلوں کو ہماری گردنوں سے دور کر سکتے ہیں۔"

اس آدمی کے خیالات کی وسعت اور گہرائی حیرت‌انگیز تھی۔ کونتز اتنے متحیر تھے کہ وہ خود اپنی تقریر میں ہکلانے لگے اور روسی زبان پر میرا قابو بالکل جاتا رہا۔ ہم نے محسوس کیا کہ اس معاملے میں ہمارا رول بہت کمزور اور معمولی تھا۔ لیکن ان کان کنوں نے یہ محسوس نہیں کیا۔ انھوں نے اس طرح کے وقفوں کو انٹرنیشنل اور انٹرنیشنل "آرکسٹرا" کے اعزاز میں تالیوں سے پورا کیا۔

یہ "آرکسٹرا" چار وائلن‌نواز جنگی قیدیوں پر مشتمل تھا جن

میں ایک چیک ، دوسرا ھنگریائی ، تیسرا جرمن اور چوتھا آسٹریائی تھا۔ یہ لوگ مشرقی محاذ پر گرفتار کئے گئے تھے اور ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ منتقل کرتے ہوئے ان کو سائبیریا کے مجرموں کی کانوں تک پہنچایا گیا تھا ! وہ اپنے گھروں سے ہزاروں میل دور تھے اور نسل اور طور طریقوں کے لحاظ سے دیسی روسی عوام سے اور بھی زیادہ دور تھے۔ لیکن انقلاب کے سامنے ذات، عقیدے اور نسل سب نے ھتھیار ڈال دئے تھے۔ یہاں اس تاریک کھوہ میں وہ اپنے مجرم رفیقوں کے سامنے اسی طرح وائلن بجا رہے تھے جیسے انھوں نے اپنے خوشگوار دنوں میں برلن یا بوڈاپشٹ کے باغوں کی روشنی میں کسی موسیقی کے جشن میں وائلن بجایا ہوگا۔ ان کی رگوں کے شعلہ فشاں جذبات رینگ کر وائلن کے تاروں میں آگئے تھے اور وھاں سے نکل کر انھوں نے سامعین کے دلوں کے تار چھیڑ دئے تھے۔

پورا مجمع — کان کن ، موسیقار اور مہمان — جرمن ، سلاف اور امریکی سب ایک ہو گئے تھے۔ جب کمیسار لوگوں کو چیرتے ہوئے ہم سے صاحب سلامت کرنے آئے تو ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ ایک بڑے تنومند آدمی نے جس کے ھاتھ ستون نصب کرنےوالوں جیسے تھے ہمارے ھاتھ اپنے ھاتھوں میں تھام لئے۔ دو بار اس نے بولنے کی کوشش کی اور دونوں مرتبہ اس کا گلا رندھ گیا۔ اپنے جذبات اخوت کا الفاظ میں اظہار کرنے سے ناچار ہوکر اس نے اس کا اظہار اپنے ھاتھوں کی گرفت کو اچانک سخت کرتے ہوئے کیا جس کی یاد ابھی تک میرے حافظے سے زائل نہیں ہوئی ھے۔

چیرم کی عزت کی خاطر وہ چاھتاتھا کہ اس کی پہلی پبلک تقریب صحیح طریقے سے ادا کی جائے۔ غالباً ماضی سے اس کے ذھن میں یاد آئی ہوگی کہ پروگرام میں تقریروں کے ساتھ تحفے بھی ہوتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوگیا اور پھر ڈائنامائٹ کی دو سلاخیں لایا۔ یہ تھا چیرم کا تحفہ امریکیوں کے لئے۔ ہمارے انکار پر اس نے اصرار کیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ اگر اتفاق سے دھماکہ ہوا تو ہم نمائندے بھی ڈائنامائٹ کے ساتھ صاف ہو جائیں گے جو انٹرنیشنل کے لئے قطعی نقصان ہوگا۔ مجمع نے قہقہہ لگایا۔ وہ ایک بڑے بچے کی طرح ناراض اور حیران ہو گیا۔ پھر وہ بھی ہنس دیا۔

دوسرا وائلن‌نواز ، وی‌آنا کا نیلی آنکھوں‌والا لڑکا ہمیشہ ہنستا رہتا تھا۔ جلاوطنی نے اس کے اندر زندہ‌دلی کا چراغ نہیں گل کیا تھا۔ امریکی مہمانوں کے اعزاز میں اس نے باصرار ''امریکی جاز'' پیش کیا۔ اس نے اس کو یہی نام دیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے یا اس کے بعد میں نے کبھی ایسا انوکھا نغمہ نہیں سنا۔ وہ ہاتھوں، پیروں اور گز سب سے بجا رہا تھا اور ہر طرف ناچ رہا تھا جس سے مجمع بہت محظوظ تھا۔

آخرکار ہمارے اس جشن محبت کو ریلوے سگنل کی گھنٹی کی ٹن ٹن نے ختم کر دیا۔ ایک بار پھر چاروں طرف ہاتھ ملائے گئے اور ہم ٹرین پر چڑھ گئے اور آرکسٹرا یہ بول بجا رہا تھا:

یہ ہے ہماری آخری جنگ
فیصلہ کن جنگ
اب پوری انسانیت بین‌اقوامی ہوگی

اس ملاقات میں نہ تو کوئی نفاست تھی اور نہ شان و شوکت۔ لیکن یہ خوشکن تھی کیونکہ مجمع میں غضب کی توانائی تھی۔ یہ انقلاب کی زبردست قوت کا انکشاف تھا۔ یہ تہذیب کی اس کال کوٹھری تک در آیا تھا۔ معتوب لوگوں کی دنیا میں وہ صور کی آواز کی طرح تھا جس نے ان کے مردہ گھر کی دیواریں مسمار کر دی تھیں۔ اس کے باہر وہ جھپٹ کر آئے تھے لیکن اس طرح نہیں کہ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہو، منہ سے جھاگ نکل رہا ہو اور کھلے ہوئے خنجر ہاتھوں میں ہوں بلکہ وہ حق وانصاف کی پکار کر رہے تھے، ان کے لبوں پر یکجہتی کے نغمے تھے اور ان کے پرچموں پر نئی دنیا کے نعرے۔

تارکین وطن پر کوئی اثر نہ ہوا

تارکین وطن پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ انھوں نے اپنے طبقاتی مفاد کے اسلحہ‌خانے میں حیرت کی ایک کرن بھی نہیں داخل ہونے دی۔ اب ان کے خوف کی جگہ حقارت‌آمیز مضحکے نے لے لی:

''یہ لیجئے بالشویزم! یہ ان جیل کے مجرموں کو سیاستداں بنا دیتا ہے۔ لاجواب منظر ہے۔ ہے نا؟ کانوں میں کام کرنے کے بجائے

مجرم سڑکوں پر پریڈ کر رہے ہیں۔ انقلاب ہمارے لئے یہی لاتا ہے !،،

ہم نے انقلاب کی لائی ہوئی دوسری چیزوں کا ذکر کیا — نظم وضبط اور خیرسگالی۔ لیکن تارکین وطن اس کو نہیں سمجھ سکے ، وہ اس کو سمجھنا نہیں چاہتے تھے۔

''یہ تو چند لمحے کے لئے ہے،، انھوں نے ہنس کر کہا۔ ''جب جوش و خروش ختم ہوجائے گا تو وہ پھر چوری کرنے ، شراب پینے اور قتل و غارت کرنے لگیں گے،،۔ تارکین وطن کے لئے یہ زیادہ سے زیادہ وقتی جوش و خروش تھا جو ہماری غائب ہوتی ہوئی ٹرین کے ساتھ ھی غائب ہو جائے گا۔

ٹرین کے قدمچوں سے جھک کر ہم نے ان سیکڑوں بڑے اور بھدے ہاتھوں کو الوداع کہا جو ہمیں رخصت کر رہے تھے۔ ہماری آنکھیں بہت دیر تک اس منظر پر لگی رہیں۔ آخری جھلک میں ہم نے چیرم کے لوگوں کو سخت سرد ہوا میں ننگے سر ، ''ژان ولژان،، کے بازو کا باقاعدگی سے اٹھنا اور گرنا اور وہ جھنڈا دیکھا جس پر لکھا تھا ''ساری دنیا میں ہمارے کامریڈوں کو سلام،،۔ بیسیوں ہاتھ ابھی تک ٹرین کی طرف پھیلے ہوئے تھے۔ پھر یہ سارا منظر غبار اور فاصلے میں غائب ہو گیا۔

* * *

اس واقعہ کے دوسال بعد جو ریڈینگ چیرم میں کام کرنے اور انقلاب کو دیکھنے کے بعد ڈیٹروئٹ واپس آئے اور انھوں نے اس کے مستقل اثرات کے بارے میں بتایا۔ چوریاں اور قتل تو تقریباً بالکل بند ہوگئے تھے۔ بپھرے ہوئے جانور آدمی بن گئے تھے۔ اگرچہ وہ ابھی آھنی قیدو بند سے آزاد کئے گئے تھے لیکن انھوں نے اپنے کو سوویت فوجوں کے آھنی ڈسپلن کے تحت سپرد کر دیا۔ پرانے قانون کے لئے یہ قانون‌شکن لوگ اب نئے قانون کے مرتب کرنےوالے اور محافظ بن گئے۔ ان لوگوں نے جن پر اپنے ساتھ کی ہوئی نا انصافیوں کا ھی بڑا بوجھ تھا ساری دنیا کی ناانصافیوں کا بار اپنے شانوں پر لے لیا۔

اپنی قوتیں صرف کرنے کے لئے ان کے پاس وسیع پروگرام تھا اور پروازِ خیال کے لئے وسیع میدان ۔

ان امیروں اور صاحب استطاعت لوگوں کے لئے جو شاندار کوٹھیوں میں رہتے ھیں اور آرام دہ ڈبوں میں سفر کرتے ھیں انقلاب خوف و دھشت کی چیز ھے ۔ یہ عیسائیت کے خلاف ھے ۔ لیکن حقارت کے شکار اور برادری سے نکالے ھوئے لوگوں کے لئے انقلاب اس مسیحا کی طرح ھے جو " غریبوں کے پاس اچھی خبروں کی تبلیغ کرنے ، قیدیوں کی رھائی اور زخمیوں کے علاج کا اعلان لے کر آیا ھے "۔ اب دستوئفسکی کے مجرم یہ نہیں کہہ سکتے " ھم زندہ نہیں ھیں ، اگرچہ جی رھے ھیں ، ھم اپنی قبروں میں نہیں ھیں ، اگرچہ ھم مر چکے ھیں "۔ مردہ گھر میں انقلاب نے حیاتِ نو کی شکل اختیار کر لی ھے ۔

پندرھواں باب

ولادی واستوک کی سوویت اور اس کے لیڈر

انقلاب کے حدود کیا تھے ؟

ھم نے وہ انقلاب دیکھا تھا جس کو شہر کے مزدوروں نے شروع کیا تھا اور جو گہرائی میں اترتا گیا تھا اور اپنے آغوش میں عوام کے نیچے سے نیچے پرتوں کو لیتا گیا تھا ۔ جیرم کے مجرموں پر چھا کر تو وہ بالکل تہہ تک پہنچ گیا ۔ وہ گہرائی میں اس سے نیچے نہیں جاسکتا تھا ۔ اچھا تو وہ وسعت کے لحاظ سے کتنا پھیل سکتا تھا ؟ کیا وہ ایسی ھی طاقت بحرالکاھل کی دوردراز سرحدوں پر بھی ثابت ھوگا جیسا کہ وہ بحراٹلانٹک کے ساحل پر تھا ؟ کیا انقلاب کی نبض کی دھڑکن ان دورافتادہ جگہوں پر بھی اسی طرح زوردار ھوگی جیسی روس کے قلب میں تھی ؟

سوویتوں کی دنیا میں ھم بڑھے ، آھستہ رو ، شمال کی طرف بہنے والے دریاؤں ، اورال کے پہاڑوں ، تائیگا کے جنگلوں اور استیپی

میدانوں سے گذرے تھے - ریلوے کے کارکنوں اور کان کنوں نے همیں اپنی سوویتوں کے بارے میں بتایا تھا اور کسانوں اور ماهی گیروں نے اپنی سوویتوں کی طرف سے همارا خیر مقدم لال جھنڈوں سے کیا تھا - هم نے وسطی سائبیریا اور مشرق بعید کی سوویتوں سے تبادله خیال کیا تھا - آمور کے پورے ضلع میں سوویتیں تھیں - ولادی‌واستوک میں ٹرین سے اترتے هی هم نے اس سوویت کی بالکل ٹھیک ٹھیک نقل پائی جو پیٹروگراد میں ، سات هزار میل کے فاصلے پر چھوڑی تھی -

چھه مہینے کے دوران سوویتوں نے روس کی زمین میں گہری جڑیں پکڑ لی تھیں ، اپنے تمام مخالفین کو نکال باهر کیا تھا ، هر حملے کو برداشت کیا تھا اور اب شمال میں بحرآرکٹک سے جنوب میں بحراسود تک، بحراٹلانٹک کے کنارے واقع ناروا سے لیکر بحرالکاهل کے کنارے ولادی‌واستوک تک انکا اقتدار مسلمه تھا -

ولادی‌واستوک کا شہر پہاڑیوں پر بنایا گیا هے اور اس کی سڑکیں کوہ آلپس کے راستوں کی طرح ڈھلواں هیں - لیکن هماری گھوڑا گاڑی میں ایک اور گھوڑا جوت دیا گیا اور هم یہاں کی پتھریلی سڑکوں پر اسی تیزی سے چل پڑے جیسے پیٹروگراد کی هموار اور لکڑی سے ڈھکی هوئی شاهراهوں پر جاتے تھے - یہاں کی خاص شاهراہ سویتلانسکایا پہاڑیوں کے پار پیچ و خم کھاتی هوئی چلی گئی هے اور اس کے دونوں طرف فرانسیسی ، انگریزی اور امریکی فرم ''انٹرنیشنل هارویسٹر،، کے تجارت گھر اور روس کے نئے حکمرانوں یعنی محنت کشوں کے نمائندوں کی سوویت اور بالشویک پارٹی کی شہری کمیٹی کی عمارتیں هیں -

چاروں طرف تمام پہاڑیوں پر بڑے بڑے قلعے تھے لیکن اب وہ فاختے کے گھونسلوں کی طرح بےضرر تھے - جنگ کے پہلے دنوں میں هی ان کی مورچه‌بندی ختم کر دی گئی تھی اور بڑی بڑی توپیں مشرقی محاذ کو بھیج دی گئی تھیں - اب یه شہر بےدفاع تھا - اس کے اندر پانی کی ایک انوکھی زبان سی چلی آئی تھی جو زولوتوئی روگ (سنہری سینگ) کہلاتی تھی - یہاں اتحادیوں کے جہاز بن بلائے آکر لنگرانداز هو گئے تھے - ان کے جھنڈے مفرور تارکین وطن کے لئے طویل سائبیریائی سفر کے خاتمے پر بہت هی خوشکن منظر پیش کرتے تھے - انھوں نے اطمینان کا سانس لیکر یہاں قیام کیا - ان کو یقین

تھا کہ انقلاب جلد ہی ختم ہو جائے گا اور پھر وہ روس واپس جا کر پہلے کی طرح پرانی زندگی گذارنے لگیں گے۔

تارکین وطن کے لئے جائے پناہ

شہر بے دخل جاگیرداروں سے بھرا پڑا تھا جو اپنی جاگیروں، نوکروں چاکروں کے غولوں اور گذرے ہوئے زمانے کی دعوتوں کے خواب دیکھ رہے تھے۔ افسر سابق کے ڈسپلن کے قصے بیان کر رہے تھے جب سپاہی ان کو دیکھ کر نالیوں میں پھاند پڑتے تھے اور چہرے پر تھپڑ کھا کر بھی سلیوٹ دینے کی حالت میں تنے کھڑے رہتے تھے، نفع خور اچھے پرانے زمانے کی واپسی کے مشتاق تھے جب فوجی آرڈروں اور ''حب وطنی،، کے ذریعہ ان کو ۵۰، ۱۰۰ اور ۵۰۰ فیصدی نفع ملتا تھا۔ یہ سب چمکتی ہوئی داستانی دولتیں جاتی رہی تھیں۔ انقلاب نے ان کو بھی افسروں کی من مانی طاقت اور جاگیرداروں کے خوابوں کے ساتھ ختم کر دیا تھا۔

نکاس کے بندرگاہ کی حیثیت سے ولادی واستوک باہر جانے والے روسی تارکین وطن سے بھرا تھا۔ داخلے کے بندرگاہ کی حیثیت سے یہ ملک میں آنے والے اتحادی سرمایہ داروں سے بھرا تھا۔ یہ اس ایلڈوراڈو * کی کنجی تھا جو ان کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ اپنی وسیع اچھوتی قدرتی دولتوں اور محنتی طاقت کی بدولت سائبیریا دنیا بھر سے سرمائے کے ایجنٹوں کو چمق پتھر کی طرح اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ لندن اور ٹوکیو سے، پیرس کے اسٹاک اکسچینج اور وال اسٹریٹ سے جگمگاتے امکانات کی کشش ان کو یہاں غول درغول لا رہی تھی۔

لیکن وہ اپنے اور ماہی گیری کے علاقوں، سونے کی کانوں اور جنگلات کے درمیان ایک بڑی رکاوٹ سے دوچار ہوتے تھے۔ یہ تھیں سوویتیں۔ روسی محنت کش نے روسی سرمایہ دار کے استحصال کا شکار بننے سے انکار کر دیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اس سے بھی انکار کر دیا تھا

---

* ایلڈوراڈو — بے نظیر دولتوں اور داستانی عجائب کا ملک جسکا وجود نہیں ہے۔

کہ اس کے خون اور پسینے کو غیرملکی بینکروں کے بڑے بڑے منافعوں میں ڈھال دیا جائے۔ تمام استحصال کرنےوالوں سے اس انکار میں سوویتیں آلہ' کار تھیں۔

ایسی ھی رکاوٹوں سے دوچار ھو کر جو روسی بورژوازی کو درپیش تھیں اتحادی استحصال کرنےوالوں کا بھی یہی رد عمل ھوتا تھا۔ وہ اپنے روسی بھائیوں کے کوسنے اور گالیوں کو ھمدردی سے سنتے تھے جو سوویتوں اور اس کے ممبروں کو جہنمی سمجھتے تھے۔

اسی حلقے میں اتحادیوں کے قونصل، افسر، وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے لوگ اور جاسوس زیادہ‌تر رھتے تھے اور اپنی زندگی گذارتے تھے۔ وہ شاذ و نادر اس کے باھر نکلتے تھے۔ وہ رھتے تھے انقلابی روس میں لیکن انقلاب سے انکا کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور ظاھر ھے کہ کسان اور مزدور بہت کم فرانسیسی یا انگریزی زبان جانتے تھے اور یہ بھی کہ اچھا لباس کیسے پہنا جاتا ھے یا کھانے کا آرڈر کیسے دیا جاتا ھے۔

یہ بات نہیں ھے کہ اتحادیوں کی یہ سوسائٹی "بےخبر" تھی۔ ان کے روسی بورژوا دوست اور خود ان کے تعصبات ان کو یہ خبریں فراھم کرتے تھے اور یہ براہ راست اور اندھادھند ایسے چالو جملوں میں بدل جاتی تھیں:

"سوویتیں تو سابق مجرموں پر مشتمل ھیں۔"

"۸۰ فیصدی بالشویک یہودی ھیں۔"

"انقلابی تو بس نرے لٹیرے ھیں۔"

"سرخ فوجیں تو بھاڑے کا ٹٹو ھیں۔ بس بندوق دغی اور وہ بھاگیں۔"

"جاھل اور ان‌پڑھ عوام کو تو ان کے لیڈر گمراہ کرتے ھیں اور یہ لیڈر بکے ھوئے ھیں۔"

"ممکن ھے کہ زار میں خامیاں رھی ھوں، لیکن روس کو آھنی پنجے کی ضرورت ھے۔"

"سوویتیں لڑکھڑا رھی ھیں اور وہ دو ھفتے سے زیادہ نہیں چلیں گی۔"

انتہائی سرسری جائزہ اس لفاظی کی پول کھول دیتا تھا۔ لیکن

دوراندیش آدمی کہلانے کے لئے ان کو رٹو طوطے کی طرح دھرانا ضروری تھا۔

وہ آدمی جو ان باتوں میں ایسا اضافہ کر سکتے کہ ''مجھے اس کی پروا نہیں کہ دوسرے لوگ لینن اور تروتسکی کے بارے میں کیا کہتے ھیں لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ وہ جرمن ایجنٹ ھیں'' — اس کو باھمت اور جمہوریت کا سچا علمبردار قرار دیا جاتا۔

کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کو ایمانداری سے روشنی کی تلاش تھی۔ ایشیائی اسکواڈران کے ملنسار اور خوش‌مزاج کمانڈر نے نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مجھے اپنے علمبردار جہاز ''بروکلین'' پر کھانے کے لئے مدعو کر لیا۔ امریکی قونصل بھی جھوٹ کے چکر سے نکلنے کے لئے کوشاں تھا۔ پھر بھی اس نے واشنگٹن سے اجازت آنے تک میرا ویزا روک رکھا۔ اس طرح میں ولادی‌واستوک میں سات ھفتے تک پھنسا رہا۔

میں مزدوروں اور کسانوں کی ھمدردی میں جتنا زیادہ کھل کر بولتا گیااتنا ھی زیادہ بورژوازی مجھسے ناراض ھوتی گئی۔ سوویت سے قریبی رابطہ ھوجانے کیوجہ‌سے مجھے اسکے کام کو دیکھنے اور اسمیں حصہ لینے کا زیادہ موقع ملا اور میں اسکے بہت سے ممبروں کو اپنا دوست سمجھنے لگا۔

طلبا — سوویت کے ممبر

ان میں پہلا کونستانتین سوخانوف تھا۔ جب فروری کا انقلاب شروع ھوا تو وہ پیٹروگراد یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ وہ بتعجیل ولادی‌واستوک لوٹا۔ اس وقت وہ منشویک تھا اور کورنیلوف کے ھنگامے کے بعد بالشویک ھو گیا اور وہ بھی بہت پرجوش۔ اس کا قد تو چھوٹا تھا لیکن اسمیں بلا کی توانائی تھی۔ وہ دن رات کام کرتا، بس کبھی کبھی سوویت کے اوپروالے چھوٹے کمرے میں ذرا کا ذرا سو لیتا اور ھمیشہ ایک اشارے پر گھوڑے کی باگ یا ٹائپ‌رائٹر سنبھالنے کے لئے تیار رھتا۔ اس کا چہرہ عادتاً خیالات کی رو میں ستا رھتا لیکن وہ اکثر زور کے قہقہوں میں پھوٹ پڑتا جو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ

لے لیتے۔ اس کی باتیں مختصر اور جامع ہوتیں اور کبھی کبھی شعلہ‌فشاں بھی ہو جاتیں۔ لیکن ولادی‌واستوک جیسے بڑے بارود کے گودام کے لئے محض شعلہ‌فشانی کافی نہ تھی۔ اس نے اپنے حسن تدبیر اور موقع شناسی سے سوویت کو بہت ہی مشکلات سے بچایا جن میں دشمنوں نے اس کو مبتلا کر دیا تھا۔

سوخانوف کی ہر شخص، حتی کہ اس کے سیاسی مخالفین بھی عزت کرتے تھے۔ چنانچہ اس کو سوویت کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس طرح وہ ایسی نوک‌سناں تھا جس کو بالشویک تحریک نے بحرالکاہل اور مشرقی دنیا میں پیوست کر دیا تھا۔ ۲۴ سال کی عمر میں سوخانوف ایسے فریضوں سے دوچار تھا جو کسی آزمودہ‌کارمدبر کے لئے بھی بھاری پڑتے۔

لیکن انتظام مملکت تو اس کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اس کا باپ پرانی حکومت کا کارپرداز تھا جس کے سپرد انقلابیوں کی گرفتاری تھی۔ جو لوگ زار کے خلاف سازشیں کر رہے تھے ان میں اس کو اپنی بیٹی اور بیٹا کونستانتین بھی ملے۔ کونستانتین کو گرفتار کر لیا گیا۔ سخت اور سنگدل باپ اور اس کے بیٹے کا سامنا عدالت کے کٹھرے میں ہوا۔

یہ اعلی حضرت شہنشاہ زار نکولائی دوم کی عنایت تھی کہ بزرگ سوخانوف مجسٹریٹ کی کرسی پر بیٹھا تھا اور چبوترۂ عدالت کے پیچھے مطلق‌العنان شاہی کا سفید، نیلا اور سرخ جھنڈا لگا ہوا تھا۔ جب ہم ولادی‌واستوک پہنچے تو اس کی جگہ انقلاب کا سرخ جھنڈا لے چکا تھا۔ پھر بھی ہم نے ایک سوخانوف کو کرسیٔ عدالت پر بیٹھے پایا۔ لیکن اس بار یہ بیٹا کونستانتین تھا جو اعلی حضرت ریپلکن شہنشاہوں یعنی روسی سوویت ریپلک کے شہریوں — مزدوروں، کسانوں اور جہازرانوں کی عنایت سے ولادی‌واستوک کی سوویت کا صدر ہوگیا تھا۔

انقلاب نے کیا عجیب پلٹا دیا تھا! بالکل اسی طرح جیسے بیٹا سوخانوف زار کی حکومت کے خلاف سازش کرتے ہوئے گرفتار ہوا تھا اب باپ سوخانوف سوویتوں کی حکومت کے خلاف سازش کرتے پایا گیا۔ ایک بار پھر عدالت کے کٹھرے میں ایک دوسرے کا سامنا ہوا، بیٹے کے خلاف باپ، انقلابی کے خلاف انقلاب دشمن، سوشلسٹ کے خلاف شاہ‌پرست۔ لیکن اس بار بیٹا جج تھا اور باپ ملزم۔ صرف ایک

بار گونستانتین سوخانوف نے اپنے انقلابی فرائض میں کوتاھی کی۔ اس نے اپنے باپ کو قید کرنے سے انکار کر دیا۔

سوخانوف کا مستقل معاون طالب علم سیبیرتسیف تھا۔ تین طالبات زویا استانکووا، تانیا تسیویلیوا اور زویا سیکریتیوا بھی تھیں۔ یہ تینوں باترتیب بالشویک پارٹی، شعبۂ مالیات اور سوویت اخبار ''کسان اور مزدور،، کی سکریٹری تھیں اور باترتیب افسر، پادری اور تاجر کی بیٹیاں بھی۔ انھوں نے اپنی بورژوا زندگی قطعی ترک کر دی تھی اور وہ پرولتاریوں سے مل گئی تھیں۔ ان کی آمدنی پرولتاریوں جیسی تھی اور وہ پرولتاریوں کی طرح سوچنے لگی تھیں۔ وہ پرولتاریوں کی طرح رھتی سہتی تھیں۔ اب ان کا گھر دو خالی کمروں پر مشتمل تھا جس کو وہ '' کمیون،، کہتی تھیں۔ بستر کے لئے ان کے پاس سپاھیوں کے کھاٹ تھے یعنی اسپرنگوں کے بجائے سوکھی گھاس سے بھرے گدے لکڑی کے تختوں پر بچھے تھے۔

یہ طلبا روایتی روسی طالب علم کی تصویر پیش کرتے تھے۔ ایک رات جب روسی زبان میں بات چیت کرنے کی مشکل میری زبان اور ذھن میں پھندے لگا رھی تھی سیبیرتسیف نے کہا ''ھم سب یونیورسٹی میں پڑھ چکے ھیں اور ھم لاطینی زبان میں باتیں کر سکتے ھیں!،، لیکن کتنے امریکی گریجویٹ محض اپنی سندوں پر لکھی ھوئی لاطینی زبان پڑھ سکتے ھیں؟ ان روسی طلبا نے نہ صرف لاطینی میں بات چیت کی بلکہ اپنی لاطینی شاعری مجھے اصلاح کے لئے دی۔ میں مصلحتاً پھر روسی زبان کی طرف واپس آیا!

عام صفوں سے ابھرنے والے لیڈر

ان طلبا کے علاوہ ولادی واستوک سوویت کے ممبر مزدور — مشین ساز، حمال اور ریلوے مزدور تھے۔ لیکن یہ روسی مزدور تھے۔ انھوں نے ھتھوڑے، درانتی اور کلھاڑی کے استعمال کے ساتھ ساتھ اپنا دماغ بھی استعمال کیا تھا۔ اسی لئے زار کے زبردست پنجے نے ان کو گرفت میں لیا تھا۔ کچھ جیلوں میں ڈال دئے گئے اور کچھ دیس نکالا دیکر آوارہ گرد بنائے گئے۔

وہ جلاوطنی سے انقلاب کی پکار پر واپس آئے۔ اوتکین اور ایوردان آسٹریلیا سے واپس آئے تھے اور انگریزی بولتے تھے۔ آنتونوف نیپلز سے لوٹا تھا اور اطالوی زبان بولتا تھا۔

میلنیکوف، نیکی‌فوروف اور پروسینسکی جب جیل کی کوٹھریوں سے باہر نکلے تو فرانسیسی بول سکتے تھے۔ ان تینوں نے اپنے جیل کو یونیورسٹی بنا لیا تھا۔ انھوں نے ریاضی میں خصوصی مہارت حاصل کی تھی اور حساب کتاب میں ماہر بن گئے تھے۔ وہ انقلاب کی تیاری کے ساتھ نقشے اور خاکے بھی تیار کرتے تھے۔

سات سال تک وہ ایک ساتھ جیل میں بند رہے اور اب ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے راستے جانے کے لئے آزاد تھا۔ لیکن ان طویل اور سنگین برسوں نے ان کے دلوں میں ایسے رشتے پیدا کر دئے تھے جو ان کے جسم پر آہنی زنجیروں سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئے۔ ذہنی طور پر، بہرحال، ان میں بہت اختلاف تھا اور وہ اپنے مختلف خیالات کی تبلیغ ایک دوسرے سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کرتے تھے۔ پھر بھی، نظرئے کے لحاظ سے وہ چاہے جتنے ایک دوسرے سے دور ہوں میدان عمل میں ایک تھے۔ اس وقت میلنیکوف کی پارٹی سوویتوں کی حامی نہ تھی لیکن ان کے دونوں رفیق ان کے حق میں تھے۔ اسی لئے وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ سوویت میں آگئے اور ڈاک اور تار کے محکمے کے کمیسار مقرر ہوئے۔

میلنیکوف کے اندر کوئی زبردست روحانی جدوجہد رہی تھی جس نے ان کے چہرے پر موٹی موٹی شکنیں پیدا کر دی تھیں اور ان کی آنکھوں کی گہرائیوں میں تکلیف کے نشانات ملتے تھے۔ لیکن اب ان کے چہرے پر فتح اور سکون کی چھاپ تھی۔ ان کی آنکھیں چمکتی تھیں اور ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ جب حالات زیادہ مشکل ہوجاتے تو وہ اور زیادہ مسکراتے۔

دانش‌وروں سے سوویت کو بہت کم مدد مل رہی تھی۔ انھوں نے اس وقت تک کے لئے سوویت کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا جب تک کہ مزدور اپنا پروگرام بالکل نہ بدل دیں۔ انھوں نے کھلے جلسے میں توڑ پھوڑ کرنے کا اعلان کر دیا۔

ایک کان کن کا فوری جواب تلخ اور طنزیہ تھا۔ اس نے کہا "تم کو اپنے علم اور مہارت پر غرور ہے! لیکن یہ تم کو ملتا کہاں سے ہے؟ ہم سے۔ ہمارے خون پسینے کی قیمت پر۔ اسکول اور یونیورسٹی میں جب تم اپنی ڈسکوں پر بیٹھے تھے تو ہم تاریک کانوں اور ملوں کے دھوئیں میں سخت محنت سے کام کر رہے تھے۔ اب ہم تم سے مدد مانگتے ہیں تو تم ہم سے کہتے ہو 'اپنا پروگرام ترک کر دو اور ہمارا پروگرام اپناؤ تب ہم تمھاری مدد کرینگے'۔ اور ہم تم سے کہتے ہیں 'ہم اپنا پروگرام نہیں ترک کریں گے۔ ہم تمھارے بغیر آگے بڑھیں گے"۔

ان مزدوروں میں بلا کی ہمت تھی جو امور مملکت میں انیلے تھے لیکن انھوں نے اتنے بڑے علاقے کا انتظام اپنے ذمے لیا تھا جو فرانس کے برابر تھا اور ہندستان کی طرح دولت‌مند تھا، ان کو سامراجیوں کے غولوں نے گھیر رکھا تھا اور ہزاروں فریضے ان کو للکار رہے تھے!

سولھواں باب

مقامی سوویت میدان عمل میں

ولادی‌واستوک کی سوویت نے ایک قطرہ خون بہائے بغیر اقتدار حاصل کیا تھا۔ لیکن اب اس کے سامنے بہت ہی سخت اور پیچیدہ فریضہ تھا۔

پہلا مسئلہ جس سے اس کونبٹنا تھا وہ معیشت کا تھا۔ جنگ اور انقلاب کے دوران صنعت میں انتشار، فوجی سپاہیوں کی گھروں کو واپسی اور کارخانوں اور ملوں میں لاک‌آؤٹ کی وجہ سے سڑکیں بےکار لوگوں سے بھری پڑی تھیں۔ سوویت نے ان بیکار لوگوں کے خطرے کو سمجھ لیا اور فیکٹریاں چالو کرنا شروع کر دیں۔ ان کا انتظام خود مزدوروں کے سپرد کر دیا گیا اور سوویت نے ان کو قرض دیا۔

لیڈروں نے رضاکارانہ اپنی تنخواہوں پر پابندی لگائی۔ مرکزی روسی سوویت کے ایک فرمان کے ذریعہ کسی سوویت افسر کی ماہانہ

تنخواہ زیادہ سے زیادہ پانچ سو روبل مقرر کی گئی - ولادی واستوک کے کمیساروں نے مشرق بعید میں اخراجات زندگی کی کمی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی تنخواہیں کم کر کے ۳۰۰ روبل ماہانہ رکھیں - اس کے بعد اگر کسی کی ہتیلی زیادہ رقم پانے کے لئے کھجلاتی تو اس سے یہ سوال کیا جاتا ”تو تم لینن یا سوخانوف سے زیادہ تنخواہ چاہتے ہو؟“

سوویت صنعت کو منظم کرتی ہے

مزدوروں کے ہاتھ میں فیکٹریاں آتے ہی ان میں اخلاقی تبدیلی ہوئی - کیرینسکی کی حکومت کے دوران نرم فورمین منتخب کرنے کا رجحان تھا - اپنی حکومت یعنی سوویت کے تحت انہوں نے ایسا فورمین منتخب کیا جو ورکشاپ میں ڈسپلن قائم کرے اور پیداوار کو بڑھائے - پہلی بار جب میں مشرق بعید کی سوویت کے سربراہ کراسنوشچیکوف سے ملا تو وہ پرامید نہ تھے - انہوں نے کہا:

”بورژوازی سے جو کچھ میں اس کی توڑ پھوڑ کے خلاف کہتا ہوں اسکا دس گنا میں مزدوروں سے ان کے ڈھیلے پن کے خلاف کہتا ہوں - لیکن مجھے یقین ہے کہ تبدیلی ہوگی -“

جب میں ان سے جون ۱۹۱۸ء کے آخر میں ملا تو وہ خوش نظر آرہے تھے - تبدیلی ہوئی تھی - انہوں نے بتایا کہ فیکٹریوں کی پیداوار اتنی ہے جتنی پہلے کبھی نہیں تھی -

”امریکی ورکس“ کہلائے جانے والے کارخانے میں امریکہ سے آئے ہوئے کاروں کے پہئے، فریم اور بریک فٹ کئے جاتے تھے اور ٹرانس سائبیریائی ریلوے کے ذریعہ یہ کار روانہ کئے جاتے تھے - یہاں کے ورکشاپ یکے بعد دیگرے ہنگاموں کا مرکز بنے ہوئے تھے - مستقل کام کرنے والے چھ ہزار مزدور صرف ۱۸ کاریں روزانہ نکالتے تھے - سوویت کمیٹی نے کارخانے کو بند کرکے ورکشاپوں کو پھر سے منظم کیا اور مزدوروں کی تعداد گھٹا کر ۱۸۰۰ کر دی - کاروں کی باڈی جوڑنے والے ورکشاپ میں اب ۱۴۰۰ مزدوروں کے بجائے ۳۵۰ مزدور تھے لیکن کام کو جلدی کرنے کے طریقوں کے ذریعہ جو مزدوروں نے

خود رائج کئے اس شعبے کی کارکردگی میں اضافہ ہوا۔ ۱۸۰۰ مزدور روزانہ ۱۲ کاریں تیار کرنے لگے یعنی کارکردگی میں فی کس ۱۰۰ فیصدی اضافہ ہوا۔

ایک دن میں سوخانوف کے ساتھ پہاڑی پر کھڑا نیچے کارخانے کو دیکھ رہا تھا۔ سوخانوف کرینوں کی کھڑکھڑاہٹ اور مشینی ہتھوڑوں کی دھمک سن رہے تھے جو وادی سے آرہی تھیں۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارے کانوں کے لئے بڑی میٹھی موسیقی ہے''، میں نے کہا۔ ''ہاں''، سوخانوف نے جواب دیا۔ ''پرانے انقلابی بموں سے شور پیدا کرتے تھے۔ یہ نئے انقلابیوں کا شور ہے جو نئے سماجی نظام کو ڈھال رہے ہیں''۔

کان کنوں کی یونین سوویت کی سب سے طاقتور معاون تھی۔ اس نے بے روزگاروں کو ۵۰ سے ۱۰۰ تک لوگوں کے گروہوں میں منظم کیا اور ان کو سازوسامان دیکر عظیم آمور کے کنارے واقع کانوں کو بھیجا۔ یہ مہمیں بہت کامیاب ہوئیں۔ ہر آدمی روزانہ ۵۰ سے ۱۰۰ روبل تک کا سونا نکال رہا تھا۔ جب سوال اجرت کا اٹھا تو ایک کان کن نے یہ نعرہ ڈھونڈ نکالا ''ہر ایک کو اپنی محنت کی پوری پیداوار''۔ اور اس نعرے نے فوراً ہی کان کنوں میں زبردست مقبولیت حاصل کرلی جنھوں نے اس بنیادی سوشلسٹ اصول سے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔ انھوں نے کہا کہ کچھ بھی ان کو یہ اصول ترک کرنے کی ترغیب نہیں دے سکتا۔

لیکن سوویت کا خیال دوسرا تھا۔ چنانچہ یہ گتھی پیدا ہوگئی۔ اس قضئے کو طے کرنے کے لئے بموں اور فوج کا تاریخی طریقہ استعمال کرنے کے بجائے مزدوروں نے اس کو سوویت میں ہی لڑ جھگڑ کر طے کر لیا۔ ان کی اجرت ۱۵ روبل روزانہ مقرر کی گئی اور فاضل پیداوار کے لئے بونس طے ہوا۔ مختصر عرصے میں ۲۶ پوڈ سونا (ایک پوڈ میں ۳۶ پونڈ ہوتے ہیں) صدر مقام آگیا۔ اس ذخیرے کی بنا پر سوویت نے کاغذی نوٹ جاری کئے۔ ان پر درانتی اور ہتوڑے کی مہر بنی تھی اور ڈیزائن میں ایک کسان اور مزدور ہاتھ ملا رہے تھے۔ ان کے پس منظر میں مشرق بعید کی وہ ساری دولتیں تھیں جنکو پوری دنیا استعمال کرتی ہے۔

سوویت کو پرانے نظام سے ایک گراں وراثت ''فوجی بندرگاہ،، ملی تھی - یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی جو فوجی اور بحری مقاصد کے لئے بنائی گئی تھی اور پرانی حکومت کے ناکارہ‌پن کی یادگار تھی۔ اسمیں بڑی تعداد ایسے رشوت خور افسروں اور پٹھوؤں کی تھی جو زار کے کسی ادارے کے لئے بھی زینت کا باعث ہو سکتے تھے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس بحری بیڑے نے بہت سے نکھٹو لوگ پیدا کر دئے - سوویت نے فوراً ہی ان طفیل‌خوروں کو نکال باہر کیا لیکن پرانے مینجر کو چیف ماہر ٹکنیک کی حیثیت سے رہنے دیا - پرولتاریہ ماہرین کی ضرورت کو سمجھتا تھا اور ان کو اپنی صفوں میں نہ پاکر ان کے لئے بڑی بڑی تنخواہیں دینے کے لئے تیار تھا - مزدور طبقہ بھی اسی طرح صاحب دماغ لوگوں کو پیسے دینے کے لئے تیار تھا جسطرح سرمایہ‌دار ہمیشہ سے کرتے آئے تھے -

کمیٹی نے ''فوجی بندرگاہ،، کی پیداوار کو بدل دیا اور اسے پرامن مصنوعات کے لئے استعمال کرنے لگی - اس نے حساب کتاب کا سخت نظام رائج کیا - اس سے پتہ چلا کہ جو نئے ہل اور ہینگے بنائے جا رہے ہیں ان کی لاگت بمقابلہ اس کے زیادہ ہے جتنے میں وہ غیرممالک سے منگائے جاسکتے ہیں - پھر انھوں نے مشینری کو تبدیل کرنے اور اس کی رفتار بڑھانے کا کام شروع کیا - مرمت کے لئے مشینیں اور جہاز لائے گئے - جب آٹھ گھنٹے کے کام کے دوران کوئی ٹھیکہ پورا نہ ہوتا تو فورمین کام کی حالت اور اس‌کے لئے مزید گھنٹوں کے بارے میں مزدوروں کو مطلع کر دیتا - مزدور جو تیزرفتار کام پر فخر کرتے تھے زیادہ‌تر کام کو جاری رکھنے پر راضی ہو جاتے چاہے ساری رات ہی کام کیوں نہ کرنا پڑے -

پرانے انتظام کے تحت زیادہ تر مزدور فیکٹری سے دوتین گھنٹے کے سفر کے فاصلے پر رہتے‌تھے - کمیٹی نے مزدوروں کے لئے نئے کوارٹر بنانا شروع کئے - وقت اور قوت بچانے کے نئے بہت سے طریقے رائج کئے گئے - تنخواہ حاصل کرنے کے منتظر مزدوروں کی بڑی بڑی قطاریں ختم کر دی گئیں اور ۲۰۰ لوگوں کے لئے ایک شخص کو تنخواہ لینے‌والا مقرر کر دیا گیا -

بدقسمتی سے ان منتخب‌شدہ لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو اپنے لالچ پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس کو دوسو آدمیوں کے تنخواہوں کے لفافے مل گئے اور اس نے انہیں تقسیم کرنا شروع کیا۔ پھر اس نے کچھ اور سوچا۔ پتہ نہیں کہ یہ کیسے ہوا۔ کچھ آدمیوں کا خیال تھا کہ کسی بورژوا شیطان نے اس کمزور کامریڈ کے کان بھرے ہوں گے اور اس کے ذہن سے اپنے خاندان، اپنے ورکشاپ اور انقلاب کی یاد محو کر دی ہوگی۔ بہرحال بعد کو وہ وادکا کی کچھ خالی بوتلوں کے پاس پایا گیا اور اس کی جیب بھی خالی تھی۔ جب وہ اپنی سرمستی سے چونکا تو اسے ورکشاپ کی کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کو انقلابی وقار کی خلاف‌ورزی اور "فوجی بندرگاہ" کے ساتھ دغا کرنے کا ملزم ٹھہرایا گیا۔

انقلابی عدالت کا بڑا اجلاس خاص ورکشاپ میں ہوا۔ اسمیں جوریوں کی تعداد ۱۰۰ تھی۔ فیصلے میں اس شخص کو قصوروار ٹھہرایا گیا اور جوریوں سے کہا گیا کہ وہ تین مجوزہ سزاؤں میں سے کسی ایک کے لئے ووٹ دیں: (۱) فوری برخاستگی۔ (۲) برخاستگی، لیکن بیوی اور بچوں کو ملزم کی تنخواہ دی جائے۔ (۳) معافی اور ملازمت کی بحالی۔

دوسری تجویز منظور ہوئی۔ اس طرح مجرم کو اپنی بدکاری کی سزا ملی لیکن ساتھ ہی اس کے خاندان کو زندگی کی مشکلات سے بچا لیا گیا۔ اس سے ان بدقسمت ۲۰۰ لوگوں کا پیسہ تو واپس نہیں ملا اس لئے ڈیڑھ ہزار لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان ۲۰۰ آدمیوں کا نقصان آپسمیں تقسیم کرلیں گے۔

اپنے نئے تجربات میں مزدوروں نے بہت سی سخت غلطیاں کیں۔ لیکن سوویت کے بارے میں انکا فیصلہ یہ تھا کہ مجموعی طور پر اس نے ان غلطیوں کی کمی کو پورا کیا ہے اور سوویت کی غلطیوں کی طرف انہوں نے ایسا رویہ اختیار کیا جو آدمی اپنی غلطیوں کی طرف اختیار کرتا ہے یعنی بہت ہی نرم رویہ۔

اپنے تجربے سے مزدوروں نے اعتبار حاصل کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ صنعت کو منظم کر سکتے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ وہ پیداوار میں اضافہ کر سکتے ہیں اور سوویت کو روز بروز معاشی میدان میں

مستحکم ہوتے دیکھ کر مزدوروں میں جذبہ مسرت پیدا ہوا۔ ان میں اور بھی زیادہ مسرت پیدا ہوتی اگر ان کے دشمن متواتر سوویت پر نئے نئے حملے نہ کرتے رہتے۔

سوویت کے ہاتھوں فوج کی تنظیم

ابھی کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام اچھی طرح ہونے ہی لگا تھا کہ مزدوروں کو آلات و اوزار چھوڑ کر رائفلیں اٹھانا پڑیں، ریلوے بجائے اس کے کہ غذا اور مشینیں وغیرہ لے جاتیں سامان جنگ اور سپاہی لے جانے پر مجبور ہوئیں۔ مزدور بجائے اس کے کہ نئے اداروں کو مضبوط بنائیں اس زمین کے دفاع پر مجبور ہوگئے جس پر وہ کھڑے تھے۔

مزدوروں کی اس ریپبلک کی سرحدوں پر برابر حملے ہونے لگے اور جیسے ہی دشمن اندر گھسا زوروں کے ساتھ یہ پکار ہوئی ''سوشلسٹ وطن خطرے میں ہے!''، سارے دیہاتوں اور کارخانوں میں مسلح ہونے کی پکار تیزی سے پھیل گئی۔ ہر ایک دیہات اور کارخانے نے اپنا اپنا چھوٹا سا دستہ بنا لیا اور سڑکوں اور پگڈنڈیوں پر انقلابی ترانے اور دیہاتی گیت گاتے ہوئے یہ لوگ منچوریائی سلسلۂ کوہ کی طرف بڑھے۔ ان کے پاس نہ تو اچھے ہتیار تھے اور سامان رسد کافی تھا لیکن وہ ایک بےرحم، اچھی طرح سے مسلح دشمن سے ٹکر لینے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے آج امریکی واشنگٹن کے ان پھٹے حال اور ننگے پیر سپاہیوں کی یاد کو عزیز رکھتے ہیں جنھوں نے وادیٔ فورج کی برف پر اپنے خون کے دھبے چھوڑے تھے اسی طرح مستقبل میں روسی ان بدحال سرخ گارڈ کے پہلے دستوں کی کہانی سے عزم و ولولہ حاصل کریں گے جنھوں نے خطرے کی پکار سنکر اپنی بندوق اٹھالی اور سوویت ریپبلک کی حفاظت کے لئے چل پڑے۔

سرخ گارڈوں کے پہلو بہ پہلو نئی سرخ فوج کے دستے بھی نمودار ہو رہے تھے۔ یہ ایک بین‌اقوامی فوج تھی۔ ان میں سبھی قوموں کے لوگ تھے۔ ان میں چیک اور کوریائی پلٹنیں بھی شامل تھیں۔

الاؤ کے گرد بیٹھ کر کوریائی کہتے "اب ہم تمھارے لئے لڑیں گے اور ایک دن آئیگا جب تم ہماری آزادی کے لئے ہمارے ساتھ ملکر جاپان سے لڑوگے۔"

ضبط و نظم میں سرخ فوج باقاعدہ قومی فوجوں سے کمتر تھی۔ لیکن اس میں جو جوش تھا وہ دوسری فوجوں میں نہ تھا۔ میں نے ان کسانوں اور مزدوروں سے بات چیت کی جو بارش سے بھیگے ہوئے پہاڑی دامن میں ہفتوں سے پڑے تھے۔

"تم کو یہاں کس نے بھیجا اور کون یہاں رہنے پر مجبور کرتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔ "ہاں، پہلے زمانے میں ہم لکھو کہا جاہل لوگوں کو زار کی حکومت کے لئے اپنی جانیں دینی پڑتی تھیں" انھوں نے جواب دیا "اور اب یقیناً ہماری بزدلی ہوتی اگر ہم اس حکومت کے لئے لڑنے نہ نکلتے جو ہماری اپنی ہے!"

بعض حضرات ایسے بھی تھے جنکا سوویتوں کے بارے میں یہ خیال نہیں تھا بلکہ اسکے بالکل برعکس تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ روسی کسان اور مزدور کے لئے بالکل دوسری قسم کی حکومت ہو۔ درحقیقت وہ خود روس کی سچی اور واحد حکومت ہونے کا دعوی کرتے تھے۔

وہ مشرق بعید میں سنہری سینگ سے مغرب میں خلیج فن لینڈ تک اور شمال میں بحرسفید سے لیکر جنوب میں بحراسود تک پھیلے ہوئے سارے علاقے پر اقتدار اعلی کا دعوی بہت ہی شاندار الفاظ میں کرتے تھے۔ یہ حضرات اگرچہ منکسر مزاج نہ تھے لیکن ہوشیار بہت تھے۔ انھوں نے اپنے سابق وسیع علاقوں پر پیر تک دھرنے کی جرأت نہیں کی اور اگر وہ اس کی ہمت کرتے تو ان کو عام مجرموں کی حیثیت سے سوویت یعنی وہ حکومت بند کر دیتی جو واقعی برسراقتدار تھی۔

وہ منچوریا میں اپنی محفوظ پناہ گاہوں سے زوردار مینی فسٹو شایع کرتے رہتے تھے۔ وہاں سوویت حکومت کے خلاف ساری سازشیں کی جاتی تھیں۔ کالیدین کی شکست کے بعد انقلاب دشمنوں نے غیرملکی سرمایہ داروں کی شہ پر اپنی امیدیں کزاک سردار سیمیونوف سے وابستہ

کیں - اس کے تحت فوجی دستے منظم کئے گئے جو ھون ھوز لٹیروں، بھاڑے کے جاپانی سپاھیوں اور چینی بندرگاھوں سے جمع کئے ھوئے شاہ پرستوں پر مشتمل تھے -

سیمیونوف نے اعلان کر دیا کہ وہ آھنی مکے کے ذریعہ بالشویکوں میں شائستگی اور معقولیت پیوست کرنے جا رہا ھے - اس نے اعلان کر دیا کہ اس کی منزل چار ھزار میل کی دوری پر اورال ھے اور پھر وہ ماسکو کے میدانوں پر حملہ کریگا اور پیٹروگراد کے پھاٹک اس کے لئے کھل جائیں گے، پھر سارا ملک اس کا خیرمقدم کریگا -

بورژوازی کی زبردست تالیوں کے درمیان اپنے جھنڈے بلند کرکے اس نے سائبیریائی سرحد کو دوبار پار کیا اور دونوں مرتبہ زوروں میں پسپا ھوا - لوگ اس سے ملنے کے لئے ضرور اٹھ کھڑے ھوئے لیکن پھول لیکر نہیں بلکہ بندوقیں اور تنگیاں لیکر -

ولادی واستوک کے مزدوروں نے سیمیونوف کو شکست دینے میں مدد دی - پانچ ھفتے کے بعد جب وہ لوٹے تو ان کے چہرے تمتمائے ھوئے تھے، کپڑے پھٹ گئے تھے اور پیر زخمی تھے - لیکن وہ فاتح بنکر لوٹے تھے - مزدور طبقے نے اپنے مجاھد پرولتاری ساتھیوں کا شاندار خیرمقدم کیا، پھولوں اور تقریروں سے اور شہر میں فاتحانہ جلوس بھی نکالا گیا - اس فتح نے ان کے دلوں کو مسرت سے بھر دیا لیکن بورژوازی اور اتحادیوں کے دلوں میں جو ان حالات کو بغور دیکھ رھے تھے ان سے کوئی خوشی نہیں پیدا ھوئی - یہ بات بالکل واضح ھوگئی کہ فوجی میدان میں سوویت حکومت مضبوط ھوتی جا رھی تھی -

سوویت کے ھاتھوں عوام کی تعلیم

کلچر کی دنیا میں انقلاب کی تخلیقی طاقت ایک عوامی یونیورسٹی، مزدوروں کے تین تھیٹر اور دو روزانہ اخبار چلانے میں کامیاب ھوئی - ,, کسان اور مزدور ،، سوویت کا سرکاری ترجمان اخبار تھا - اسمیں انگریزی کا بھی ایک حصہ تھا جس کے ایڈیٹر جیروم لیفشیتس تھے -

وہ ایک نوجوان امریکی تھے جو روس میں پیدا ہوئے تھے۔ کمیونسٹ پارٹی کے اخبار ''سرخ پرچم'' میں طویل علمی مضامین ہوتے تھے۔ یہ اخبار صحافت کا شاہکار تو نہیں تھے لیکن دونوں بے زبان عوام کی آواز تھے جو ذہنی اور روحانی باتوں تک پہنچنے کے لئے کوشاں تھے۔

اگرچہ انقلاب سب سے پہلے زمین، روٹی اور امن کے لئے جدوجہد تھا لیکن یہ اس سے بھی کچھ بڑھ چڑھکر تھا۔ مجھے ولادی واستوک کی سوویت کا ایک اجلاس یاد ہے جبکہ دائیں بازو کا ایک آدمی سوویت پر زبردست حملے کر رہا تھا اور اس کو غذائی راشن میں تخفیف کرنے پر ملامت کا نشانہ بنا رہا تھا:

''بالشویکوں نے تم سے بہت سی چیزوں کے وعدے کئے لیکن کیا انہوں نے یہ چیزیں تم کو دیں؟ انہوں نے تم سے روٹی کا وعدہ کیا لیکن وہ کہاں ہے؟ وہ روٹی کہاں ہے جو...؟'' مقرر کے باقی الفاظ سیٹیوں اور شور میں ڈوب گئے۔

آدمی صرف روٹی کے سہارے زندہ نہیں رہتا۔ اور سوویت نہ صرف لوگوں کی پیٹ کی آگ بجھا کر بلکہ ان کی روح کی پیاس بجھا کر زندہ رہتی ہے۔

سبھی لوگ رفاقت چاہتے ہیں۔ جان بال* نے ۱۴ ویں صدی میں انگریز کسانوں سے کہا تھا ''کیونکہ رفاقت جنت ہے اور اس سے محرومی جہنم''۔ سوویت ایک بڑے خاندان کی طرح تھی جسمیں نیچے سے نیچے آدمی کو اپنی انسانی قدر و قیمت کا شعور دلایا جاتا تھا۔

سبھی لوگ اقتدار کے خواہاں ہوتے ہیں۔ سوویت میں مزدور خود کو اپنی قسمت اور وسیع علاقے کا مالک سمجھنے لگے۔ مزدور بھی تو آخر دوسرے انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ اقتدار کا مزا چکھ کر وہ نہیں چاہتا کہ وہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔

---

* جان بال — انگریز عوامی مبلغ جو ۱۳۸۱ء میں کسانوں کی بغاوت کا لیڈر تھا۔

سبھی لوگ نئے نئے کارناموں کا شوق رکھتے ھیں۔ سوویت میں لوگوں نے ایک بہت بڑا کارنامہ شروع کیا تھا یعنی نئی سوسائٹی کی تلاش جس کی بنیاد انصاف پر ھو، دنیا کو ازسرنو تعمیر کرنے کا کارنامہ۔

سبھی لوگوں میں روحانی جذبہ ھوتا ھے۔ بس اس کو بیدار کرنے اور ابھارنے کی ضرورت ھوتی ھے۔ انقلاب نے ٹھس اور اپنی قسمت پر قانع کسان کو بھی جھنجھوڑ دیا۔ اسمیں پڑھنے لکھنے کا جوش پیدا کیا۔ ایک دن بچوں کے اسکول میں ایک بوڑھا کسان بھی پہنچ گیا۔

''بچو، یہ ھاتھ لکھ نہیں سکتے،، اس نے اپنے ھاتھوں کو اٹھاکر کہا جو محنت‌زدہ اور گھٹوں سے بھرے تھے۔ ''یہ لکھ نہیں سکتے کیونکہ زار یہ چاھتا تھا کہ یہ ھاتھ صرف هل چلا سکیں،،۔ اس کے گالوں پر آنسو بہہ رھے تھے جب اس نے کہا ''لیکن تم، نئے روس کے بچو، تم لکھنا سیکھ سکتے ھو۔ ارے، کاشکہ میں نئے روس میں پھر بچے کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کر سکتا!،،

مزدور مدبروں کی حیثیت سے

مزدور ریاست کے جہاز کے ناخدا تو بن بیٹھے تھے۔ اب انھیں اس کو ایک پیچیدہ راستے سے اور ایسے سمندروں سے لیکر گذرنا تھا جو انجانے تھے جبکہ اتحادی متواتر یہ کوشش کر رھے تھے کہ اس جہاز کو چٹانوں سے ٹکراکر غرق کر دیں۔

اتحادیوں نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو سوویت حکومت نے چین کی طرف دوستی کے لئے ھاتھ بڑھایا۔ چینیوں کے ساتھ زار نے ایسا ظالمانہ برتاؤ کیا تھا کہ کسی روسی حکومت کا ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا ناقابل فہم تھا۔ انھوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی نئی چال ھے۔ لیکن سوویت حکومت نے اپنے نیک الفاظ کو نیک افعال سے مستحکم کیا۔ چینیوں کو بھی دوسرے

غیرمالکیوں کے برابر حقوق دئے گئے - چینیوں کو بھی دریاؤں پر چلنے کی اجازت دی گئی - چینیوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ روسی حکومت ان کو ایسی کم‌تر نسل نہیں سمجھتی جسکا استحصال کرنا اور خون چوسنا چاہئے بلکہ انسان سمجھتی ہے - انھوں نے اپنے نمائندے سرخ فوج کے پاس بھیجے - انھوں نے کہا :

" ہم جانتے ہیں کہ سیمیونوف کے غارتگروں اور سہم‌بازوں کو اپنے علاقے میں فوجی بھرتی کی اجازت دینے کا ہم کوئی حق نہیں رکھتے - ہم جانتے ہیں کہ اتحادیوں کو ہمیں اسپر مجبور کرنیکا کوئی حق نہیں ہے کہ ہم تمھاری اشیائے تجارت پر امتناعی پابندی لگائیں - ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا غذائی سامان روسی مزدوروں اور کسانوں تک پہنچے - "

جون میں روسی چینی سرحد پر گرودیکوو میں ایک مشترکہ کانفرنس ہوئی - چینیوں کا خیرمقدم ان کی اپنی زبان میں ایک ۲۱ سالہ تیز فہم روسی جوان تونکونوگی نے کیا جو نوخیز ، انقلابی روس کی اسپرٹ کی مجسم مثال تھا - ان دو نسلوں کے مندوبین جو کرۂ ارض کی ایک تہائی آبادی کی نمائندگی کرتے ہیں ایک ساتھ بیٹھ کر ان مسائل کو طے کرنے لگے جنکا باہمی امن و چین اور تعاون سے تعلق تھا -

یہ وارسائی کانفرنس کی طرح نہ تھی جہاں کسی بند زریں ہال میں بوڑ ھے ، چالاک ، بدگمان لوگ الفاظ اور جملوں کا ہیر پھیر کر رہے ہوں - یہ تھے نوجوان ، فراخ دل اور فراخ ذہن لوگ جو کھلے آسمان تلے جذبۂ اخوت کے ساتھ مل رہے تھے - پھر بھی کوئی جذباتی سیلاب نہ تھا جسمیں حقائق غرق ہو جائیں - وہ مسائل کا سامنا ڈٹ کر کر رہے تھے جن میں چینی تارکین وطن کے سیلاب میں روس کے ڈوبنے کا خطرہ اور قلیوں کی زندگی کا نیچا معیار وغیرہ تھے - لیکن یہ سب کچھ صاف صاف ، فراخدلی اور برادرانہ طریقے سے کیا جا رہا تھا جیسا کہ روسی وفد کے صدر کراسنوشچیکوف نے کہا :

" چینی اور روسی عوام دونوں ہی قدرت کی سچی اولاد ہیں

جنھیں مغربی تہذیب کی برائیوں نے خراب نہیں کیا ہے اور جو مدبرانہ دغابازی اور سازشوں میں مہارت نہیں رکھتے۔ ،،

پھر بھی، اسی دن جب ان دو بڑی نوخیز نسلوں کے مندوبین باھمی مفاھمت کے لئے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے، غیرملکی مدبر، ان کی پیٹھ پیچھے، ھاربین اور ولادی‌واستوک میں یہ سازش کر رہے تھے کہ ان دو قوموں کو آپسمیں ٹکرا دیں۔ وہ سائبیریا پر حملے کے لئے چینی فوجوں کو استعمال کرنے اور سوویتوں کو چکنا چور کرنے کی سازش کر رہے تھے۔

چوتھا حصہ

انقلاب کی فتح

سوویتیں سرمایہ دار دنیا کی مدمقابل

سترھواں باب

اتحادیوں کے ہاتھوں سوویتوں کی بربادی

'' آخر اتحادیوں کو سوویتوں سے یہ دشمنی کیوں ہے ؟ روس کو ایک وسیع تجربہ‌گاہ کیوں نہ سمجھا جائے ؟ '' کسی نے ایک امریکی بینکر سے پوچھا۔ '' ان خیالی دنیا میں رہنےوالوں کو اپنی سوشلسٹ اسکیمیں آزمانے کا موقع کیوں نہ دیا جائے ؟ جب ان کے خواب ہولناک بن جائیں ، جب ان کے تصورات ناکام ہو جائیں تو آپ ہمیشہ اس کو سوشلزم کی زبردست ناکامیابی کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں۔ ''

جواب ملا '' بہت اچھا ، لیکن مان لیجئے کہ ناکامیابی نہ ہو ؟ تو پھر ہم کہاں کے رہے ؟ ''

ناکامیابی کے لئے اتحادی دعائیں مانگتے رہے اور بڑے اشتیاق سے وہ سوویتوں کے خاتمے کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن ایسا نہیں

ھوا۔ اور بس، اسی بات نے ھی اتحادیوں کو غصے سے آگ بگولہ کر دیا۔ سوویتیں تو کامیابی کی نشانیاں دکھا رھی تھیں۔ وہ بدنظمی نہیں بلکہ نظم، انتشار نہیں بلکہ تنظیم پیدا کر رھی تھیں۔ وہ معاشی اور فوجی میدانوں میں اپنے قدم جمارھی تھیں۔ تہذیبی اور سفارتی شعبوں میں بھی وہ آگے بڑھ رھی تھیں۔ ھر جگہ وہ اپنی حاصلات کو مستحکم کر رھی تھیں۔

سوویتیں براہ راست سامراجیوں کے راستے میں ڈٹ گئی تھیں۔ اگر ان کی طاقت بڑھتی رھی تو سامراجیوں کے منصوبے بالکل خاک میں مل جائیں گے۔ ان کو روس کے زبردست وسائل کے آزادانہ استحصال کی امیدوں سے ھاتھ دھونا پڑیگا*۔

چنانچہ سوویت حکومت کو کچلنے کا فرمان جاری ھو گیا۔ قبل اس کے کہ وہ بہت مضبوط اور جاندار ھو جائے اس کو ختم کر دینا چاھئے۔

انقلاب دشمن چیک لوگوں کو استعمال کرتے ھیں

چیکوسلوواکیہ کے سپاھیوں کو یہ مہلک ضرب لگانے کے لئے آلۂ کار بنایا گیا۔ ان کو فرانسیسی افسر اس کام کے لئے تربیت دے رھے تھے اور ان لوگوں کو خبر نہ تھی۔ آزمودہ کار چیک سپاھیوں کی رجمنٹیں جنگی مورچہ بندی کے لحاظ سے ٹرانس سائبیریائی لائن پر پھیلا دی گئی تھیں۔ ولادی‌واستوک میں ان کے پندرہ ھزار مسلح اور اچھی

---

* "ھم اب روس میں اس کی لامحدود خام اشیا کے لئے زبردست جدوجہد کی ابتدا دیکھ رھے ھیں" ("رسیا"، اینگوروسی مالیات کا رسالہ، مئی ۱۹۱۸ ء)۔

"شہر میں واقعات زیادہ سے زیادہ روس پر بین اقوامی ولایت کی شکل میں ڈھل رھے ھیں جو مصر میں برطانوی منصوبے کے نمونے کی ھوگی۔ ایسی صورت میں روسی ھنڈیاں بین‌اقوامی مارکیٹ میں بہت ھی بیش‌قیمت ھو جائیں گی" ("لندن فنانشیل‌نیوز"، نومبر ۱۹۱۸ ء۔) مصنف کا نوٹ

طرح کھلائے پلائے سپاہی تھے جو سوویتوں کی مہربانی کیوجہ سے یہاں آ گئے تھے -

فرانسیسی ان سے کہتے تھے کہ مغربی محاذ جنگ پر لے جانے کے لئے ان کے ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جا رہا ہے - ہر ہفتے یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ جہاز راستے میں ہیں - لیکن کوئی جہاز نہ آیا - فرانسیسی چیک سپاہیوں کو جہازوں کے ذریعہ باہر بھیجنے کا ارادہ کبھی نہیں رکھتے تھے - وہ ان کو یہاں سائبیریا میں سوویتوں کو کچلنے کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے -

چیک سپاہی اس بےکاری کیوجہ سے بےچین ہو رہے تھے - آسٹریائی جرمن لوگوں سے نفرت ان کی قدیم وراثت تھی - فرانسیسیوں نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ سرخ فوج میں ہزارہا آسٹریائی جرمن ہیں - ان کے حب الوطنی کے جذبے کے ساتھ شاطرانہ طور پر کھیلتے ہوئے فرانسیسیوں نے ان کے سامنے یہ تصویر کھینچی کہ جیسے سوویتیں آسٹریائی جرمنوں کی دوست اور چیک لوگوں کی دشمن ہیں - اس طرح انھوں نے تصادم کرانے کی سازش کی اور سوویتوں پر حملے کے لئے ان کو تیار کر لیا اور حملے کے طریقے مقامی حالات کے مطابق تھے -

ولادی‌واستوک میں اچانک حملے کو ضروری سمجھا گیا - منصوبہ یہ تھا کہ سوویت کو غافل کر دیا جائے اور پھر اچانک اس کا تختہ الٹ دیا جائے - اس کے لئے سوویت کو دوستی کے اظہار سے دھوکا دینا تھا - یہ کام برطانوی لوگوں کے سپرد کیا گیا - انھوں نے اپنا مخاصمانہ رویہ چھوڑ کر بالشویکوں کی طرف دوستی کا رویہ اختیار کیا -

فیاضانہ اور دلآویز انداز میں برطانوی قونصل نے یہ اعتراف کیا کہ پہلے ان کو سوویتوں سے مخاصمت تھی اور انھوں نے سیمیونوف کی حمایت کی تھی - اب چونکہ سوویتوں نے اپنے وجود کے حق کو ثابت کر دکھایا تھا برطانوی لوگ ان کی مدد کریں گے - اس کی ابتدا کے لئے وہ مشینری کی درآمد میں تعاون کرینگے - اس کے بعد جمعہ ۲۸ جون ۱۹۱۸ء کو سہ‌پہر کے وقت دو بااخلاق برطانوی افسر سوخانوف کو خراج عقیدت پیش کرنے آئے اور یہ خبر لائے کہ برطانوی جہاز ''سافوک'' پر جو اطلاعات وائرلیس سے موصول ہوتی ہیں وہ روزانہ سوویت کو اخباروں میں اشاعت کے لئے دی جائیں گی -

اس سے سب ایڈیٹر ، خصوصاً جیروم لیفشیتز ، بہت خوش ہوئے۔ یہ لوگ روسی جزیرے آئے اور مجھسے اصرار کیا کہ میں ان کے ساتھ ملکر اتحادیوں کے ”ہتیار ڈالنے“ کی تقریب سناؤں۔ ان کی اس مسرت کی وجہ معقول تھی۔ یہ واقعی بہت ہی دشوارگذار راستہ رہا تھا، دھندلکے اور اندھیری رات میں۔ لیکن اب بادل صاف ہو چکے تھے اور نیلا آسمان چمک رہا تھا۔

دوسری صبح کو ساڑھے آٹھ بجے اچانک ایک بجلی سی گری جس نے سوویت دفتر میں بیٹھے ہوئے سوخانوف پر ضرب کاری لگائی۔ یہ تھا چیک سپاہیوں کی طرف سے الٹی میٹم جسمیں سوویت سے غیرمشروط ہار ماننے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ تمام دفتروں کو خالی کرنا تھا۔ تمام سپاہیوں کو ہائی اسکول کے میدان میں جا کر اپنے ہتیار ڈالنے تھے اور اس کے لئے صرف تیس منٹ کا وقت دیا گیا تھا۔

سوخانوف بھاگ کر چیک سپاہیوں کے ہیڈکوارٹر پہنچے اور سوویت کو طلب کرنے کی اجازت کے لئے التجا کی۔

”ضرور ، اگر تم اسکو آدھ گھنٹے میں کر سکتے ہو“، سردمہری سے چیک کمانڈر نے جواب دیا۔

جب سوخانوف جانے کے لئے مڑے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

یہ سب پس‌پردہ ہو رہا تھا۔ شہر اس سے بےخبر تھا۔ ایک یا دو کمیساروں کو اس المیہ کا گمان تھا جو ہونےوالا تھا۔ سویتلانسکایا سڑک پر سرخ بحری بیڑے کی عمارت کے قریب میری ملاقات پرومینسکی سے ہوگئی جو اپنے جوتوں پر پالش کروا رہا تھا۔

”صبح سویرے سب کچھ چمکانے لگے“، میں نے کہا۔

”ہاں“، اس‌نے سگریٹ جلاتے ہوئے سرسری طور پر جواب دیا۔ ”ممکن ہے کہ میں چند منٹ میں کسی بجلی کے کھمبے سے لٹکا جھول رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ امکانی طور پر میری لاش ذرا شاندار رہے۔“ میں اس کو حیرت سے دیکھنے لگا کہ یہ کیا چیستان ہے۔

”ہمارے دن پورے ہو چکے ہیں“، اس نے وضاحت کی، وہ اب بھی بےپروا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ ”چیک شہر پر قبضہ کر رہے ہیں۔“

ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ سڑک کے سرے پر سپاھیوں کا مجمع دکھائی دیا۔ ہر محلے میں سپاھی رواں دواں تھے، وہ خلیج کے پار سے کشتیوں میں آرہے تھے اور جنگی جہازوں سے موٹر کشتیوں کے ذریعہ۔ اوپر پہاڑی سے اور نیچے ساحلی گودیوں سے، ایک گھرے گھرے کی طرح مداخلت کرنےوالوں کی فوج شہر پر پھیلتی جا رہی تھی۔ کھلے میدانوں میں سپاھی بھرے پڑے تھے، وہ خوب مسلح تھے اور دستی بموں سے لدے پھندے تھے جو بڑے بڑے اور خوفناک تھے۔ اتنا آتشگیر مادہ تو پورے شہر کو اڑا دینے کے لئے کافی تھا۔

قبضے کا عمل تیزی سے ھوا، بالکل گھڑی کی سوئیوں کی طرح وقت سے اور منصوبے کے مطابق۔

جاپانیوں نے گولہ بارود کے ذخیرے پر قبضہ کر لیا اور برطانوی سپاھیوں نے ریلوے اسٹیشن پر۔ امریکیوں نے اپنے قونصل خانے کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ چینیوں اور دوسرے لوگوں نے کچھ کم اھم جگہیں ھتھیا لیں۔ چیک سپاھی مجتمع ھو کر سوویت عمارت کی طرف بڑھے۔ انھوں نے اس کو ھر طرف سے محصور کر لیا اور ایک زوردار ''ھرا'' (نعرۂ سرخوشی) کے ساتھ وہ آگے بڑھے اور دروازوں کو توڑتے پھوڑتے اندر در آتے چلے گئے۔ سوشلسٹ رپبلک کا سرخ جھنڈا نیچے کھینچ لیا گیا اور مطلق العنان حکومت کا سرخ، سفید اور نیلا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ ولادی واستوک سامراجیوں کے ھاتھ آگیا۔

''سوویت ختم ھو گئی''، زور کی آواز سڑک پر گونجی اور شہر بھر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ اولمپیا کیفے کے مستقل گاھک دوڑ کر سڑک پر آ گئے اور زور زور سے چیخنے، اپنی ٹوپیاں اچھالنے اور چیک سپاھیوں کا تالیوں سے خیرمقدم کرنے لگے۔ ان کے لئے تو سوویت اور اسکا سارا کارنامہ بڑی کمبختی تھی۔ اب وہ ختم ھو گئی۔ یہ تو اسکا ذراسا نشان بھی نہ رہنے دینگے۔

ان کے سامنے پھولوں کی کیاریوں میں جنکے کنارے پتھر لگے تھے ''محنت کشوں کے نمائندوں کی سوویت'' کے لفظ ڈیزائن کئے گئے تھے۔ لوھے کی باڑ کے اوپر سے کود کر وہ وھاں پہنچے۔ انھوں نے پتھروں کو لاتیں مار کر ھٹا دیا اور پھولوں کو روندنے لگے۔ وہ مٹی

میں گہرائی تک ھاتھ ڈال رہے تھے تاکہ اس قابل نفرت نشانی کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیں۔

اب ان کے خون میں جوش آگیا تھا اور ان کی اشتہا تیز ہوگئی تھی۔ وہ اپنی غصے کی آگ بجھانے کے لئے کوئی زندہ جان چیز چاہتے تھے۔

بورژوازی جبروتشدد کا مطالبہ کرتی ہے

مجھے مجمع میں دیکھکر انھوں نے بڑا شوروغوغا کیا: ''تارک وطن! امریکی سور!،، وہ شور کر رہے تھے۔ ''مار دو اس کو، اسکا گلا گھونٹ دو! اسکو پھانسی دے دو!،، میری طرف نفع‌خوروں کا مجمع مکے تانے اور گالیاں دیتا ہوا بڑھا۔

لیکن میرے گرد جن لوگوں کا حلقہ تھا اس نے میرے اوپر دست درازی کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیوں ایسا ہوا، مجھے حیرت تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ سوویت کے حامی تھے اور مجھکو خطرے میں دیکھکر یہ چپکے سے میرے اور ان لوگوں کے درمیان آگئے تھے جو مجھکو اذیت پہنچاکر مارنے پر تلے ہوئے تھے اور انھوں نے ایک حفاظتی حلقہ سابنا لیا تھا۔

ایک دھیمی آواز نے سرگوشی میں کہا ''سرخ بحری بیڑے کی عمارت کو جاؤ، بھاگ کر نہیں صرف چل کر جاؤ،،۔ پیچھے سے مجمع دھکیل رہا تھا اور دھکم دھکا کر رہا تھا۔ میں نے سرخ بحری بیڑے کی عمارت کے لئے اپنا راستہ بنایا۔ جب میں اس کے پھاٹک پر پہنچا تو میں نے لفظ ''بھاگو!،، سنا۔ میں تیزی سے بھاگ کر دروازے میں گھس گیا اور عمارت کی پرپیچ گذرگاھوں میں پہنچ گیا۔ میرا تعاقب کرنے والے ان چیک سپاھیوں سے جھگڑا کر رہے تھے جو دروازے پر نگراں تھے۔

اس عمارت کے سامنےوالے حصے کی تیسری منزل پر میں نے ایک کھڑکی دیکھی جو شہر کی طرف تھی۔ میرے سامنے نیچے سویتلانسکایا سڑک پھیلی ہوئی تھی جو جہنم کی طرح ابل رہی تھی۔ یہ سڑک جو بیس منٹ پہلے صبح کی چمکتی دھوپ میں بہت پرسکون تھی اب

طرح طرح کے لوگوں، رنگوں اور آوازوں سے بھری ہوئی تھی۔ نیلی جیکٹوں والے جاپانی جنگی پٹیاں سفید تھیں، انگریز ملاح یونین جیک لئے ہوئے تھے، خاکی لباس میں چیک سپاہی سفید اور سبز پرچم سنبھالے تھے۔ وہ ادھر ادھر مارچ کر رہے تھے اور سیلاب کی طرح امنڈتے ہوئے اس مجمع کو دھاروں کی طرح کاٹ رہے تھے جو ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔

بورژوا محلوں میں یہ خوش‌خبری کہ ”سوویت ختم ہوگئی“ لاجواب تیزی سے پھیلی۔ اپنی خلوت‌گاہوں، کیفوں اور ایوانوں سے ریشمی لباسوں میں مسکراتے ہوئے بورژوا لوگ اس تقریب کو منانے کے لئے عجلت کے ساتھ نکل پڑے۔ سویتلانسکایا شاندار شاہراہ بن گئی۔ اس پر شوخ اور چمکدار کلغیاں، زنانے لباس اور چھتریاں نظر آنے لگیں۔

بعض خواتین کا سنگار کافی شاندار تھا! ان خوش‌قسمت خواتین کو پہلے سے اطلاع مل چکی تھی اور ان کو سنگار کرنے کا کافی وقت مل گیا تھا۔ افسر بھی اپنی پوری وردیوں میں شان دکھا رہے تھے — سنہری پٹیاں اور جھبے، کھن کھناتی ہوئی مہمیزیں اور ہر قدم پر سلامی داغنا۔ وہ خواتین کے ساتھ لگے ہوئے تھے یا پھر جتھوں میں گھوم رہے تھے۔ یہ سیکڑوں تھے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ولادی‌واستوک میں اتنے افسر کہاں سے آگئے!

اور اتنے بورژوا لوگ! اتنے کھاتے پیتے، گول مٹول اور اتنے وزنی کہ وہ اپنے طبقے کے کارٹون ہونے کے دعویدار ہو سکتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو زوروں سے مبارکباد دے رہے تھے، ان کے چہرے چمک رہے تھے اور وہ ایک دسرے سے مصافحہ کر رہے تھے، گلے مل رہے تھے اور چوم چوم کر خوشی سے کہہ رہے تھے ”سوویت ختم ہوگئی“، جیسے یہ کوئی ایسٹر کا تہوار ہو۔ دو بہت موٹے افسر جو خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے ایک دوسرے کے سینے سے چمٹنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ان کی توندیں راہ میں حائل ہو رہی تھیں۔ ایک دوسرے کو زوروں سے بھینچ کر گلے لگنے کی کوشش میں انکی توندیں پھٹنے کے قریب تھیں۔

پرولتاریہ کے شہر میں ناقابل یقین تیزی کے ساتھ مکمل تبدیلی ہو جاتی ہے - اب یہ شہر خوب کھاتے پیتے اور مزے میں زندگی بسر کرنےوالوں کا ہو جاتا ہے - ان کے چہرے خوشی سے چمکتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں اور خدا اور اتحادیوں کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور چیک سپاہیوں کا تالیوں سے خیرمقدم کرتے ہیں -

بیچارے چیک سپاہی ! یہ تالیاں ان کے لئے پریشانی اور ذلت کا باعث ہوتی ہیں - روسی مزدور کے سامنے ان کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں - ان میں سے بعض تو مزدور حکومت کا گلا گھونٹنے سے ایک سرے سے انکار کر دیتے ہیں - ان میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا کہ وہ ان لوگوں کو بورژوازی کے تماشے کے لئے سولی پر چڑھا دے جو خود ان کی طرح محنت کش ہیں - اور بورژوازی کو محض بینڈباجوں اور پرچموں کے ساتھ تماشہ ہی نہیں درکار ہے - وہ تو روسن تہوار چاہتے ہیں جسمیں خون خرابہ اور اس کے شکار لوگ ہوتے تھے - وہ ان مزدوروں سے انتقام اور بدلہ لینا چاہتے ہیں جو اپنی حیثیت بھول بیٹھے تھے -

”اب، ہم ان کو صحیح جگہ پر پہنچا دیں گے“ بورژوازی کہتی ہے - ”ہم ان کو روشنی کے کھمبوں سے لٹکا دیں گے، یہ پنچھی لال رنگ کے بہت شوقین ہیں، ہے نا؟ بہت اچھا، ہم ان کا پسندیدہ رنگ انھیں دل بھر کر دیں گے - ہم اس کو انکی رگوں سے کھینچ لیں گے !“

وہ چیک سپاہیوں سے تشدد کرنے پر اصرار کرتے ہیں - وہ خود بھی اسمیں حصہ لینا چاہتے ہیں - وہ نمایاں مزدوروں کی نشان‌دہی کرتے ہیں اور ان کو مجرم گردانتے ہیں - وہ جانتے ہیں کہ کمیسار کہاں ہو سکتے ہیں اور دفتروں اور ورکشاپوں میں سپاہیوں کو لے جاتے ہیں -

چوہے جیسے چہروں‌والے لوگوں کا عملہ بھی کافی مصروف ہو جاتا ہے - اسمیں پرانی حکومت کے جاسوس، لوگوں کو بھڑکانے گمراہ کرنےوالے اور لوٹ‌مار کرنےوالے ہیں - وہ اپنے سوراخوں سے نکل کر اپنی اصل شکل دکھا رہے ہیں - وہ بالشویکوں پر شدائد کرکے

بورژوازی کے لئے پسندیدہ بننا چاہتے ہیں - چھچھوندروں کی طرح وہ ہر جگہ گھس جاتے ہیں حتی کہ اس عمارت میں بھی جہاں میں ہوں -

اچانک اوپر زینوں سے چیخوں، گالیوں اور پیر پٹکنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں - چار آدمیوں نے آخری منزل پر پارٹی کے دفتر میں گھس کر زویا کو پکڑ لیا - وہ یکہ تنہا ان کا مقابلہ کرتی اور ایک ایک انچ کے لئے لڑتی رہی - اس کے ہاتھ مروڑ کر، گھونسے اور لاتیں مار کر سڑک تک لایا گیا اور جیل لے جایا گیا - ایسے مناظر سارے شہر میں ہر جگہ پیش آرہے ہیں - کمیسار اور کام کرنے والے اپنے دفتروں، دوکانوں اور بینکوں میں کام کر رہے ہیں کہ دروازہ کھلتا ہے اور ان کے اوپر لوگ جھپٹ پڑتے ہیں اور ان کو گھسیٹ کر سڑک پر لے جاتے ہیں -

بڑی سڑک کے بیچ میں ایک گلی سی بنالی گئی ہے جسکے ذریعہ قیدیوں کو لے جایا جاتا ہے - ان کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں ہوتی ہیں، یا گرفتار کرنے والے ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان کو ریوالور کے دستوں یا سنگین کی نوکوں سے دھکیل کر لے جایا جاتا ہے - ان کے کانوں میں آوازے، پھبتیاں اور طعنے گونجتے ہیں - ان کے چہروں پر مکے تانے جاتے ہیں اور بعضوں پر تو وہ مجمع تھوکتا ہے اور پیٹ بھی دیتا ہے جو گذرگاہ پر امنڈ آیا ہے اور ان قیدیوں کے گذرنے میں رکاوٹ ہے -

بینکوں کے کمیسار پر غصے کا زبردست طوفان خاص طور سے پھوٹ پڑتا ہے - اس نے تو براہ‌راست بورژوازی کی خاص رگ یعنی جیب پر اثر ڈالا تھا - وہ چیخ چلا رہے ہیں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں - سفید لباس میں ایک صاحب غصے سے لال چیک پھرے داروں کا حلقہ توڑ کر گھس آتے ہیں اور اپنا ریوالور تان کر کمیسار کا بازو تھام لیتے ہیں اور اس کے ساتھ وحشیانہ چیختے ہوئے چلتے ہیں -

یکے بعد دیگرے کمیساروں کو غضب‌آلود، حقارت اور نفرت سے بھرے چہروں‌والی اس گذرگاہ میں دھکیلا جاتا ہے - خود کمیساروں کے چہرے نسبتاً سنجیدہ اور پرسکون ہیں - بعض زرد ضرور ہیں لیکن زیادہ‌تر بے‌خوف اور تقریباً پرمسرت ہیں - وہ چوکنا ہیں اور ہر چیز

کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کو زندگی کا کافی تجربہ ہے۔ انھوں نے اس کے نشیب و فراز دیکھے ہیں، جیل کی کوٹھریوں سے لیکر اعلی ریاستی معاملات تک۔ نہ جانے کتنے مصائب انھوں نے نے برداشت کئے ہیں۔ موڑ کے دوسری طرف نہ جانے ان کے لئے کیا نیا عجوبہ ہے؟ غالباً سب سے زیادہ سنسنی خیز، آخری۔ اگر ایسا ہے توھونے دو۔ موت سے ان کو ڈر نہیں لگتا۔ یہ بات تو مدت ہوئے طے ہو گئی تھی جب انھوں نے اپنے کو انقلاب کے لئے وقف کیا تھا۔ تب انھوں نے اپنا سب کچھ جسمیں جان بھی شامل تھی انقلاب کی امانت میں دے دیا تھا۔

وہ تو انقلاب کے سپاہی تھے۔ جب اس نے پکارا وہ آگئے۔ جہاں اس نے ان کو بھیجا وہ گئے۔ جو کچھ بھی اس نے ان پر عائد کیا اس کو انھوں نے فرماں برداری کے ساتھ، بلا حیل و حجت کیا۔ زار کے زمانے میں انقلاب نے ان سے ایجی ٹیشن کرنے والے کی حیثیت سے کام کرنے کا مطالبہ کیا۔ سوویت کے تحت اس نے ان کو کمیساروں کا منصب سپرد کیا۔ انقلاب کی پکار پر انھوں نے اپنا چین، آرام اور صحت کا خیال تج دیا اور اسمیں خوشی محسوس کی۔ اب ان سے اپنی جانیں سپرد کرنے کا تقاضہ تھا۔ اس زبردست قربانی سے ان کو زبردست خوشی کیوں نہ محسوس ہو؟

یہ تمام باتیں میلنیکوف کے چہرے پر تو ضرور پڑھی جا سکتی تھیں۔ دشمنوں کے اس طوفان کے درمیان جو پھن پھنا اور غرا رہے تھے، چیخ پکار کر رہے تھے وہ سورج کی کرن کی طرح مسکراتا ہوا آیا۔ سویتلانسکایا کے معنی ہیں " روشن راستہ "۔ میرے لئے یہ راستہ ہمیشہ اس مزدور کے چہرے سے روشن رہے گا۔ اس شخص میں کوئی چیز ملکوتی اور ارفع تھی۔ پہاڑی پر چڑھتے وقت اس کو فقرے بازی اور گالیوں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور اس پر تھوکا جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ عجیب طور پر ایک اور مزدور کی طرح تھا جو مدتوں ہوئے دشمنوں کے ایک مجمع سے گذرا تھا، ایک اور پہاڑی پر جا رہا تھا۔

یہ " غم و اندوہ کی راہ " نہ تھی۔ یہ " شاھراہ فتح " تھی جس پر میلنیکوف فاتح کی طرح چلا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراھٹوں کی زیبائش تھی۔ اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں اور چمک اٹھی تھیں۔

اس کے خطوخال پہلے سے کہیں زیادہ روشن ہو گئے تھے۔ ایک بھاری آواز بلند ہوئی "بدمعاش! اس کو پھانسی دے دو!" میلنیکوف صرف مسکرا دیا۔ ایک زوروں کا مکہ اس کے گال پر پڑا۔ وہ پھر مسکرا دیا۔ یہ مسکراہٹ مجمع کے ذلیل جذبات سے کہیں بلند اور اس کی ضربوں اور فقرےبازیوں کی پہنچ سے بہت دور تھی۔ اس مسکراہٹ میں نفرت کرنےوالوں پر ترس کا جذبہ پنہاں تھا۔ کیا میلینکوف کو یہ پتہ تھا کہ اس کی اس مسکراہٹ میں کیا طاقت تھی، کہ اس نے دیکھنےوالوں کے دلوں پر کیسی خاموش فتوحات حاصل کی تھیں؟ یہ ایک مقناطیس کی طرح تھی جو مذبذب اور متزلزل لوگوں کو انقلاب کے کیمپ کی طرف کھینچ رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ ایک ایسی تلوار تھی جس نے انقلاب دشمنوں کے کیمپ میں تہلکہ مچا دیا۔

بورژوازی کو میلنیکوف کی مسکراہٹ اور سوخانوف کی ہنسی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ وہ ان سے جھنجھلا رہے تھے اور وہ ان پر شیطان کی طرح طاری ہوتی جاتی تھیں۔ بورژوازی تو ان نوجوانوں کو سڑک ہی پر ختم کر دیتی لیکن ابھی ان میں یہ کرنے کی جرأت نہ تھی۔ کمیساروں کو قتل نہیں کیا گیا لیکن ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

سوویت ڈوب گئی

اتحادی فی‌الحال مزدوروں کے قتل عام کے خلاف تھے۔ وہ مداخلت کو جمہوریت کے لئے ایسے جہاد کے بھیس میں پیش کرنا چاہتے تھے جسکا سارے عوام خیر مقدم کر رہے تھے۔ اس نے ابھی تک اپنے کو ننگی زارشاہی رجعت‌پرستی کی حیثیت سے بےنقاب نہیں کیا تھا۔ اتحادیوں کے منصوبے میں ولادی‌واستوک سائبیریا پر چھلانگ مارنے کی جگہ تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ جگہ خون سے پھسلواں ہو جائے۔ ساحلی علاقے میں، سائبیریا کے دورافتادہ علاقوں میں کسانوں اور مزدوروں کے خون کا سیلاب بہایا جا سکتا تھا۔ لیکن اس بندرگاہ والے شہر میں نہیں جو دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ کچھ سرخ گارڈوں اور مزدوروں کو ان کی جگہوں پر گولی ضرور ماری گئی لیکن

کوئی قتل عام نہیں کیا گیا - اچانک حملے اور کثیر تعداد فوج نے سوویت کو دبا دیا -

صرف ایک جگہ سوویت طاقتوں کے لئے مجتمع ہونے کا موقع تھا - یہ تھا گودی کے قریب جہاں مزدوروں ، ماھی گیروں اور حمالوں وغیرہ کا اڈہ تھا - یہ لوگ کسانوں میں سے تھے ، بھاری بھر کم اور قوت‌ور جو اپنا بھاری کام بخوبی کر سکتے تھے - وہ ریاست اور سیاست کے پیچیدہ مسائل سے قطعی نابلد تھے - لیکن وہ پہلے غلام تھے اور اب آزاد ہو گئے تھے ! جانوروں کی حالت سے ان کو نکالکر آدمی کی حیثیت دی گئی تھی اور وہ جانتے تھے کہ سوویت نے ھی یہ کیا ھے -

اب انہوں نے سوویت کو خطرے میں پایا - قریب ھی سرخ عملے کی عمارت میں دوڑ کر گھستے ہوئے انہوں نے اندر سے دروازے بند کر لئے اور کھڑکیوں پر مورچے بنا لئے - وہ رائفلیں لیکر اپنی جگہوں پر جم گئے اور حملے کا انتظار کرنے لگے - وہ ھر قیمت پر سوویت کے لئے یہاں ڈٹے رھنے کا عزم رکھتے تھے -

حالات ان کے ۹۹ فیصدی خلاف ھیں - دو سو سامان ڈھونےوالے بیس ھزار چنیدہ سپاھیوں کے مقابلے میں ڈٹے تھے - مشین گنوں کے خلاف ریوالور تھے اور توپوں کے خلاف رائفلیں - لیکن ان حمالوں کے دستے کی طرف انقلاب کا شعلہ فروزاں تھا - اس نے ان قلیوں کے اندر ولولہ اور عزم کی آگ روشن کر دی جو باھر سے اتنے ٹھس اور سست معلوم ہوتے تھے - وہ اب نڈر ، تیز اور باھمت ھوگئے - پورے سہ پہر ان کے گرد فولاد اور آگ کا حلقہ زیادہ گھنا اور تنگ ھوتا گیا - وہ بےخوفی سے اسکو دیکھ رھے تھے اور سپر ڈالنے سے انکار کر رھے تھے - رات شروع ھو رھی تھی لیکن ان کی بندوقیں کھڑکیوں سے گولیاں برسا رھی تھیں -

اندھیرے میں ایک چیک سپاھی رینگتا ھوا قریب آتا ھے اور ایک آتشگیر بم عمارت کی کھڑکی پر پھینک کر آگ لگا دیتا ھے - حمالوں کا یہ گڑھ اب ان کی چتا بن جانے کے خطرے میں ھے - شعلوں اور دھوئیں میں اپٹے ہوئے وہ ٹٹولتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے سڑک تک آتے ھیں اور ھار ماننے کے لئے ھاتھ اوپر اٹھا دیتے ھیں - کچھ کو

وهیں قتل کر دیا گیا ، کچھ کو اتنا پیٹا گیا کہ وہ بےہوش گئے اور باقی کو جیل بھیجدیا گیا۔

مزاحمت کچل دی گئی۔ سوویت ختم ہوگئی۔ اتحادی اچانک حملے کی کامیابی پر اپنے کو مبارکباد دے رہے ہیں۔ بورژوازی خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ امیروں کے گھروں اور رستورانوں میں روشنیاں جگمگا رہی ہیں۔ کیفوں سے گیتوں کے بول اور آرکسٹرا کی دھنیں سنائی دے رہی ہیں۔ خوشیاں منانےوالے ہنس رہے ہیں ، ناچ رہے ہیں اور اتحادی سپاہیوں کے لئے تالیاں بجا رہے ہیں۔ چرچوں کی گھنٹیوں کی زوردار آواز گونج اٹھی ہے۔ وہاں پادری لوگ زار کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ جنگی جہازوں کے عرشوں سے بگلوں کی آواز خلیج کے پانی کو پار کرکےآرہی ہے۔ سارا شہر جشن اور خوشیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

لیکن مزدوروں کے محلوں میں یہ بات نہیں ہے۔ وہاں خاموشی چھائی ہے جسکو صرف عورتوں کی سسکیاں ہی توڑتی ہیں۔ پردوں کے پیچھے ہی وہ اپنے مقتولوں کو لٹا رہی ہیں۔ قریب کے باڑے سے ہتوڑے کی آواز آ رہی ہے۔ مرد پٹروں کو جوڑکر اپنے مقتول رفیقوں کے لئے تابوت بنا رہے ہیں۔

اٹھارھواں باب

سرخ جلوس جنازہ

۴ جولائی ۱۹۱۸ء کو میں کیتائیسکایا سڑک پر کھڑا نیچے خلیج ولادیواستوک میں امریکی جنگی جہاز ’’بروکلین،، کے تہواری جھنڈے کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک میں نے دور سے آتی ہوئی ایک آواز سنی۔ غور سے سنکر میں نے اس انقلابی ترانے کی دھن سمجھ لی۔

ہمارے دل غم سے بھرے ہیں
اور شہیدوں کی لاشیں ہمارے کاندھوں پر ہیں
جنھوں نے جنگ آزادی میں
اپنی جانیں قربان کر دیں

اوپر دیکھتے ہوئے مجھے پہاڑی کی چوٹی پر کسی بڑے جلوس کی پہلی صفیں نظرآئیں۔ یہ ان حمالوں کا جلوس جنازہ تھا جو چار دن پہلے سرخ عملے کی عمارت کے محاصرے میں مارے گئے تھے۔

آج لوگ اپنے رنج اور خوف سے نکل کر بربادشدہ سوویت کی مدافعت کرنےوالوں کو دفن کرنے آئے تھے۔ وہ مزدوروں کے محلوں سے دھارے کی طرح آرہے تھے اور سڑک ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھچاکھچ بھری تھی۔ وہ پہاڑی پر موج درموج ہزاروں کی تعداد میں آرہے تھے یہاں تک کہ پورا لمبا ڈھلوان میدان گھنے اورسست رفتاری سے بڑھتے ہوئے مجمع سے بھر گیا جو انقلابیوں کے جنازے کے گیت کی دھن سے قدم ملاکر چل رہا تھا۔

مردوں اور عورتوں کے بھورے اور کالے مجمع کے درمیان سفید جیکٹوں میں بالشویک بحری بیڑے کے جہازرانوں کی دو قطاریں تھیں۔ ان کے سروں پر نقرئی ڈوریوں اور جھالروں‌والے سرخ پرچم بادل کی طرح سایہ فگن تھے۔ ہراول میں چار آدمی ایک بڑا سرخ جھنڈا لیکر چل رہے تھے جس پر لکھا تھا ”مزدوروں اور کسانوں کے نائبوں کی سوویت زندہ باد! محنت کشوں کی بین‌اقوامی اخوت پائندہ باد!“

سوسفیدپوش لڑکیاں، شہر کی ۴۴ ٹریڈ یونینوں کی طرف سے سرسبز حلقہائےگل لئے مقتول حمالوں کے لئے اعزازی گارڈ کا کام کر رہی تھیں۔ تابوت جنکا لال رنگ ابھی خشک نہیں ہوا تھا مقتولوں کے رفیق اپنے کاندھوں پر اٹھاکر چل رہے تھے۔ سرخ بیڑے کا بینڈ جو موسیقی بجا رہا تھا وہ تیس ہزار گیت گانےوالوں کی آواز کی گونج میں ڈوب گئی تھی۔

یہاں رنگ، آواز اور حرکت تھی۔ لیکن کچھ اور بھی تھا، کچھ ایسا جس سے خوف اور رعب سا طاری ہوتا تھا۔ میں نے پیٹروگراد اور ماسکو میں دسیوں بڑے بڑے جلوس، امن اور فتح کی، احتجاجی اور یادگاری پریڈیں دیکھی تھیں جو فوجی تھیں اور غیرفوجی بھی اور وہ بھی ایسی شاندار جیسی کہ روسی ہی ان کو بنا سکتے ہیں۔

لیکن یہ جلوس مختلف تھا۔

ان نہتے، اسلحہ سے محروم اور غم‌انگیز گیتوں کے ساتھ اپنے مقتولین کولے جانےوالے غریبوں کا جلوس نیچے گودی میں لنگرانداز

اتحادی بحری بیڑے کی بارہ انچ دھانےوالی توپوں سے کم دھمکی آمیز نہ تھا اور اس کو محسوس کرنا ناگزیر تھا۔ یہ بہت سادہ، فوری اور ہنگامی تھا۔ وہ سیدھا لوگوں کے دلوں سے ابھرا تھا۔ یہ ایسے لوگ تھے جنکا کوئی لیڈر نہیں رہ گیا تھا، ان کو روند کر زمین کے برابر کر دیا گیا تھا اور اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیاتھا پھر بھی وہ رنج و غم سے نکل کر شان کے ساتھ کھڑے ہو رہے تھے اور اپنے اوپر قابو پا رہے تھے۔

سوویت کے خاتمے نے لوگوں کو بےسود غم میں ڈبونے اور ان کی طاقتوں کو منتشر کرنے کے بجائے ان میں ایک عجیب اتحادی جذبہ پیدا کیا۔ تیس ہزار افراد ایک ہوگئے۔ تیس ہزار افراد ایک آواز سے گا رہے تھے۔ انھوں نے اپنے کو ایک طرح سوچتے ہوئے بھی پایا۔ مشترکہ عوامی قوت ارادی اور عوامی شعور کے ساتھ انھوں نےاپنے طبقاتی نقطۂنظر کے مطابق فیصلے کئے جو انقلابی پرولتاریہ کا قطعی نقطۂ نظر تھا۔



ولادیواستوک میں انقلاب‌دشمن ہنگامے کے شکار لوگوں کا جلوس جنازہ

چیک سپاھیوں نے اعزازی گارڈ کی پیش کش کی۔ ’’ضرورت نہیں ھے‘‘، لوگوں نے جواب دیا۔ ’’تم نے ھمارے رفیقوں کو مار دیا۔ تم ان سے چالیس اور ایک کے مقابلے میں لڑے۔ انھوں نے سوویت کے لئے اپنی جانیں دیں اور ھمیں ان پر فخر ھے۔ ھم انھیں بندوقوں کو جنھوں نے ان کو نشانہ بنایا ھے موت کے بعد ان کو گارڈ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔‘‘

’’لیکن شہر میں تمھارے لئے خطرہ ھو سکتا ھے‘‘، افسروں نے کہا۔

’’کوئی پرواہ نہیں‘‘، انھوں نے جواب دیا ’’ھمیں بھی موت سے ڈر نہیں لگتا۔ اور اپنے رفیقوں کی لاشوں کے برابر مرنے سے اور کیا اچھی موت ھوسکتی ھے!‘‘

بعض بورژوا انجمنیں پھولوں کے تعزیتی حلقے لیکر آئیں۔

’’ضرورت نہیں ھے‘‘، لوگوں نے جواب دیا ’’ھمارے رفیق بورژوازی کے خلاف جدوجہد کرتے ھوئے مارے گئے۔ وہ ایمانداری کے ساتھ لڑتے ھوئے مارے گئے، ھم ان کی یاد کو پاکیزہ رکھنا چاھتے ھیں۔ ھم آپ کا شکریہ‌ادا کرتے ھیں۔ لیکن ھم آپ کے پھولوں کے حلقے ان کے تابوتوں پر چڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔‘‘

یہ جلوس آلیوتسکایا پہاڑی سے نیچے اترا اور اس کے دامن میں واقع بڑے کھلے میدان میں بھر گیا۔ اسکا رخ برطانوی قونصل خانے کی طرف تھا۔ قریب ھی بائیں طرف بجلی کے تاروں کی مرمت کرنےوالی ایک موٹر کھڑی تھی جسمیں مینار بھی نصب تھا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا یہ موٹر کسی اسکیم کے ماتحت یہاں تھی یا محض اتفاق سے آگئی تھی۔ بہرحال اب اس کو مقرروں کے لئے پلیٹ‌فارم کا کام کرنا تھا۔

آرکسٹرا نے تدفین کی دھن بجانا شروع کی۔ مردوں نے اپنی ٹوپیاں اتار لیں۔ عورتیں احترام سے جھک گئیں۔ موسیقی رکی تو بالکل سناٹا تھا۔ آرکسٹرا نے پھر دھن بجائی۔ پھر ٹوپیاں اتریں، عورتیں جھکیں اور طویل خاموشی چھائی۔ ابھی کوئی مقرر نہیں تھا۔ یہ صورت کھلی جگہ میں کویکروں کے کسی بڑے جلسے کی یاد دلاتی تھی۔ جس طرح روسیوں کی عوامی عبادت میں کسی وعظ کی ضرورت نہیں ھوتی اسی

طرح عوامی جاں نثاری کے کارنامے کے لئے بھی کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی - لیکن اگر مجمع میں سے کوئی بولنا چاہے تو پلیٹ‌فارم موجود تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وقفے کے دوران لوگ کسی آواز کی تخلیق کی کوشش کر رہے تھے -

آخر مجمع میں سے ایک شخص نکلا اور اونچے پلیٹ‌فارم پر چڑھ گیا - وہ کوئی اچھا مقرر تو نہیں تھا لیکن اس کے بار بار یہ کہنے نے کہ "انھوں نے ہمارے لئے جانیں دیں ، انھوں نے ہمارے لئے جانیں دیں" دوسرے لوگوں کو بھی بولنے پر اکسایا -

پہلے دھوپ سے سنولایا ایک داڑھی والا کسان آیا - اس نے کہا "میری ساری زندگی محنت اور خوف میں گذری ہے ... درد اور اذیت اور لاانتہا قتل و غارت ، یہ ہمیں زار کے اندھیروالے دنوں میں ملا ہے - پھر صبح انقلاب آئی اور یہ سب دہشتیں گذر گئیں - مزدور اور کسان بہت خوش ہوئے اور میں بھی خوش ہوا - لیکن عین خوشی کے دوران ہم پر یہ مار پڑی - اب پھر ہمارے چاروں طرف رات ہے - ہمیں اس کا یقین نہیں آتا - لیکن یہاں ، ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے وہ بھائی اور رفیق ٹھنڈے اور بےجان پڑے ہیں جو سوویت کے لئے لڑے تھے - اور شمال میں دوسرے رفیق بھی بندوقوں کا شکار ہو رہے ہیں - ہم کان لگا کر دوسرے ملکوں کے مزدوروں اور کسانوں کی آوازیں سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں چھٹکارا دلانے آ رہے ہیں - لیکن یہ بےسود ہے - ہمیں تو بس شمال سے بندوقوں کی آواز ہی سنائی دیتی ہے - "

اس کی تقریر ختم ہونے کے بعد نیلے آسمان کے پس منظر میں ایک سفید شبیہہ نظر آئی - کوئی عورت پلیٹ‌فارم پر آ گئی تھی - اس نے مجمع کی طرف سے بولنا شروع کیا :

"سارے ماضی میں ہم عورتوں نے یہی دیکھا ہے کہ ہمارے مردوں کو جنگوں میں لے جایا جاتا تھا اور ہم گھروں پر بیٹھ کر روتے تھے - حاکم لوگ ہم سے کہتے تھے کہ یہی ٹھیک ہے اور ہماری ناموری کا باعث ہے - یہ لڑائیاں کہیں دور ہوتی تھیں اور ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں سمجھتے تھے - لیکن یہاں تو ہمارے مرد ہماری آنکھوں کے سامنے مارے گئے - اسکو تو ہم سمجھ سکتے ہیں - اور ہم

یہ سمجھتے ہیں کہ اسمیں نہ تو سچائی تھی اور نہ ناموری - یہ ظالمانہ ، سنگدلانہ ناانصافی تھی اور مزدور طبقے کی ماوؤں سے پیدا ہونےوالے ہر بچے کو اس ناانصافی کی کہانی سننا چاہئے - ،،

سب سے زیادہ موثر ایک ۱۷ سالہ لڑکے کی تقریر تھی جو نوجوان سوشلسٹوں کی لیگ کا سکریٹری تھا - ،، ہم طالب‌علم ، فنکار اور اسی قسم کے لوگ تھے اور سوویت سے ہمارا کوئی واسطہ نہ تھا ،، اس نے کہا - ،، داناؤں کی عقل کے بغیر مزدوروں کی حکومت ہمیں حماقت کی بات معلوم ہوتی تھی - لیکن اب ہمیں پتہ چل گیا کہ آپ ٹھیک تھے اور ہم غلطی پر تھے - اب سے ہم آپ کے ساتھ ہیں - جو کچھ آپ کریں گے ہم اسمیں آپکا ساتھ دینگے - آپ جن ناانصافیوں کا شکار رہے ہیں ان کو روس کے طول و عرض اور ساری دنیا میں معروف کرانے کے لئے ہم اپنی زبانیں اور قلم پیش کرتے ہیں - ،،

اچانک مجمع میں یہ خبر پھیل گئی کہ کونستانتین سوخانوف کو پانچ بجے شام تک کے لئے عارضی طور پر رہا کر دیا گیا ہے اور وہ صلح جوئی اور اعتدال سے کام لینے کے مشورے کے ساتھ وہاں آرہے ہیں -

ابھی لوگ اس کے آنے کی تصدیق اور تردید کر ہی رہے تھے کہ وہ آگیا - وہ تیزی کے ساتھ جہازرانوں کے شانوں پر لے جایا گیا - تالیوں کے طوفان میں وہ سیڑھی پر چڑھا اور پلیٹ‌فارم کے اوپر مسکراتا ہوا آیا ...

دوبار اس کی نگاہ ان اوپر تکتے ہوئے چہروں سے بھرے میدان پر گئی جو اس کی محبت اور اعتماد سے معمور تھے اور اپنے نوجوان لیڈر کے منہ سے کچھ سننے کے منتظر تھے -

سوخانوف نے اپنا منہ ادھر سے اس طرح پھیر لیا جیسے وہ اپنے اوپر ہر طرف سے اچانک آتے ہوئے غم و الم کے سیلاب کو روکنا چاہتا ہو - اس کی نگاہ پہلی بار ان لوگوں کے سرخ تابوتوں پر پڑی جو اس کی سوویت کے دفاع میں مارے گئے تھے - یہ تو بڑی قیامت تھی - اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی ، اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دئے اور لڑکھڑایا - وہ سر کے بل مجمع میں آن گرتا اگر ایک دوست نے اس کو نہ سنبھال لیا ہوتا - دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپائے

سوخانوف اپنے دوست کے بازوؤں میں بچے کی طرح سسکیاں بھر رہا تھا۔ ہم اس کی سانس کی آمد و رفت اور گالوں پر آنسوؤں کی دھار دیکھ رہے تھے۔ روسی روتے بہت کم ھیں۔ لیکن اس دن تیس ہزار روسی اپنے نوجوان لیڈر کے ساتھ ولادی‌واستوک کے شہر کے چوک پر رو رہے تھے۔

شہیدوں سے عہد

سوخانوف جانتا تھا کہ آنسو بہانا محض جذباتی بات ھے اور اس کو ایک بڑا اور سنگین فریضہ ادا کرنا ھے۔ اس کے پیچھے پچاس فیٹ پر برطانوی قونصل‌خانہ تھا اور پچاس جریب کے فاصلے پر سامنے سنہری سینگ کا پانی جہاں سے اتحادی بیڑے کی توپیں گھور رہی تھیں۔ اس نے رنج وغم کو بالائے طاق رکھ کر اپنے حواس مجتمع کئے اور اپنا پیغام شروع کیا۔ اس کی تقریر کے دوران خلوص کا جذبہ بڑھتا گیا اور اس نے اپنی تقریر مندرجۂ ذیل الفاظ کے ساتھ ختم کی جو ولادی‌واستوک اور مشرق بعید کے مزدوروں کے لئے مجاھدانہ نعرہ بن گئے :

" یہاں سرخ عملے کی عمارت کے سامنے جہاں ھمارے رفیق حمال قتل کئے گئے، ھم ان سرخ تابوتوں کی جن میں وہ لیٹے ھیں، ان بیویوں اور بچوں کی جو ان کے لئے رو رہے ھیں، ان سرخ پرچموں کی جو ھمارے اوپر لہرا رہے ھیں قسم کھاتے ھیں کہ جس سوویت کے لئے انھوں نے جان دی ھم اسی کے لئے زندہ رھیں گے یا اگر ضرورت پڑی تو انھیں کی طرح جان دینگے۔ اب سے ھماری قربانی اور جاں نثاری کا مقصد سوویت کی واپسی ھوگی۔ اس مقصد کے لئے ھم ھر ذریعہ سے لڑینگے۔ سنگینیں ھمارے ھاتھوں سے چھین لی گئی ھیں لیکن جب وہ دن آئیگا اور ھمارے پاس بندوقیں نہ ھونگی تو ھم لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے لڑینگے اور جب یہ بھی نہ رھیں گی تو اپنے مکوں اور جسموں سے۔ فی‌الحال ھمیں اپنے ذھن و عقل کے ذریعہ جدوجہد کرنی ھوگی۔ آؤ، ھم ان کو مضبوط اور ناقابل تسخیر بنائیں۔ سوویت مرچکی ھے، سوویت زندہ باد! "

مجمع نے سوخانوف کے آخری الفاظ کو لیکر زبردست مظاھرہ کیا اور اسمیں " انٹرنیشنل " کی دھنیں بھی شامل کرلیں۔ اسکے بعد

”انقلاب کا ماتمی ترانہ ،، گونجا جو ناقابل فراموش ہے۔ یہ غم آگیں ہونے کے ساتھ ساتھ کتنا فاتحانہ تھا۔

تم گھمسان کی لڑائی میں کام آئے
تم نے جنتا کی آزادی اور عزت کے لئے
جانیں نثار کر دیں
تم نے اپنی زندگیاں اور اپنی ہر پیاری چیز
قربان کر دی
تمھاری قربانیاں رنگ لائیں گی
وہ دن دور نہیں جب ظلم کا
بیڑہ غرق ہوگا اور جنتا مہان
اور آزاد ہوگی
الوداع بھائیو ! تم نے بارفعت راستہ اختیار کیا
ہم تمھاری قبر پر جنتا کی آزادی اور خوشحالی کی قسم کھاتے ھیں

پھر ایک تجویز پڑھی گئی جسمیں سوویت کی بحالی کا مشرق بعید کے انقلابی پرولتاریہ اور کسانوں کی آئندہ ساری جدوجہد کے مقصد کی حیثیت سے اعلان کیا گیا۔ ووٹ دینے کے موقع پر تیس ہزار ھاتھ بیک وقت ھوا میں بلند ھوئے۔ یہ وہ ھاتھ تھے جنھوں نے کاریں اور سڑکیں بنائی تھیں اور ھتھوڑے چلائے تھے۔ یہ ہر طرح کے ھاتھ تھے : حمالوں کے بڑے اور کھردرے ھاتھ، کاریگروں کے سنجھے اور قوی ھاتھ، کسانوں کے گانٹھیں اور گھٹے پڑے ھوئے موٹے ھاتھ اور مزدور عورتوں کے زیادہ نازک اور سفید ھاتھ۔ انھیں ھاتھوں نے مشرق بعید کی دولتوں کی تخلیق کی تھی۔ یہ ساری دنیا کی دوسری جگھوں کے داغ اور دھبے بھرے محنت کے ھاتھوں سے کسی طرح مختلف نہ تھے سوائے اس کے کہ ان میں کچھ دنوں تک اقتدار رہا تھا۔ حکومت ان کی گرفت میں تھی۔ چار دن ھوئے وہ ان کی گرفت سے نکال لی گئی تھی لیکن اس کا احساس ابھی تک ان کے ھاتھوں میں تھا۔ یہ ھاتھ اس اقتدار کو واپس لینے کے مقدس عہد کے لئے بلند ھوئے تھے۔

ایک جہازراں تیزی سے پہاڑی کی چوٹی کی طرف سے آیا اور مجمع میں ریل پیل کرتا پلیٹ‌فارم پر چڑھ گیا۔

"رفیقو!"، اس نے خوشی سے چلا کر کہا "ہم تنہا نہیں ہیں۔ میں آپ سے ان جھنڈوں کی طرف دیکھنے کی درخواست کرتا ہوں جو امریکی جنگی جہاز پر لہرا رہے ہیں۔ آپ نیچے کھڑے ہیں اور وہ وہاں سے نہیں دکھائی دیتے۔ لیکن وہ یہاں سے دکھائی دے رہے ہیں۔ نہیں، رفیقو، ہم اپنے غم میں آج تنہا نہیں ہیں۔ امریکی اچھی طرح سمجھتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ہیں!"

درحقیقت یہ غلطی تھی۔ یہ ۴ جولائی کی تاریخ تھی اور یہ جھنڈے ہمارے یوم آزادی کی تقریب میں لہرائے گئے تھے۔ لیکن مجمع کو یہ پتہ نہ تھا۔ ان کے لئے یہ ایسا تھا جیسے کسی غیرملک میں ایک تنہا مسافر کے شانے پر کوئی دوستی سے ہاتھ رکھ دے۔

انھوں نے بڑے جوش کے ساتھ جہازراں کی یہ پکار اپنا لی "امریکی ہمارے ساتھ ہیں!"، اور مزدوروں کا یہ وسیع مجمع تابوت، پھولوں کے حلقے اور پرچم اٹھاکر پھر روانہ ہو گیا۔ وہ قبرستان کو جا رہے تھے لیکن سیدھے نہیں۔ وہ دھوپ میں کھڑے کھڑے تھک گئے تھے لیکن وہ ایک طویل چکر لگاکر اس سڑک پر پہنچے جو ڈھلواں پہاڑی پر امریکی قونصل خانے تک جاتی ہے۔ پھر سیدھی ڈھلان پر گردوغبار کے بادل میں چڑھنے لگے۔ وہ اب بھی گاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، وہ وہاں تک پہنچ گئے جہاں ستاروں اور پٹیوں‌والا امریکی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہاں رک کر انھوں نے اپنے مقتولوں کے تابوت امریکی جھنڈے کے سائے میں رکھدئے۔

انھوں نے اپنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر التجا کی "ہم سے ایک لفظ تو بولئے!"، انھوں نے یہی درخواست لیکر اپنے نمائندے قونصل خانے کے اندر بھیجے۔ اس دن جبکہ مغرب کی عظیم ریپبلک اپنا یوم آزادی منا رہی تھی روس کے غریب اور محروم لوگ اپنی آزادی کی جدوجہد میں اس کی ہمدردی اور حمایت کی التجا لیکر آئے تھے۔

بعد کو میں نے ایک بالشویک لیڈر کو تلخی کے ساتھ "انقلابی

عزت اور دیانت‌داری کا سودا،، کرنے پر اظہار ناراضگی کرتے سنا - اس نے کہا :

"کیا حماقت کی انھوں نے ! کیسی بیوقوفی تھی - کیا ہم نے ان کو یہ نہیں بتایا تھا کہ سب ملک ایک جیسے ہیں — سارے سامراجی - کیا ان کے لیڈروں نے اس بات کو بار بار نہیں کہا تھا ؟ ،،

یہ سچ ہے کہ ایسا کیا گیا تھا - لیکن اس ۲ جولائی کے مظاہرے سے لیڈروں کا بہت کم تعلق تھا - وہ تو جیل میں تھے - یہ معاملہ خود لوگوں کے ہاتھ میں تھا - بہت سے لیڈر امریکہ کے بارے میں چاہے جتنے بدگمان رہے ہوں لیکن عام لوگ نہیں تھے - اپنی مصیبت کے وقت یہ سادے اور اعتبار کرنےوالے لوگ جو مشرق میں نئی سوشل ڈیموکریسی بنا رہے تھے اپنے ہاتھ پھیلائے مغرب کی ایک پرانی سیاسی ڈیموکریسی کے پاس آئے تھے -

وہ جانتے تھے کہ صدر ولسن نے "روس کے عوام ،، کی مدد اور حمایت کی یقین دھانی کی ہے - وہ دلیل پیش کرتے تھے : "ہم ، مزدور اور کسان ، ولادی‌واستوک کی اکثریت ، کیا عوام نہیں ہیں ؟ آج ہم اپنی مصیبت میں وہ مدد مانگنے آئے ہیں جسکا وعدہ کیا گیا تھا - ہمارے دشمنوں نے ہماری سوویت لے لی ہے ، ہمارے رفیقوں کو قتل کر دیا ہے - ہم تنہا اور مصیبت میں گرفتار ہیں اور آپ ہی دنیا کی ایک قوم ہیں جو ہمیں سمجھ سکے ہیں ،، - اس طرح آنے سے بہتر وہ کوئی خراج عقیدت نہیں پیش کرسکتے تھے — وہ اپنے مقتول اس امید پر لائے تھے کہ امریکہ سے ہمدردی اور مفاہمت ملےگی - صرف امریکہ انکا دوست اور انکا پشت پناہ تھا -

لیکن امریکہ نے ان کی بات نہیں سمجھی - امریکی لوگوں کو تو اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں معلوم ہوا - روسی لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ امریکیوں نے کبھی اس کے بارے میں نہیں سنا - ان کو صرف یہ پتہ ہے کہ اس اپیل کے چند ہفتے بعد امریکی فوجیں ولادی‌واستوک میں اتار دی گئیں اور انھوں نے جاپانیوں کے ساتھ ملکر سائبیریا پر دھاوا بول دیا اور کسانوں اور مزدوروں کا قتل و غارت کرنے لگیں -

اور اب روسی لوگ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے "ہم نے کیسی بیوقوفی کی کہ گرمی اور گردوغبار میں کھڑے ہاتھ پھیلا کر فقیروں کی طرح ہمدردی کی بھیک مانگ رہے تھے ! ،،

انیسواں باب

واپسی

" بالشویکوں کو تو انڈے کے چھلکے کی طرح کچل دیا جائیگا "، سائبیریا پر اتحادیوں کے دھاوے کی ابتدا میں صاحبان عقل و فہم کا یہی خیال تھا - اس خیال کا مذاق اڑایا جاتا تھا کہ کوئی ٹھوس سوویت مزاحمت ہوگی - زار کی حکومت، پھر کیرینسکی کی حکومت گھروندوں کی طرح کمزور ثابت ہوئی تھیں - تو پھر سوویت حکومت کا وہی حشر کیوں نہ ہوگا ؟

امریکی میجر تھاچیر نے کہا کہ زار کی طاقت کی بنیاد اس کی فوجیں تھیں - اسلئے زار کو ختم کرنے کے لئے زار کی فوجوں کو منتشر کرنا کافی تھا - کیرینسکی کی حکومت کا سہارا اس کی کابینہ تھی اور کیرینسکی کو ختم کرنے کے لئے اس کے وزیروں کو سرما محل میں گھیر لینا کافی تھا - سوویت حکومت، بہرحال، اپنی جڑیں ہزاروں مقامی سوویتوں میں رکھتی ہے - یہ ڈھانچہ بےشمار خانوں پر مشتمل ہے - سوویت حکومت کو تباہ کرنے کے لئے ان میں سے ہر تنظیم کو انفرادی طور پر تباہ کرنا چاہئے اور ان کو اپنی تباہی پسند نہیں -

مشرق بعید میں خطرے کا بگل بجتے ہی کسان اور مزدور حملہ آوروں کے خلاف صف آرا ہوگئے - وہ ڈٹ کر لڑ رہے تھے، ایک ایک انچ زمین کو مشکل سے چھوڑ رہے تھے - ولادی واستوک کے شمال کے دو شہروں میں سوویتوں کا قیام کسی آدمی کے اتلاف جان کے بغیر ہو گیا تھا - اب ان سوویتوں کا تختہ الٹنے میں ہزاروں کی جانیں جا رہی تھیں اور صرف اسپتال ہی نہیں بلکہ باڑے اور گودام بھی زخمیوں سے بھرے پڑے تھے - " سائبیریا کے پار فوجی سیر " کے بجائے مداخلت کرنے والوں کو سخت اور خون آشام لڑائی سے سامنا کرنا پڑ رہا تھا -

ولادی واستوک کی بورژوازی کو اس اٹل مزاحمت پر حیرت تھی - پھر اس نے بپھر کر اپنا سارا غصہ سوویتوں کے حامیوں کے اوپر اتارا -

میری گرفتاری

مجھے شہادت کا درجہ حاصل کرنے کا کوئی شوق نہ تھا۔ اس لئے میں بڑی سڑک پر نہیں جاتا تھا اور باھر بھیس بدل کر یا رات کے اندھیرے میں نکلتا تھا۔ میں تو ٹاٹ باھر ھوگیا تھا۔ لیکن مجھکو اس سے کوئی رنج نہ تھا۔ مجھے تو روس کے بارے میں اپنی کتاب کے مسودے کی فکر تھی۔ وہ سوویت کی عمارت میں تھی جواب نئی سفید حکومت کا صدر مقام بن چکی تھی۔

میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مسودے کو پانے کا ایک ھی طریقہ تھا کہ میں بےحیائی سے دشمن کے کیمپ میں جاؤں اور اس کو مانگوں۔ میں نے ایسا ھی کیا اور سیدھا نئی خفیہ پولیس کے چیف کے پنجے میں گرفتار ھو گیا۔

"ارے، میں تو آپ کی تلاش میں تھا۔ شکریہ کہ آپ آگئے" اس نے بناوٹی اخلاق سے کہا "آپ میرے پاس رھیں گے"۔ میں انقلاب دشمنوں کا قیدی ھوگیا۔

خوش قسمتی سے امریکیوں میں میرا پرانا ھمجماعت فریڈ گوڈسیل تھا۔ اس نے میرے لئے باتچیت کرکے مجھے تو چھڑا لیا لیکن میرا مسودہ نہیں ملا۔

اب میں اپنی قیامگاہ پر واپس آگیا۔ کسی جاسوس نے مجھے آتا دیکھکر سفید لوگوں کو ٹیلیفون کیا ھوگا۔ میں اپنے کاغذات ٹھیک کر رھا تھا کہ ایک موٹر آکر رکی اور چھہ سفیدگارڈ کے لوگ ریوالور ھاتھوں میں لئے اس سے کودے اور میرے کمرے میں گھس آئے۔ انھوں نے ریوالور میرے چہرے کے سامنے تان کر چلانا شروع کیا "ھم نے پکڑ لیا تمھیں، ھم نے پکڑ لیا۔"

"لیکن مجھکو تو گرفتار کرکے رھا بھی کیا جا چکا ھے" میں نے احتجاج کیا۔

"ھم تجھکو گرفتار نہیں کرینگے، سور کہیں کے، ھم تجھکو مار دینگے" انھوں نے شور کرتے ھوئے کہا۔

اچانک پھر باھر شور ھوا۔ ایک اور موٹرکار رکی۔ دروازہ

پھر زور سے چرچرایا ! ایک کپتان اور چار سپاہی رائفلیں لئے ہوئے اندر گھس آئے۔ یہ چیک فوجی تھے اور انھوں نے کہا کہ ان کے پاس میری گرفتاری کا حکم ہے۔

"لیکن ہم تو اسکو پہلے ہی گرفتار کر چکے ہیں" سفید گارڈ والوں نے کہا۔

"نہیں" چیک فوجیوں نے اصرار کیا "ہم اس کو لے جائیں گے۔"

"لیکن ہم اسکو پکڑ چکے ہیں" سفید گارڈ والوں نے ضد کی۔

میرے لئے یہ احساس کافی سنسنی خیز تھا کہ میں اتنی خطرناک اہمیت رکھنے والی ہستی ہوں۔ لیکن سنگینوں کو دیکھ کر میری اس خوشی میں ذرا گڑبڑ ہو رہی تھی۔ سنگینیں بہت سی تھیں اور ان کو استعمال کرنے کی تیاری بھی بہت تھی۔ ممکن تھا کہ میں قیدی کے بجائے لاش ہو جاتا۔ خوش قسمتی سے چیک کپتان کچھ احساس ظرافت رکھتا تھا۔

"اچھا تو آپ کیا چاہتے ہیں؟" اس نے میری طرف مڑ کر چمکتے ہوئے پوچھا "آپ کس کے قیدی ہونے کو ترجیح دینگے؟"

"آپ کا قیدی — چیکوں کا" میں نے جواب دیا۔

کپتان سفید گارڈوں کی طرف مڑا اور احسان کرنے والے فیاضانہ انداز میں اعلان کر دیا "حضرات، یہ آپ کے ہیں۔"

اس نے اپنے سپاہیوں کو میرے کاغذوں پر مسلط کر کے تسکین دی (وہ بعد کو امریکی قونصل کو واپس کر دئے گئے)۔

سفید گارڈ والوں نے مجھے اپنی موٹر گاڑی میں دھکیل دیا اور اب میں اس شہر میں، جہاں چند دن پہلے میں سوویت کے مہمان کی حیثیت سے گذرا تھا، سفید گارڈوں کے قیدی کی حیثیت سے جا رہا تھا اور سنگینوں سے گھرا تھا اور میری پسلیوں میں ریوالور گڑ رہے تھے۔

سفید گارڈوں کا صدر مقام ایک پرجوش بورژوا مجمع سے گھرا ہوا تھا جو سرخ لوگوں کو گھیر کر لانے کا منظر دیکھ رہا تھا اور ہر شکار کا خیرمقدم آوازوں اور "اس کو پھانسی کا پھندا دو" کی چیخوں سے کرتا تھا۔ میں اس ہنسی اڑانے والے مجمع کے بیچ سے دھکیل کر عمارت کے اندر پہنچایا گیا اور یہ میری بڑی خوش قسمتی تھی کہ میں ایک پرانے شناسا اسکویرسکی کے سامنے جا پہنچا۔ اس نے

مجھے اشارہ کر کے یہ ظاہر کرنے سے منع کیا کہ میں اس کو جانتا ہوں اور کچھ عرصے بعد اس نے مجھے رہائی دلوا دی۔ اس بار میں ایک سند کے ساتھ باہر آیا جسمیں لکھا تھا ”شہریو، آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ امریکی ولیمس کو نہ گرفتار کریں۔“

وطن کو روانگی

لیکن اس سند سے کوئی حفاظت نہیں تھی کیونکہ سوویت کے خلاف روز بروز نفرت بڑھ رہی تھی۔ میں ایسے جانور کی طرح محسوس کرتا تھا جسکا تعاقب کیا جا رہا ہو اور دس دن میں میرا وزن دس پونڈ کم ہو گیا۔ ”آپ کسی وقت بھی اپنی جان کھو سکتے ہیں“ مجھسے امریکی نائب قونصل نے کہا۔ ”دو پارٹیوں نے آپ کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کی قسم کھائی ہے۔“

”میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس پیسے نہیں ہیں“، میں نے اس سے کہا۔ وہ میری پریشانی تو سمجھتا تھا لیکن وہ یہ نہیں سمجھتاتھا کہ اس سے اس کا کوئی تعلق ہے۔

مزدوروں نے میری حالت کے بارے میں سنا اور میری مدد کی۔ ان کی مالی حالت اچھی نہ تھی لیکن انھوں نے ایک ہزار روبل جمع کر لئے اور گرفتارشدہ لوگوں نے جیل سے ناجائز طور پر ایک ہزار روبل اور بھیجدئے۔ اب میں جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ لیکن جاپانی قونصل نے مجھے ویزا دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے میرے سامنے میرے جرائم کی ایک فہرست پیش کردی جن میں سے بڑے جرم وہ مضامین تھے جو میں نے مداخلت کے خلاف سوویت اخباروں میں لکھے تھے۔ ٹوکیو میں وزارت خارجہ کو یہ مضامین پسند نہیں آئے تھے۔ اس نے بذریعہ کیبل اطلاع دی تھی کہ کسی حالت میں جاپان کی مقدس سرزمین کو میری موجودگی سے ناپاک نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال، چینیوں نے مجھے ویزا دے دیا اور میں نے ایک ساحلی اسٹیمر کا ٹکٹ لے لیا جو شنگھائی جا رہا تھا۔

آخری رات میں نے پہاڑیوں کی ایک خفیہ جگہ میں کامریڈوں کے ساتھ گذاری۔ سوویت برباد نہیں ہوئی تھی۔ وہ روپوش ہو گئی تھی۔

خفیه جگه پر وہ لیڈر ملتے تھے جو گرفتار نہیں ہوئے تھے ۔ وہ منصوبے بناتے تھے اور تنظیم کرتے تھے ۔ رخصت کرتے ہوئے انھوں نے میرے لئے برطانی ٹرانسپورٹ ورکرس کا ترانہ گایا جو جیروم نے ان کو سکھایا تھا :

مورچے پر ڈٹے رہو یونین کے مزدورو
ہم آرہے ہیں
شانہ بشانہ لڑینگے
اور فتح ہماری ہوگی

یہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے جب میرا اسٹیمر ۱۱ جولائی کو اتحادیوں کے جنگی جہازوں کے پاس سے گذرتا ہوا بحرالکاہل میں داخل ہوا ۔ امریکہ جانے کے امکان سے پہلے میں ایک مہینے تک شنگھائی میں پڑا رہا ۔ آخر کار مجھے اس کا امکان مل گیا اور مشرق بعید کی سنہری سینگ کو چھوڑنے کے آٹھ ہفتے بعد مجھے کیلیفورنیا کا سنہرا پھاٹک دکھائی دے رہا تھا ۔

جب ہمارا اسٹیمر سان فرانسیسکو کی گودی میں لنگرانداز ہونے کے لئے مڑا تو ایک موٹر کشتی اس کے برابر آگئی اور بحری وردی میں امریکی افسر اوپر آگئے ۔ یہ امریکی بحری خفیہ پولیس کے لوگ تھے جو وطن میں میرا استقبال کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے ۔ دور دراز ملک کے طویل ہنگاموں سے لوٹنے والے کسی بھی آوارہ گرد کو اتنی گرمجوشی سے خوش آمدید نہ کہا گیا ہوگا ۔ میری بھلائی اور خوش حالی کے لئے ان کی فکر مجھے شرمندہ کر رہی تھی ۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ مجھ پر مبذول کر دی ، اصرار کرکے مجھکو اپنی نگرانی میں اپنے دفتر لے گئے اور میرے سامان کا تفصیلی جائزہ لیا ۔ انھوں نے مجھے یقین دلا دیا کہ ان کو سارے سوویت معاملات سے گہری دلچسپی ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے انھوں نے ہر پمفلٹ ، کاغذ اور نوٹ بک کی ملکیت سے مجھے آزاد کر دیا ۔ روسی ادب کی بھوک سے انکا پیٹ نہیں بھر رہا تھا ۔ اس خیال سے کہ کہیں اس کا ایک پرزہ بھی ان سے رہ نہ جائے انھوں نے میرے کاغذات کا بیگ ، جوتے ، ہیٹ کا فیتہ حتی کہ کوٹ کا استر تک چھان ڈالا ۔ اسی طرح انھوں نے میرے شجرے ،

میرے ماضی اور میرے مستقبل کو بھی اپنی فکر کا نشانہ بنایا۔ پھر انھوں نے مجھے دوسرے عمال کی طرف منتقل کر دیا جنھوں نے میرے خیالات کی جانچ کی۔

''اچھا، تو آپ سوشلسٹ ھیں، مسٹر ولیمس،، ایک تحقیقات کرنےوالے نے کہا۔ ''آپ انارکسٹ بھی ھیں، ھیں نا؟،،

میں نے دوسرے الزام کی تردید کی۔

''اچھا، آپ کے دوسرے عقائد کیا ھیں؟،،

''دوسروں کی بہبودی، رجائیت پسندی اور عملیت پسندی (pragmatism)،، میں نے بتایا۔

اس نے باقاعدگی سے اس کو اپنی نوٹ بک میں درج کر لیا۔ امریکہ میں زیادہ عجیب اور خطرناک روسی نظریات آ رہے تھے!

تین دن کی اس خوشگوار رفاقت کے بعد مجھے واشنگٹن بھیجدیا گیا۔

بیسواں باب

ماضی پر ایک نظر

روسی انقلاب انقلابیوں نے نہیں برپا کیا اگرچہ سیکڑوں انقلابیوں نے اس کے لئے اپنی بہترین کوششیں کیں۔ حقیقت یہ ھے کہ ایک صدی تک روس کے صاحبان عقل و دانش عوام پر سخت جبروتشدد سے بےچین رھے تھے۔ اس طرح وہ لوگوں کو اکسانےوالے بن گئے اور گاؤوں، ورکشاپوں اور بدحال محلوں اور بستیوں میں یہ اپیل لیکر پھرے:

پھینک دو توڑکر وہ زنجیریں
جنھوں نے تمھیں سوتے میں جکڑ لیا تھا
تم بہت ھو اور وہ چند ھیں

لیکن لوگ نہیں اٹھے۔ ایسا معلوم ھوتا تھا کہ انھوں نے کچھ سنا ھی نہیں۔ پھر وہ سب سے بڑا اکسانےوالا یعنی قحط آگیا جو معاشی

خراب حالی اور جنگ کا نتیجہ تھا۔ بھوک نے عوام کو عمل کے لئے جھنجوڑا۔ وہ پرانے اور فرسودہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو توڑ دیا۔ ھنگامی اور غیر شخصی طاقتوں نے وہ کر دکھایا جس کو انسانی ذرائع نے ناممکن پایا تھا۔

لیکن اسمیں انقلابیوں کا بھی رول تھا۔ انھوں نے انقلاب تو نہیں کیا لیکن انقلاب کو کامیاب ضرور بنایا۔ اپنی کوششوں سے انھوں نے ایسے مردوں اور عورتوں پر مشتمل ایک ادارہ تیار کر دیا جو واقعات کو دیکھنے، ان کے مطابق پروگرام بنانے اور اس کو رائج کرنے کے لئے پورے جوش کے ساتھ جدوجہد کرنے کی پوری تربیت رکھتے تھے۔ ایسے لوگ کم و بیش دس لاکھ تھے۔ اھم بات ان کی تعداد نہیں بلکہ یہ واقعہ ھے کہ ان کو پرانے دیوالیہ نظام کے متولی اور انقلاب کے نجات دلانےوالے دستے کی حیثیت سے منظم کیا گیا تھا۔

اس ادارے کے قلب میں کمیونسٹ تھے۔ ایچ۔ جی۔ ویلس نے لکھا ھے ''وسیع پیمانے کی بدنظمی میں ایک ھنگامی حکومت نے کام سنبھالا جس کی پشت پناھی ایسی منضبط پارٹی کر رھی تھی جس کے تقریباً ڈیڑھ لاکھ پیرو تھے۔ یہ کمیونسٹ پارٹی تھی ... اس نےلوٹ مار کو دبایا اور خراب حال شہروں میں ایک حد تک نظم اور سلامتی کی ضمانت دی اور راشن کا ایک سخت سسٹم قائم کیا ... روس میں صرف یہی حکومت، صرف یہی خیال اور صرف یہی یکجہتی ھے۔''

چار سال سے روس پر کمیونسٹوں کا کنٹرول ھے۔ ان کی حکومت کے پھل کیا ھیں؟

''جبر، ظلم اور تشدد'' دشمن شور کرتے ھیں۔ ''انھوں نے تقریر، تحریر اور اجتماع کی آزادیاں ختم کر دی ھیں۔ انھوں نے سخت فوجی خدمت اور لازمی محنت عائد کر دی ھے۔ وہ حکومت کے لئے ناقابل اور صنعت کے لئے نااھل ثابت ہوئے ھیں۔ انھوں نے سوویتوں کو کمیونسٹ پارٹی کا ماتحت بنا لیا ھے۔ انھوں نے اپنے کمیونسٹ نصب‌العین گرا دئے ھیں، اپنا پروگرام بدل دیا ھے اور اس سے ھٹ گئے ھیں اور سرمایہ‌داروں سے سمجھوتہ کر لیا ھے۔''

ان میں سے بعض الزامات میں مبالغہ سے کام لیا گیا ھے اور بہتوں کی وضاحت کی جاسکتی ھے۔ لیکن سب کی صفائی دینا ممکن نہیں ھے۔

سوویت حکومت کے دوستوں کو ان پر افسوس ھے۔ اس کے دشمنوں نے ان پر ساری دنیا سے تشویش اور احتجاج ظاھر کرنے کی اپیل کی ھے۔

هم همدرد تھے۔ ھم سوویتوں کی طاقت اور توانائی سے واقف تھے۔ لیکن ھم وہ زبردست رکاوٹیں بھی دیکھ رھے تھے جن سے وہ دوچار تھیں اور ھوا ان کے خلاف چل رھی تھی۔

بالشویکوں کے خلاف صف آرا طاقتیں

اول تو یہ کہ سوویتوں کو بھی انھیں حالات کا سامنا تھا جنھوں نے زار اور کیرینسکی کی حکومتوں کو لاچار کر دیا تھا یعنی صنعت میں انتشار، ٹرانسپورٹ کا مفلوج ھونا اور عوام کی بھوک اور غربت۔

دوسرے، سوویتوں کو سیکڑوں نئی رکاوٹوں سے نبٹنا تھا — دانش وروں کی غداری، پرانے افسروں کی ھڑتال، ماھرین ٹکنیک کی توڑ پھوڑ، چرچ کی مخالفت اور اتحادیوں کی ناکہ بندی۔ وہ یوکرین کے اناج کے کھیتوں، باکو کے تیل، دون کی کوئلہ کی کانوں، ترکستان کی کپاس سے محروم ھو گئی تھیں۔ ایندھن اور غذا کے ذخیرے ختم ھو گئے تھے۔ ان کے دشمنوں نے کہا ''اب بھوک کا ھڈیالا ھاتھ عوام کا گلا دبائیگا تو ان کے حواس درست ھوں گے''۔ سامان رسد کی ٹرینوں کو شہروں تک پہنچنے سے روکنے کے لئے سامراجیوں کے ایجنٹ ریلوے پلوں کو اڑا دیتے تھے اور انجنوں کی بیرنگ میں ریت جھونک دیتے تھے۔

یہاں اتنی مصیبتیں تھیں کہ انتہائی مضبوط ھمت بھی ٹوٹ جاتی۔ لیکن اور زیادہ مصیبتیں آرھی تھیں۔ دنیا بھر کا سرمایہ دار پریس بالشویکوں کے خلاف منظم کیا گیا تھا۔ ''قیصر کے کرائے کے ٹٹو''، ''سرخ آنکھوں والے جنونی''، ''سنگدل قاتل''، ''لمبی داڑھیوں والے غنڈے جو دن میں ھنگامے اور رات کو کریملن میں بدمستی اور شراب نوشی کرتے ھیں''، ''آرٹ اور کلچر کی تحقیر کرنے والے'' اور ''عورتوں کو بےعزت کرنے والے'' — اس طرح ان کی تصویر کشی کی جاتی تھی۔ سب سے بڑی بدنامی تو ''عورتوں کو قومیانے'' کا وہ جعلی فرمان تھا جس کو ساری دنیا میں نشر کیا گیا۔

پبلک سے یہ اپیل کی گئی کہ اب وہ جرمنوں کے بجائے بالشویکوں سے نفرت کریں۔

جبکہ غیرملکوں میں بالشویکوں کے خلاف ''تہذیب کے دشمنوں'' کی حیثیت سے نفرت روزبروز بڑھ رہی تھی یہی بالشویک روس کے اندر تہذیب کو مکمل تباہی سے بچانے کے لئے پورے دل و دماغ سے کوشش کر رہے تھے۔ دل و جان سے یہ فریضے ادا کرنے کی کوششوں کو دیکھ کر ان کے بارے میں آرتھر رینسوم نے لکھا:

''کوئی یہ دعوی نہیں کرتا کہ بالشویک فرشتے ہیں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ لوگ بدنام کن باتوں کے اس کہر سے باہر دیکھیں جس سے وہ گھرے ہوئے ہیں، وہ مقصد دیکھیں جس کے لئے یہ نوجوان صرف اس طریقے سے جدوجہد کر رہے ہیں جو ان کے لئے ممکن ہے۔ اگر وہ ناکام ہوئے تو ان کے ضمیر اور دل صاف ہوں گے کیونکہ وہ ایسے مقصد کے لئے کوشاں ہیں جو ان کے بعد بھی زندہ رہےگا۔ اگر وہ ناکامیاب ہوئے تب بھی وہ ایک ایسا شاندار اور جرأت‌آمیز صفحہ لکھ جائیں‌گے جس کا ہمسر میری یاد میں بنی‌نوع انسان کی تاریخ میں نہیں ہے... جب برسوں بعد لوگ اس صفحہ کو پڑھیں‌گے تو وہ تمھارے ملک اور میرے ملک دونوں کو اس لحاظ سے آنکیں گے کہ انہوں نے اس صفحے کے لکھنے میں کتنی مدد دی یا رکاوٹ ڈالی تھی۔''

یہ اپیل بیکار گئی۔

جس طرح شاہ‌پرست ان خیالات کو کچلنے کے لئے متحد ہو گئے تھے جو فرانس کے انقلاب نے دنیا کو دئے تھے، اسی طرح یورپ اور امریکہ کے سرمایہ‌دار اس خیال کو کچلنے کے لئے متحد ہو گئے جو روس کے انقلاب نے دنیا کو دئے۔ ان قحطزدہ، ٹھٹھرے اور بیماریوں کے مارے روسیوں کے لئے کتابوں، اوزاروں، ٹیچروں اور انجنیروں سے بھرے ہوئے خیرسگالی کے جہاز نہیں بھیجے گئے بلکہ جنگی جہاز اور سپاہیوں، افسروں، بندوقوں اور زہریلی گیس سے بھرے جہاز روانہ کئے گئے۔ روس کے ساحل کے ان مقامات پر فوجیں اتار دی گئیں جو فوجی مورچہ‌بندی کے لحاظ سے اہم تھے۔ شاہ‌پرست، جاگیردار اور صد سیاہ کے لوگ ان جگہوں پر جمع ہو گئے۔ نئی سفید فوجیں بھرتی کی گئیں، ان کو فوجی تربیت دی گئی اور کروڑوں ڈالر کے جنگی سامان سے لیس

کیا گیا۔ مداخلت کرنےوالی طاقتوں نے ماسکو پر دھاوا بول دیا تاکہ انقلاب کے قلب میں اپنی تلوار پیوست کر دیں۔

چیک سپاھیوں کے پیچھے مشرق میں کولچاک کی فوجوں نے بھی سائبیریا کے پار دھاوا بول دیا۔ مغرب میں فن لینڈ، لتویا اور لتھوانیا کی فوجوں نے حملہ کر دیا۔ شمال کے جنگلات اور برف کے میدانوں سے برطانوی، فرانسیسی اور امریکی فوجیں آنے لگیں۔ جنوب کے بندرگاھوں سے ٹینک، ھوائی جہاز اور دینیکین کی مہلک بٹالینیں آئیں اور استونیا کی دلدلوں سے یودینیچ کی فوج، پولینڈ سے پیلسودسکی کی جنگ آزمودہ فوج اور کرائمیا سے نواب ورانگیل کے گھڑسوار جھپٹ پڑے۔

انقلاب کو لکھوکھا سنگینوں کے فولادی حلقے نے گھیر لیا۔ ضربوں کی بارش سے انقلاب لڑکھڑانے لگا لیکن اسکا دل اسی طرح بےخوف تھا۔ اگر اس کو مرنا ھی ھے تو لڑکر مرنا چاھئے۔

انقلاب کے لئے زندگی اور موت کی لڑائی

ایک بار پھر جنگ سے تھکے ھوئے گاؤوں اور غربت زدہ شہروں میں اسلحہ اٹھانے کے لئے ڈھل زنی کی گئی، ایک بار پھر گھسی ھوئی مشینوں اور پرانے کرگھوں کو وردیاں اور رائفلیں بنانے کا حکم دیا گیا۔ ایک بار پھر خراب حال ریلوے لائنوں کو سپاھی اور توپیں لیجانے کا کام سپرد ھوا۔ روس کے تقریباً ختم ھونےوالے وسائل سے انقلاب نے پچاس لاکھ سپاھیوں کو وردیاں اور افسر مہیا کئے اور سرخ فوجیں میدان جنگ میں آگئیں۔

ماسکو سے صرف ۴۰۰ میل کے فاصلے پر انھوں نے کولچاک پر حملہ کرکے اس کی خوف اور انتشار کی ماری فوج کو چار ھزار میل پیچھے دھکیل دیا جہاں سے وہ سائبیریا کو پار کرکے آئی تھی۔ شمال کے صنوبر کے جنگلوں میں، سفید وردیوں میں ملبوس اور برف پر اسکیز کے ذریعہ پھسلتے ھوئے سرخ فوج نے اتحادیوں سے ٹکر لی اور ان کو آرخانگیلسک تک پیچھے دھکیل کر اس بات کے لئے مجبور کیا کہ وہ اپنے جہازوں پر بحرسفید کے پار وطن کو روانہ ھو جائیں۔ دینیکین کے زبردست دھاوے کو انھوں نے تولا کے قریب روس کے

لوہار خانے میں روک دیا ”جسکی سرخ آگ میں سرخ فولاد کو ڈھال کر ناقابل تسخیر سرخ فوج کی سنگینیں تیار کی جاتی ہیں“۔ بحراسود کے ساحل تک دھکیلے جانے کے بعد دینیکین ایک برطانوی جنگی جہاز پر بھاگ نکلا۔

بودینی کی گھڑسوار فوج یوکرین کے استیپی میدانوں میں دن رات منزلیں طے کرتی پولستانی محاذ پر ٹوٹ پڑی، اس نے لیجین والوں کی فاتحانہ پیش قدمی کو مصیبت بھری پسپائی میں تبدیل کر دیا اور انکا تعاقب کرتی ہوئی وارسا کے پھاٹکوں تک پہنچ گئی۔ ورانگیل کو شکست دی گئی اور اس کو کرائمیا میں گھیر لیا گیا۔ جب حملہ آور فوجی دستے اس کے مضبوط قلعوں پر چھاپے مار رہے تھے اسی وقت خاص سرخ فوج نے تیزی کے ساتھ بحیرۂ آزوف کو پار کر لیا اور نواب ورانگیل ترکی کو فرار ہوگیا۔ پیٹروگراد کے مضافات میں، اس کے گنبدوں کے نیچے ہی یودینچ کے پرخچے اڑا دئے گئے اور بالٹک ریاستوں کی فوج کو ان کی سرحدوں کے اندر تک پسپا کر دیا گیا۔ سائبیریا میں سفید گارڈوں کو ختم کر دیا گیا اور پورے حلقے میں انقلاب کی فتح ہوئی۔

انقلاب دشمنوں کو نہ صرف طاقتور سوویت فوجوں نے شکست دی بلکہ اس نظرئے نے بھی جس نے ان انقلابی فوجوں میں ایک مجسم شکل اختیار کرلی تھی۔

ان فوجیوں کے سرخ پرچموں پر نئی دنیا کے نعرے چمک رہے تھے۔ وہ لڑائیوں میں انصاف اور اخوت کے ترانے گاتے ہوئے آگے بڑھتے تھے۔ وہ اپنے قیدی دشمنوں کے ساتھ گمراہ بھائیوں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔ وہ ان کو کھلاتے پلاتے تھے، ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرتے تھے اور پھر ان کو واپس بھیجدیتے تھے تاکہ وہ جاکر اپنی صفوں میں بالشویک مہمان نوازی کی داستانیں بیان کریں۔ وہ اتحادیوں کے کیمپ پر سوالوں کی بوچھار کرتے تھے:

”اتحادی سپاہیو، تم روس کیوں آئے ہو؟“، ”فرانس اور انگلستان کے مزدور بھلا روس کے ساتھی مزدوروں کو کیوں قتل کریں؟“، ”کیا تم ہماری مزدوروں کی ریپبلک کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟“، ”کیا تم زار کی بحالی چاہتے ہو؟“، ”تم فرانسیسی بینکروں، زمین کے

غاصب انگریزوں اور امریکی سامراجیوں کے لئے لڑ رہے ہو ۔ تم اپنا خون ان کے لئے کیوں بہاتے ہو ؟ ،، ،، تم گھر کیوں نہیں چلے جاتے ؟ ،،

سرخ سپاھی اپنی خندقوں میں کھڑے ہوکر یہ سوال زور زور سے چیخ کر پوچھتے تھے ۔ سرخ فوج کے ھوائی جہاز اوپر فضا میں منڈلا کر یہ اشتہار پھینکتے تھے ۔

اتحادی سپاھی ان سوالوں کے بارے میں سوچتے تھے اور ڈھلمل یقین ہو جاتے تھے ۔ ان میں لڑنے کی ھمت نہیں رھتی تھی ۔ وہ بددلی سے لڑتے تھے اور بغاوت بھی کر دیتے تھے ۔ سفید سپاھی دسیوں ہزار کی تعداد میں ، پوری بٹالینیں اور ایمبولینس کے دستے ٹوٹ کر انقلاب کی طرف آگئے ۔ انقلاب دشمنوں کی فوجیں یکے بعد دیگرے اس طرح منتشر ہونے یا پگھلنے لگیں جیسے روسی بہار میں برف پگھلتی ھے ۔ وہ فولادی حلقہ جو انقلاب کے گرد تنگ ہوتا جا رھا تھا توڑ کر پارہ پارہ کر دیا گیا ۔

انقلاب کی فتح ھوئی ۔ سوویتیں بچالی گئیں لیکن کتنی زبردست قربانیاں اسکے لئے دینی پڑیں !

مداخلت کی زبردست غارتگری

لینن نے کہا ،، تین سال تک ھماری ساری قوت جنگ میں لگی رھی ۔ ،، قوم کی دولت فوج میں جھونکی گئی ۔ کھیت جوتے نہیں گئے اور مشینیں بیکار رھیں ۔ ایندھن کی کمی کیوجہ سے کارخانے بند رہے ۔ انجنوں کی بھٹیوں میں کچی لکڑی جلانے سے انجن خراب گئے ۔ پسپا ھوتی ھوئی فوجوں نے ریلوے لائنوں کو تباہ کر دیا ، پل اور گودام اڑا دئے اور کھیتوں اور دیہاتوں میں آگ لگادی ۔ پولستانیوں نے نہ صرف کیئف کا واٹرورکس اور بجلی کا اسٹیشن تباہ کیا بلکہ محض بدخوئی سے سینٹ ولادیمیر کا گرجاگھر بھی ڈائنامائٹ سے اڑا دیا ۔

انقلاب دشمنوں نے اپنی پسپائی کو ایک عام قتل و غارت بنا دیا ۔ آتش زنی اور ڈائنامائٹ کے ذریعہ انھوں نےسارے ملک کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ۔

جنگ نے اور بھی متعدد برائیاں پیدا کیں — مثلاً سخت سنسرشپ، اندھادھند گرفتاریاں ، کورٹ مارشل کے ذریعہ سزائے موت ۔ کمیونسٹوں

کے خلاف جن شدید اقدامات کے الزام تھے وہ زیادہ‌تر جنگ کے زمانے کے اقدامات تھے۔ پھر بھی ان سے کبھی کبھی انقلابی نظریات کو بھی چوٹ لگی۔

پھر اتلاف جان کتنا ہوا! محاذ پر بہت سے لوگ مارے گئے۔ اسپتالوں سے آنےوالی اموات کی فہرستیں‌وحشت‌ناک ہوتی تھیں۔ دوائیں، پٹی کا کپڑا اور سرجری کے آلات ناکہ‌بندی کیوجہ سے نہیں آسکتے تھے۔ اس لئے اعضا کی کاٹ چھانٹ بلاسن کرنےوالی دواؤں کے ہوتی تھی۔ زخموں کو اخباروں سے باندھا جاتا تھا۔ جسم کے سڑنے، خون کے زہرآلود ہونے اور ٹائفس اور ہیضے کی بیماریاں بےروک ٹوک فوجوں میں پھیلتی تھیں۔

انقلاب اور بھی اتلاف جان برداشت کرسکتا تھا کیونکہ روس تو بہت وسیع ملک ہے۔ لیکن وہ دماغی اور ذہنی طاقت کے اتلاف، اپنی رہنما اور ولولہ عطا کرنےوالی ہستیوں یعنی کمیونسٹوں کے قتل عام کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ کمیونسٹ ہی ساری لڑائی کا بوجھ اپنی گردنوں پر لے رہے تھے۔ وہ اپنے کو تیزرفتار حملہ‌آور بٹالینوں میں منظم کرتے تھے۔ وہ ٹوٹتی ہوئی صفوں کو مضبوط بنانے کے لئے بھیجے جاتے تھے اور اگر گرفتار ہو جاتے تھے تو ہمیشہ ان کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ تین سال کی جنگ کے دوران روس کے نصف نوجوان کمیونسٹ مارے گئے۔

اتلاف جان کے بارے میں محض بتا دینا کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اعدادوشمار تو جذبات سے عاری ہوتے ہیں۔ میں قاری کو ان نوجوانوں کی یاد دلانا چاہتا ہوں جن سے اس کی اس کتاب کے صفحات پر ملاقات ہوئی ہے۔ وہ بیک وقت خواب دیکھنےوالے اور جانفشاں کام کرنےوالے، عینیت‌پسند اور حقیقت‌پسند تھے۔ وہ انقلاب کی جان اور اس کے جذبۂ عمل کا مجسمہ تھے۔ انقلاب کے لئے ان کے بغیر آگے بڑھنا ناممکن معلوم ہوتا تھا لیکن وہ آگے بڑھ رہا ہے اگرچہ یہ لوگ مر چکے ہیں۔ تقریباً وہ ساری ہستیاں جنکا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے اب قبروں میں پہنچ چکی ہیں۔ ان کی موت مندرجۂ ذیل حالات میں واقع ہوئی:

وولودارسکی — تمام سوویت لیڈروں کو قتل کرنے کے عام پروگرام کے تحت اسکو قتل کر دیا گیا۔

نیئبوت — کولچاک کے محاذ پر اسکو سزائے موت دی گئی۔
یانیشیف — ورانگیل کے محاذ پر ایک سفید گارڈ کی سنگین کا نشانہ بنا۔

وسکوف — دینیکین کے محاذ پر ٹائفس کا شکار ہوا۔
تونکونوگی — سفید گارڈوں نے اس کو اس کی لکھنے والی میز پر ھی گولی کا نشانہ بنایا۔
اوتکین — موٹرکار سے کھینچ کر گولی مار دی گئی۔
سوخانوف — صبح سویرے اس کو جنگل میں لے جا کر رائفل کے کندے مار مار کر ھلاک کر دیا گیا۔
میلنیکوف — جیل سے لے جا کر، گولی سے زخمی کیا گیا اور پھر ڈنڈوں سے مار کر ھلاک کر دیا گیا۔
ان کو اذیتیں پہنچائی گئیں، ان کو سنگسار کیا گیا، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹے گئے، ان کو ریگستانوں، پہاڑوں میں آوارہ گردی کرنے اور غاروں اور ماندوں میں چھپنے پر مجبور کیا گیا۔
اھم انقلابیوں کو چن چن کر سنگدلی سے قتل کیا گیا۔ یہ انقلاب کے مستقبل کے معماروں کا قتل عام تھا اور روس کے لئے بے انتہا نقصان کیونکہ یہ لوگ ایسے تھے جو اقتدار کے برے اثر اور طاقت کے زھر کو سمو سکتے تھے، ایسے انسان جو اسی دلیری سے زندہ رھتے جس طرح وہ مرے۔

وہ موت کے منہ میں کودے تاکہ انقلاب زندہ رھے۔ اور وہ زندہ ھے۔ اگرچہ قحط، وبا، ناکہ بندی اور جنگ کی طویل آزمائشوں نے اس کو مجروح اور کمزور کر دیا ھے پھر بھی روسی انقلاب فاتح ھو کر ابھرا ھے۔
کیا انقلاب ان قربانیوں کے لائق تھا؟ یہ رھے اس کے کچھ مسلمہ نتائج :
۱— اس نے زارشاھی کی ریاستی مشینری کو جڑ بنیاد سے تباہ کر دیا ھے۔
۲— اس نے بڑی بڑی شاھی آراضیات اور جاگیرداروں اور خانقاھوں کی جاگیریں عوام کے ھاتھ میں دے دی ھیں۔
۳— اس نے بنیادی صنعتوں کو قومی بنا لیا ھے اور روس کی

بجلی کاری شروع کر دی ہے - اس نے روس کو لٹیرے سرمایہ داروں کے لامحدود استحصال سے بچا لیا ہے -

۴ — وہ دس لاکھ مزدوروں اور کسانوں کو سوویتوں میں لایا ہے اور ان کو حکومت کے براہ راست تجربے سے مستفید کر رہا ہے - اس نے ۸۰ لاکھ مزدوروں کو ٹریڈ یونینوں میں منظم کیا ہے - اس نے چار کروڑ کسانوں کو پڑھنا لکھنا سکھایا ہے - اس نے دسیوں هزار نئے اسکولوں ، کتب خانوں اور تھیٹروں کے دروازے سب کے لئے کھول دئے ھیں اور عوام کو سائنس اور آرٹ کی انوکھی باتوں کی طرف رغبت دلائی ہے -

۵ — اس نے ایک عظیم قوم کو ماضی کے جادو سے نجات دلائی ہے - ان کی خفتہ طاقتیں اب حرکت میں آگئی ھیں - ان کا یہ تن بہ تقدیر رویہ کہ "ایسا ھی تھا اور ایسا ھی رہے گا"، اب بدلکر "ایساھی تھا لیکن ایسا نہیں رہے گا"، بن گیا ہے -

۶ — اس نے ان سب ماتحت نسلوں کو جو پہلے سلطنت روس کی باجگزار تھیں خودارادیت کے حق کی ضمانت دی ہے - اس نے ان کو اپنی زبان ، ادب اور اداروں کو آزادی سے فروغ دینے کی اجازت دی ہے - ایران ، چین ، افغانستان اور دوسری پسماندہ قوموں یعنی ایسے ملکوں کو "جو زبردست قدرتی وسائل اور چھوٹے بحری بیڑے رکھتے ھیں"، اپنے برابر کی حیثیت دی ہے -

۷ — اس نے "کھلی ھوئی ڈپلومیسی"، کے بارے میں محض لفاظی نہیں کی ہے بلکہ اس کو ایک حقیقت بنا دیا ہے - اس نے تمام خفیہ معاھدوں کو سمیٹ کر تاریخ کی بھٹ میں جھونک دیا ہے -

۸ — اس نے ایک نئی سوسائٹی کے راستے میں رھنما کا رول ادا کیا ہے اور بڑے پیمانے پر سوشلزم کے لئے بیش قیمت تجربات کئے ھیں - اس نے نئے سماجی نظام کی جدوجہد کے لئے دنیا بھر کے محنت کش طبقوں میں یقین کو گرمایا اور ھمت کو مستحکم کیا ہے -

صاحبان عقل و دانش فرماتے ھیں کہ یہ نتائج اس سے بہتر طریقے سے حاصل کئے جا سکتے تھے - اسی طرح ریفارمیشن ، امریکہ کی آزادی اور غلامی کے خاتمے کو زیادہ پسندیدہ اور کم تشدد آمیز طریقے سے حاصل کیا جا سکتا تھا - لیکن تاریخ اس سمت نہیں گئی اور صرف احمق ھی تاریخ کے ساتھ جھگڑتے ھیں -

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکر گذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ : زوبوفسکی بلوار - نمبر ۲۱
ماسکو ، سوویت یونین

21, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR

دارالاشاعت ترقی ماسکو